تذکرۃ الخلیلؒ

الامام الہمام الاوحد مولانا الشیخ خلیل احمد المدنی المہاجر قدس سرہٗ

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن
ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی
ایم اے عربی، اردو، فارسی، اسلامیات

ناشر: مسجد الفرقان ملیر کینٹ بازار، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۲
۲	مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ	۳
۳	حضرت کے چند خلفائے کرام	۳۰
۴	حضرت کے چند اساتذہ کرام	۹۸
۵	حضرت کے شیوخ طریقت	۱۱۳
۶	حضرت کے چند مشہور تلامذہ کرام	۱۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد!

تقدیم

اس کتاب میں حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ اوران کے چند اساتذہ کرام، خلفاء اور چند ممتاز تلامذہ کا ذکر ہے جو میری کئی سالہ محنت اور تحقیق وجستجو کا نتیجہ ہے۔

مولانا خلیل احمدؒ (۱۲۶۹۔۱۳۴۶) استاذ العلماء مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے نواسے تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی ۔دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ان کے حقیقی ماموں تھے پھر مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اس کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مولانا محمد مظہر نانوتویؒ سے تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

علم ادب کی تحصیل انہوں نے علامہ فیض الحسن ادیب سہارنپوراستاذ اورینٹل کالج لاہور سے کی۔فراغت کے بعد ایک عرصۂ دراز تک مختلف مقامات پر اور آخر میں مظاہر علوم سہارنپور میں بطور شیخ الحدیث اعلی تدریسی خدمات انجام دیں۔ان کے تلامذہ ہزاروں میں ہیں۔ آپ کے تینوں استاذ مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد مظہر جہاں اپنے وقت کے بہترین عالم اور محدث تھے وہاں صاحب نسبت بزرگ بھی تھے علامہ فیض الحسن صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے خلافت حاصل تھی اور انہیں پہلے علامہ رشید احمد گنگوہیؒ اور پھر حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے خلافت عطا ہوئی۔

مولانا خلیل احمد کو دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق نے مدینۃ النبی ﷺ میں پہنچا دیا۔ کچھ عرصہ وہاں بھی دینی وعلمی خدمات انجام دیں اور پھر وہیں ۱۳۴۶ھ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت ملی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس بندۂ عاجز کی اس چھوٹی سی خدمت کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں۔ان بزرگوں کے درجات کو اور بلند فرمائیں، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہو۔آمین

فیوض الرحمٰن

مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ

١٢٦٩______١٣٤٦ھ

خاندان:

آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔والد صاحب کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب سیدنا ابوایوب انصاریؓ اور والدہ صاحبہ کی طرف سے سیدنا صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔آپ کے آباؤاجداد میں بڑے بڑے علماء اور محدث ہوگزرے ہیں۔ان میں شیخ الاسلام ابواسماعیل عبداللہ انصاری علمی اور روحانی لحاظ سے ایک بلند مقام پر فائز تھے۔انہوں نے اپنے علم وفضل اور تقوی اور ورع سے توحید وسنت کی شمعیں روشن کیں۔امام ذھبیؒ نے اپنی کتاب **"تذکرۃ الحفاظ"** میں ان کے علم وفضل اور حق گوئی و بیباکی کا نہایت بلند الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔

شیخ الاسلام کی اولاد مختلف شہروں میں جابسی،اس نے توحید اور جہاد فی سبیل اللہ کے علم کو بلند کیا۔اس کی ایک شاخ ہندوستان منتقل ہوئی اور اس نے دہلی،سہارنپور، بارہ بنکی اور ریاست اودھ میں سکونت اختیار کی۔فرنگی محل کے علماء کا تعلق بھی ان بزرگوں سے ہے جو ضلع بارہ بنکی کے قصبہ سہالی میں آٹھہرے۔ان کے جداکبر ملا نظام الدین تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد نصیب فرمائی جو تدریس اور افتاء میں یکساں مہارت رکھتی تھی اور ماضی قریب تک اس کا یہی حال رہا اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے سہارنپور کو اپنا وطن بنایا ان میں ایک شیخ محمد بن انصاری تھے۔ان کا ذکر علامہ عبدالحی نے **نزھۃ الخواطر** میں بلند الفاظ میں کیا ہے۔ان سے بہت سے لوگوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ہمارے شیخ خلیل احمد کا تعلق بھی ان سے ہے۔

ولادت اور نشوونما:

شیخ خلیل احمد کی ولادت صفر ١٢٦٩ھ دسمبر ١٨٥٢ء میں اپنے ننھیال نانوتہ میں ہوئی۔آپ کے والد صاحب کا نام مجید علی اور والدہ کا مبارک النساء تھا۔مبارک النساء استاذ العلماء علامہ مملوک علی نانوتوی کی دختر نیک اختر تھیں۔

آپ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے کہ آپ کے نانا مولانا مملوک علی نے رخت سفر باندھا،اس وقت آپ کے والد ملازمت کی وجہ سے وطن سے کافی دور تھے،چنانچہ آپ کی تربیت آپ کے فاضل اور متقی ماموں مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے کی اور انہی کی سرپرستی میں آپ نے تحصیل علم کی،آپ نے خالص دینی ماحول میں نشوونما پائی۔اپنے چچا انصار علی کے ساتھ کچھ عرصہ گوالیار میں بھی تعلیم حاصل کی،پھر وطن واپس آکر شیخ سخاوت علی کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔

١٢٨٣ھ میں جب کہ آپ کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا،آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب اس دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔انہوں نے آپ کو یہاں بلالیا جہاں آپ نے چھ ماہ تک تعلیم حاصل کی۔

شیخ سعادت علی (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے) نے سہارنپور میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا۔شیخ مظہر نانوتوی (جو کہ آپ کے ماموں تھے) اس مدرسہ مظاہر علوم کے صدر مدرس تھے،دیوبند سے آپ سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم میں آگئے اور یہیں علوم کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔آپ کے اساتذہ میں مفتی سعادت علی،شیخ سخاوت علی انبیٹھوی اور شیخ سعادت حسین بہاری کے نام آتے ہیں۔آپ کے خاص الخاص اساتذہ میں شیخ مظہر علی نانوتوی ہیں جن سے آپ نے حدیث کی تمام کتابیں پڑھیں اور ٨٦۔١٨٨٥ء

ـــہ میں دورۂ حدیث پڑھا، عربی ادب میں بھی مہارت حاصل کی۔

پھر آپ لاہور چلے آئے اور علامہ ''فیض الحسن'' ادیب سہارنپوری استاذ اورئینٹل کالج سے علم ادب کی تحصیل کی۔

مسوری میں:

ماموں مولانا یعقوب صاحب کے ارشاد پر کچھ عرصہ مسوری میں قیام کیا، وہاں ''قاموس'' کا ترجمہ کیا۔

آپ کو حفظ قرآن کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک حافظ قرآن کو تراویح میں سنانے کی فرمائش کی، انہوں نے جواب دیا کہ ''آپ خود کیوں حفظ نہیں کر لیتے؟'' ان کی اس بات سے متاثر ہو کر آپ نے ایک سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور اگلے سال خود تراویح میں سنا دیا۔

شادی:

۲۱ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک سال بعد آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا عین شباب میں انتقال ہوا۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

صوفیانہ مسلک:

آپ کے تحصیل علم کے دوران امام ربانی رشید احمد گنگوہیؒ جو اپنے علم و عمل، درس و تدریس اور اصلاح نفوس کے سلسلہ میں لوگوں کا مرجع تھے اور ان کی شہرت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ لوگ ان سے روشنی حاصل کرتے اور ان پر گر گر پڑتے تھے جیسے پتنگے آگ پر، ان سے صحیح معرفت حاصل کرتے اور ایمان کی حلاوت پاتے۔ ان کے درس حدیث کی بھی بہت شہرت تھی۔ فراغت

کے بعد آپ منگلوری کی مجالس سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ بچپن ہی سے علامہ رشید احمد گنگوہی کا نام سنا کرتے تھے، اس سے قبل ان کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل کر چکے تھے، آپ کا دل ان کی طرف کھنچتا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب سے مشورہ کے بعد ۱۹ سال کی عمر میں ان کے ہاتھ پہ بیعت کی، شیخ کی محبت دل میں گھر کر گئی اور بالآخر اللہ کی محبت نے جگہ لے لی۔ ذکر فکر کے سلسلے میں اتنے مجاہدے اور ریاضتیں کیں کہ لوگ تعجب کرنے لگے۔ شیخ کے مریدوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ اسی طرح ان کی خدمت میں نو سال کا عرصہ گزارا۔

حج:

۱۲۹۴ھ میں حج کیا اور اپنے شیخ کے شیخ الحاج امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی زیارت کی، انہوں نے آپ کو بہت نوازا، اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔ حج کے بعد جب اپنے شیخ مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضری دی تو انہوں نے اس اجازت کی تصدیق کی اور خلافت سے نوازا اور شاید آپ اپنے شیخ کے اول خلیفہ ہیں۔ آپ برابر ان سے استفادہ کرتے رہے۔

تدریسی خدمات:

پہلے منگلور ضلع سہارنپور میں تدریس کی اور پانچ سال ڈٹ کر تدریس کی، پھر شیخ جمال الدین کی دعوت پر اور اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب کے حکم پر بھوپال میں کام کرتے رہے، بھوپال ان دنوں ایک علمی مرکز تھا۔ ملکہ نواب شاہ جہاں کی بدولت بڑے بڑے علماء بھوپال میں موجود تھے۔ آپ نے افادہ اور استفادہ دونوں جاری رکھے۔ اسی دوران مفتی ریاست مولانا عبدالقیوم بڑھانوی سے حدیث کی سند حاصل کی، اسی دوران آپ نے پہلا حج کیا اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران شیخ عبدالغنیؒ سے بھی حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر حج سے واپسی پر اپنے شیخ

گنگوہیؒ کے حکم پر سکندرآباد ضلع بلند شہر کی جامع مسجد کے مدرسہ میں تدریس شروع کی، مگر مبتدعین نے یہاں آپ کو بہت ستایا، آپ نے صبر کیا اور شیخ کے حکم پر ایک ماہ بعد واپسی ہوئی۔

پھر ایک سال اپنے وطن میں رہے، پھر اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب کے ارشاد پر بہاولپور چلے گئے، وہ پورے ہندوستان میں مشہور اسلامی ریاست تھی، یہاں تدریس میں لگے رہے اور دس سال تک تدریس کی یہاں بھی بڑے بڑے معرکے سر کئے، اور دین کی بڑی خدمت کی، مناظرے بھی ہوئے اور غالب رہے۔ اسی دوران آپ نے ہدایات الرشید نامی کتاب لکھی۔ آپ نے مختلف علوم وفنون کے علاوہ تفسیر اور حدیث کا بھی درس دیا۔ اسی دوران دوسرا حج کیا اور شیخ کبیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے اس سفر میں ''اجازت بیعت'' حاصل ہوئی پھر مصباح العلوم بریلی میں ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۰۸ھ دو سال تک تدریس کی۔

دار العلوم دیوبند میں:

اپنے شیخ حضرت گنگوہیؒ کے ارشاد پر دار العلوم دیوبند میں ۱۳۰۸ھ میں تدریس حدیث کا آغاز کیا اور چھ سال تک پڑھاتے رہے۔ طلبہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آپ سے خوب استفادہ کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ بھی ان دنوں تدریس میں مشغول تھے، دونوں کے درمیان محبت والفت کا مضبوط رشتہ قائم تھا۔ ہر ایک دوسرے کی دل سے قدر کرتا تھا۔ اسی دوران مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بھی آپ سے پڑھا۔ ندوۃ العلماء کے پہلے جلسہ منعقدہ کانپور ۱۳۱۱ھ میں شریک ہوئے اور اس کی تائید کی۔

مظاہر علوم:

۱۲۸۳ھ میں مظاہر علوم کی تاسیس ہوئی، پھر اس میں وسعت ہوئی اور ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ نے بہت قبولیت حاصل کرلی، شیخ رشید احمد گنگوہیؒ اس کے متولی اور سرپرست مقرر ہوئے،

انہوں نے محسوس کیا کہ اس مدرسہ کے لئے ایک ممتاز شخصیت کا انتخاب کیا جائے، نظرِ انتخاب آپ پر پڑی آپ کو دار العلوم دیوبند سے طلب کیا گیا اور ۸ جمادی الأخری ۱۳۱۴ھ میں مظاہر علوم میں صدر مدرس مقرر کردیا گیا۔ اس عرصۂ قیام میں ہزاروں طلبہ نے آپ سے پڑھا، آپ کے صدارت تدریس کے زمانہ میں مدرسہ نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور اس کی شہرت عالم میں پہنچی۔ ۱۳۳۶ھ میں آپ اس کے مدیر مقرر ہوئے اور اچھے اچھے علماء کو برائے تدریس مدرسہ میں لائے، ان میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور ان کے فرزند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ ۲۲ سال تک اس مدرسہ کے صدر المدرسین رہے اور ۶ سال تک مدیر، مدرسہ کی تعمیر وترقی میں اپنی تمام علمی وعملی اور ذہنی صلاحیتیں لگادیں، یہاں تک کہ مدرسہ اپنے وطن سے زیادہ عزیز اور اس کے اساتذہ اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز تھے۔ تعلیم وتدریس میں آپ کا ایک خاص طرز تھا۔ اپنے تدریسی اوقات کے سخت پابند تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بارے میں زیادہ سوچتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بچوں کی تعلیمی بنیاد مضبوط کی جائے۔ تجوید وقرأت کو تعلیم کے اہم اجزاء میں سے سمجھتے تھے۔ امتحانی امور میں بہت سخت تھے۔ طلبہ کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے، اور ان سے ایسے رہتے تھے جیسے والد اپنی اولاد سے، اساتذہ کا احترام کرتے تھے اور اسباق کی نگرانی کرتے تھے۔

حج وزیارت:

آپ نے سات حج کئے، پہلا ۱۲۹۳ھ میں کیا جب کہ بھوپال میں مقیم تھے۔ اس مبارک سفر میں آپ کی ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ہوئی، اس وقت عمر چوبیس سال تھی۔ دوسری بار ۱۲۹۷ھ میں جبکہ آپ بہاولپور میں تھے۔ حاجی صاحب سے اس سفر میں اجازت پائی۔ تیسری بار ۱۳۲۳ھ میں جبکہ آپ کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا وصال

ہوا۔ان دنوں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مدینہ منورہ میں تدریس میں لگے ہوئے تھے۔جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت مدنیؒ نے علماء مدینہ سے آپ کا تعارف کرایا اور آپ سے درس حدیث دینے کو کہا جسے آپ نے منظور کیا، حجاز کے تمام اطراف سے طلبہ دیوانہ وار آنے لگے۔پانچویں مرتبہ ۱۳۳۳ھ میں حج کا سفر کیا۔یہ سفر بڑا اہم تھا۔اس میں شیخ الہند مولانا محمود حسن بھی ساتھ تھے، مگر سفر الگ الگ کیا اور مکہ مکرمہ میں دونوں ملے، اور حج و زیارت میں اکٹھے رہے، مدینہ منورہ اکٹھے گئے اور ''انور پاشا'' وزیر جنگ حکومتِ ترکی سے ملے۔اس مدت میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں انور پاشا، جمال پاشا اور بہت سے علماء نے شرکت کی۔انہوں نے تقریریں کیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے آپ اور مولانا محمود حسن شیخ الہند کی نیابت میں تقریر کی۔شیخ الہند مکہ مکرمہ سے طائف چلے گئے اور آپ واپس ہندوستان آ گئے، جونہی ممبئی پہنچے آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور نینی تال جیل بھیج دیئے گئے۔بعد میں جب رہائی ہوئی تو دیوبند اور سہارنپور آئے، لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور نہایت گرمجوشی دکھائی۔چھٹی مرتبہ شعبان ۱۳۳۸ھ میں سفر حج پہ روانہ ہوئے، اس مرتبہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب آپ کے ساتھ تھے۔حضرت محبّ الدین سے ملاقات ہوئی جو کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔انہوں نے ہندوستان واپس جانے کا مشورہ دیا۔اس لئے کہ یہ دن بڑے پریشانی کے تھے اور راستے بند اور بدامنی تھی اور دلوں پہ خوف طاری تھا۔محرم ۱۳۳۹ھ کو سہارنپور واپسی ہوئی۔

ساتویں مرتبہ ۱۳۴۴ھ میں حج کیا، اس سفر میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد ساتھ تھی اور اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔یہ آپ کا آخری سفر ہے جس کے بعد واپسی نہ ہوسکی۔

اس مبارک سفر کے لئے آپ نے ۱۳۴۴ھ میں سہارنپور سے رخت سفر باندھا، پہلے حیدرآباد گئے پھر ممبئی، ممبئی میں لوگوں نے گرمجوشی سے استقبال کیا۔ممبئی سے بروز جمعرات

۷ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ میں روانگی ہوئی، اس مرتبہ دوسو آدمی ساتھ تھے۔جو غم و اشکبار آنکھوں سے آپ کو الوداع کہہ رہے تھے۔یہ محبت و شیفتگی کا سفر تھا۔عشق و محبت کا سفر تھا۔حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔۸ محرم ۱۳۴۴ھ کو مسجد النبوی الشریف کی زیارت سے مشرف ہوئے اور باب النساء کے سامنے مدرسۃ الایتام (جواب مدرسہ علوم شریعۃ کے نام سے مشہور ہے) میں ٹھہرے۔مظاہر علوم کی ذمہ داریوں سے فرصت ملی تو تدریس، تصنیف و تالیف اور عبادت و ریاضت میں لگ گئے۔اپنی کتاب ''**بذل المجھود فی حل ابی داود**'' کی تکمیل کی جسے پہلے سے شروع کر رکھا تھا۔

علماء سے تعلقات:

اس سفر میں اس غلط فہمی کا جو حکومتِ نجد اور مسلمانان ہندوستان کے درمیان پیدا ہوگئی تھی کا ازالہ ہوگیا قاضی القضاۃ بلیہد پہلی ہی ملاقات میں گھائل ہوگئے، فقہی مسلک کے اختلاف کے باوجود ہر ایک دوسرے کی عزت کرتا تھا، سلطان دو تین مرتبہ آپ سے ملے، سلطان نے ملاقات کے لئے بلایا مگر آپ نے عذر کردیا۔سلطان آپ کی للّٰہیت تقوی علمی اور عملی مجالس میں آپ کی برتری، جرأت اور سچی بات سے بہت متاثر تھا۔دوبارہ گھر پر ملاقات کی دعوت دی مگر آپ نے معذرت کردی مگر ان کے اصرار پر گئے اور ان سے گفتگو ہوئی اور بعض حالات کے اجراء کی اسے نصیحت کی۔

سبھی لوگ آپ سے عزت واحترام سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ جلالۃ الملک عبدالعزیز بن سعود، حرمین شریفین کے امام اور اسی طرح وہاں کے امراء بھی احترام کرتے تھے۔ آپ نے موقع کو غنیمت جانا اور جو لوگ دوسرا فقہی مسلک رکھتے ہیں ان کی بعض تکالیف رفع کرائیں۔

۱۳۴۵ھ میں **بذل المجهود في حل ابي داود** کی تکمیل کی خوشی میں ایک بڑی دعوت کی اور لوگوں کو بلایا پھر اس کے بعد اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول کی اور کلی انقطاع کر لیا۔ رمضان شریف آ پہنچا اور یہ آپ کی زندگی کا آخری رمضان تھا۔

علالت اور وصال:

اس ماہ میں آپ اس مرض کا شکار ہوئے جس میں کہ آپ کا وصال ہوا۔ شروع میں آپ پر سردی کا حملہ ہوا پھر بخار شروع ہو گیا۔ رمضان آپ نے بہت عزیمت کے ساتھ گزارا اور سخت ریاضت کی پھر آپ پر فالج کا ہلکا حملہ ہوا جس نے چلنے پھرنے سے عاجز کر دیا۔ عید کا چاند نکلا مگر آپ کی نقاہت بتدریج بڑھ رہی تھی۔ اس دوران آپ کو اصلی مرض میں کچھ خفت محسوس ہوئی اور شیخ محمد زکریا کو ہندوستان روانہ کیا، بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس سال ضعف ونقاہت کے سبب حج نہ کر سکے مگر بے چینی اور تکلیف روز بروز بڑھ رہی تھی۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو مدرسہ مظاہر علوم ایک خط لکھا جس میں انتظامی امور سے متعلق کچھ باتیں تھیں۔ پھر اسی ماہ میں مرض نے شدت اختیار کر لی اور سینہ میں درد محسوس ہونے لگا جو بعد میں زائل ہو گیا مگر ضعف ونقاہت برابر بڑھتی چلی گئی۔ درجہ حرارت ڈاؤن ہو گیا اور حرم نبوی جانا موقوف ہو گیا، اپنے بستر پر تکیہ لگا کر نماز پڑھنے لگے، عشاء کے بعد مرض اور الم بڑھ گئے اور دوسرے دن کی عصر کے بعد بے ہوشی کی کیفیت رہی۔ رات کو قلق اور اضطراب اور بڑھ گیا، ۱۵ ربیع الثانی بروز بدھ ۱۳۴۶ھ عصر کے بعد آپ نے با آواز بلند اللہ کا ذکر شروع کر دیا پھر یہ آواز آہستہ آہستہ ہو گئی اور آپ کی روح ملاء اعلی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی خبر وصال بجلی کی طرح پھیل گئی۔ ہر شخص غمگین تھا۔ علماء نے فقہ اور حدیث کے ایسے متبحر عالم کی وفات پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ معرفت واحسان والے حضرات نے آپ کی

وفات پر سخت صدمہ محسوس کیا کہ جس نے اپنی عمر تربیت وتزکیہ میں بسر کی۔ ہر شخص جیسے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

فاذهب كماذهبت غوادى مزنة　　اثنى عليها السهل و الأوهاد

سید احمد نواب مزور نے غسل دیا اور مدرسہ شریعۃ کے بانی شیخ احمد نے اس میں مساعدت کی۔ باب جبریل پر آپ کا جنازہ رکھ دیا گیا۔ شیخ طیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عشاء سے پہلے بقیع میں اہل بیت کے مقابر کے قریب دفن کئے گئے۔

آپ کے وصال پر قاضی مدینہ منورہ کا یہ مرثیہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔

عربی مرثیہ

العلم یبکی شجوه وینوح — والدمع فی خد الزمان سفوح
لم لاوقدفقدالذی بوجوده — شخص الجهالة فی الوری مذبوح
شهم تودالزاهرات لوانها — تفدیه من بین الوری وتصوح
یاراحلاقطنت صفات کماله — فی کل حی فهی فیهم روح
خلدت من ذکرالمعارف والنهی — مجدابه شمس العلوم تلوح
خلصتنامن مشکل الافهام مذ — ابذلت جهدک والعلیم نصیح
یابحرُبحرالهندهذی طابة — وبقیعهافیه الرضاء یصیح
لولاک ضلّت فی الرجال قرائح — امست بزلات الفهوم تبوح
لاتخش باساًمذحللت بربعه — ربع بارواح الجنان یفوح
ان السعادة کلها فیمن ثوی — فیه فشاری النفس فیه ربیح
حی النعیم وان توی جثمانه — ومضی وکبدالمجدفیه قریح
مامات من ابقی ماثرلم تنل — فیهاغبوق لشناوصبوح
دمع الفنون علیه دومامسبل — ینعی الخلیل ولایزال یسیح
راحت باحمدناالغداة روائح — تلویحهافی ندبه توضیح
حکمت باخذبقیة الاعلام فی — عصرعلیه الاحتیاج ینوح
مامات بل مات الانام جمیعهم — فالهندفیه والحجازجریح
تالله مااحداذب لدینه — منه وباع العلم منه فسیح

ایصاحت الزمن الطویل مقامه — فی الهند عمراللدروس یمیح
لیردعن روح العلوم بفضله — ویردعنه بالیقین جموح
لاینبری احدلنقص کماله — الاهوی وکماله المطروح
هادِبانوارالمعارف عالما — ان الحیاة و طولها لمزوح
عاری القوی مکسی النهی عن موطن — متباعداحتی حواه ضریح
فی بلدة سادت بلاد الله لا — شک ولاوهم بذاک یلوح
والله هذاالحق فی اخلاصه — یغدوبصدق فی الهدی ویروح
هی منحة من فیض اکرم سید — سترالشموت بجوده مفضوح
علم ارانا کیف نفهم دیننا — والفضل بحرواللسان فصیح
لایلحق السباق شاومبرز — ام المفاخرعن سواه نزوح
یافرحة الحورالحسان بروحه — وبمثله وجه الجنان صبیح
هی حقة ارّخ بهاومقره — باب النعیم لروحه مفتوح

معاصرین کی نظر میں: ۱۳۴۶ھ ا؎

”آپ سے جو بھی ملا آپ کی تعریف کی اور آپ کی برتری کا اعتراف کیا اور آپ کی جامعیت کا اعتراف کیا کہ آپ بیک وقت عالم بھی تھے اور عامل بھی، محدث بھی تھے اور فقیہ بھی اور شریعت اور طریقت کے جامع تھے۔ مختلف علوم میں چاہے ان کا تعلق مادیات سے ہو یا

ا؎ الشیخ عمر البری بن الشیخ ابراہیم البری سابق قاضی مدینہ طیبہ: مرثیہ: المظاہر سہارنپور رمضان ۱۳۴۶ھ ص۱۵، ۱۶، ۱۷

روحانیات سے، اس میں آگے بڑھے ہوئے تھے۔ کسی ناقد نے یہ جرأت نہیں کہ کمزوری کی جگہ ہاتھ رکھ سکے، یا کہیں بھی شریعت حقہ سے آپ کا ادھر اُدھر ہونا ثابت کر سکے۔ بلکہ مؤرخین کا آپ کی مثالی شخصیت پر اتفاق ہے'' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کہتے ہیں کہ ''وہ جید علماء میں سے تھے، فقیہ، محدث، زاہد اور متقی تھے۔ حرم نبوی میں سالوں انہوں نے تدریس کی۔ ان سے ہندوستان، افغانستان، بخارا اور تاشقند کے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی، وہ ثقہ تھے، حافظ تھے، سچے تھے، سنت کے زندہ کرنے والے اور بدعات کا قلع قمع کرنے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ آپ کا شعار تھا، اور تقوی اور اللہ کا خوف آپ کا عمل۔ اللہ کے معاملے میں کسی کی پروانہ کرنے والے تھے۔ کسی ظالم کا خوف آپ کو صحیح راستے سے ہٹا نہ سکا۔ فضل وکمال کے میدانوں میں اپنے سب ساتھیوں سے آگے نکل گئے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کا علم بلند رکھا اور مضبوط علمی دلائل پیش کئے۔ آپ کے افادات سے علم کے چشمے جاری ہو گئے اور آپ کے افاضات سے احسان اور تقوی کے دریا بہہ نکلے۔ حدیث کی زمین روایات کے نور سے روشن ہوئی اور فقہ کے آسمان درایات کی روشنی سے چمک اٹھے۔

سالکین، علماء اور طلبہ کے لئے وہ روشنی کا ایک مینار تھے۔ پوری امت کے مخلص اور ناصح تھے۔ عاملیں اور ہادیوں کے امام تھے۔ عالم انسانی کے سچے خادم تھے۔ رسول پاک کی سنتوں پر ٹھیک عمل کرنے والے تھے اور اسلاف اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ جب لوگ سوئے ہوتے وہ عبادت کرنے والے تھے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یبیت شمر اسھر اللیالی   وصار نھارہ للہ خیفہ

وصان لسانہ عن کل اِفکٍ   ومازالت جوارحہ عفیفہ

یعف عن المحارم والملاھی

ومرضاۃ الالٰہ لہ وظیفۃ

علامہ سید عبدالحیؒ حسنی لکھتے ہیں۔

شیخ خلیل احمد کا فقہ اور حدیث میں قوی ملکہ تھا۔ مناظرہ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ دینی علوم معرفت اور یقین میں بہت مضبوط تھے۔ رقیق القلب، حساس، حق والے، صحیح بات کرنے والے، سنت کے انتہائی پابند، بدعت سے کوسوں دور، مہمانوں کا بہت اکرام کرنے والے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت نرمی کرنے والے، ہر چیز میں تربیت اور نظام کو چاہنے والے، اوقات کے پابند ہر اس چیز سے تعلق رکھنے والے جو دینی لحاظ سے نافع ہو، دینی حمیت اور غیرت والے اور سیاست سے کنارہ کش تھے۔''

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مدفیضہ۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند پشت پر حضرت امام ربانی (مولانا رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ سے ملتا ہے اور نیز ایک سلسلہ سید شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سے متصل ہے۔ اس وقت بظاہر کسی کی بیعت حضرت کے ہاتھ پر آپ سے مقدم نہیں ہے۔ قدرت کے ہاتھوں صورت اور سیرت میں آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ مشابہت کا حظ وافر عطا ہوا ہے۔ ایک بار آپ نے بعد رمضان ۷ھ میں اپنا خواب حضرت سے بیان کیا کہ ''حضرت میں اعتکاف میں تھا، خواب میں دیکھا کہ خربوزہ تراش رہا ہوں اور قاشیں آپ کو دے رہا ہوں، آپ رغبت کے ساتھ کھا رہے ہیں اور کھانے کے وقت آپ کے دہن

سے جولعاب وغیرہ گرتا ہے وہ میں اپنی زبان پر لیتا ہوں'' حضرت مسکرائے اورفرمایا''تم خود سمجھتے ہوگے آخرنسبت تو ایک ہی ہے''مولانا ممدوح ۱۲۹۶ھ میں جب دوبارہ حج کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو امام ربانی نے مرشدالعرب والعجم اعلی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں لکھا کہ مولوی خلیل احمد کو اجازت فرمادیں۔حضرت اعلیٰ مولانا کی حالت دیکھ کر بہت مسرور ہوئے ۔محرم ۱۲۹۷ھ میں خلافت نامہ مزین بمہر کر کے عطافرمایا اور کمال مسرت سے اپنی دستار مبارکہ سرسے اتار کرمولانا کے سرپررکھ دی۔مولانا ممدوح نے دونوں عطیہ حضرت امام ربانی کے حضور پیش کردیئے اورعرض کیا کہ''بندہ تو اس لائق نہیں،حضور کی ذرہ نوازی ہے''۔حضرت نے فرمایا''تجھ کو مبارک ہو''اس کے بعد خلافت نامہ پردستخط فرماکرمع دستارآپ کوخودعطافرمایامگرآپ کا یہ ادب تھا کہ طالب کوبیعت کرتے وقت معاصی سے توبہ کرانے کے بعد یہ الفاظ فرماتے تھے کہو بیعت کی میں نے حضرت مولانا رشیداحمد صاحب سے خلیل احمد کے ہاتھ پر۔حضرت قدس سرہ کومولانا سے خاص محبت تھی۔ایک مرتبہ بھوپال سے یک صدروپیہ مشاہرہ پرآپ کی طلبی ہوئی مگرجب آپ نے حضرت کی خدمت میں لکھا تو حضرت نے تحریرفرمایا کہ''میں اپنے لوگوں کو اپنے سے جدا کرنا اوردوربھیجنا نہیں چاہتا''۔

حضرت نے ایک مرتبہ آپ کے بارے میں فرمایا کہ''جو میں وہ مولوی خلیل احمد''ایک خط میں حضرت مولانا کو یہ شعرتحریرفرماتے ہیں۔

درگور برم از سر گیسوئے تو تارے   تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

مولانا سراج الیقین لکھتے ہیں۔

''آپ اکابر علمائے ہندوستان میں ہیں۔آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدرس اعلی مدرسہ عالیہ دیوبند ا کے ارشدتلامذہ اورحضرت مولانارشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے اجل اوراعظم خلفاء میں ہیں۔آپ کچھ دنوں تک مدرسہ اعلی دیوبند میں مدرس رہے اوراب مظاہرعلوم سہارنپور میں مدرس اعلی ہیں۔آپ کی ذات بھی فیض وبرکت کی سرچشمہ ہے۔سفرحج میں فقیر کی اورآپ کی معیت رہی۔آپ مکارم اخلاق کے جامع اورمعدن ہیں۔مدینہ منورہ کے سفر میں آپ قافلہ میں نماز پنجگانہ اول وقت جماعت کثیرہ کے ساتھ ادافرماتے تھے۔قافلہ میں کبھی ایک وقت کی جماعت آپ کی فوت نہیں ہوئی۔مدینہ منورہ میں فقیر نے دیکھا کہ اہل عرب آپ کا احترام اوراعزاز کرتے تھے۔اوراس قلیل زمانہ قیام میں طلبہ حدیث پڑھنے کے لئے آپ کے قیام گاہ پرحاضرہوتے تھے۔آپ تصنیفاتِ عالی رکھتے ہیں۔ ۲؎

علامہ رشیدرضا مصریؒ جب ہندوستان آئے تو مظاہرعلوم دیکھا اوراس کے مدیرشیخ خلیل احمد سے بھی ملاقات کی اوران کے بارے میں یوں لکھا۔

''لم انس ولاانسیٰ زیارۃ مدرسۃ ''مظاہر علوم'' فی مدینۃ ''سهارنبور'' واکبر مدرسها الشیخ خلیل احمدالذی لم أرفی علماء الهند الاعلام أشدمنه انصافاوالابعدعن التعصب للمشائخ والتقالید،وماذلک الالاخلاصه وقوۃ دینه ونوربصیرته'' ۳؎

''میں مدرسہ مظاہرعلوم اوراس کے بڑے استاد خلیل احمد کو نہ بھولا ہوں اورنہ کبھی

بھولوں گا، میں نے ہند کے ممتاز علماء میں ان جیسا منصف اور تعصب سے دور شخص نہیں دیکھا اور یہ صرف ان کے اخلاص، دینی قوت اور نور بصیرت کی وجہ سے ہے''

شیخ احمد البرزنجی مفتی الشافعیہ یوں لکھتے ہیں۔

''**صاحب الفضل والسماحة والعلم والرجاحة،الهمام الورع والشهم السميدع الفائزمن مدارک التقی باوفرنصيب والحائزمن مسالک الهدی السهم المصيب ذی المجد البادح اللوذعی الکامل،والعلامة الفاضل حضرت جناب الشيخ خليل احمدحفظه الله الصمدبلطفه المؤيد**''(مجموعہ مسلسلات)

حجاز کے قاضی القضاۃ ابن بلیہد جو ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ال سعود کے وقت میں نجد کے ممتاز علماء میں سے تھے،آپ کے بارے میں بلند کلمات میں آپ کا ذکر کیا ہے۔وہ اکثر مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے فتوی لیتے تھے اور آپ کو اپنے اساتذہ کا مقام دیتے تھے،آپ کے پاس آتے،مجالس میں حاضری دیتے اور علمی موضوعات پر بحث ومباحثہ بھی کرتے تھے۔[۱]

[۱] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید: دہلی: بلا تاریخ:ص۱۵۴

[۲] مولانا سراج الیقین: شمس العارفین: لاہور: بلا تریخ ص۸۳

[۳] دکتور یوسف الیش: رحلات الامام محمد رشید رضا۔ بیروت:ص۷۹

[۴] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔تذکرۃ الخلیل: کراچی:ص۲۹۹۔(وہاں بھی یہ ذکر ہے مگر میں نے عربی سے اردو ترجمہ کیا ہے)

علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے الفاظ آپ کے بارے میں یہ ہیں۔

''**الولی الهمام العلام العارف الفقيه المحدث شيخناوشيخ الفقه والحديث ومسندالوقت**''

شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ یوں لکھتے ہیں۔

''**المولی الحاج الشيخ السيدخليل احمدالذی تشرقت الاقطار والاماکن بذکروصفه وتعطرت من طيب عرقه،سحاب علم اخصب الهندبدوام ديمه وبحرمواج لايوتی الاليقتبس من علمه وکرمه**''

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلویؒ آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔

''**فهامة زمانه،امام اوانه،المتکلم الفائق علی اقرانه المولی الهمام العالم الاوحدالشيخ السند مولاناخليل احمد**''

بہت سے علماء نے نہایت بلند کلمات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے مگر یہاں اختصار کے پیش نظر صرف دو تین اقتباسات دیئے گئے ہیں۔

آپ کے اخلاق وصفات

اتباعِ سنت:

زندگی کے ہر میدان میں سختی سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے۔اور اس سے سرمو بھی ادھر ادھر نہیں ہوتے تھے۔سفر حضر، اور جلوت وخلوت میں ہر جگہ اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

زندگی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری، مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا اشتیاق حد سے بڑھا ہوا تھا۔ جب بھی تذکرہ کرتے ایک ایک لفظ سے اس کا اظہار ہوتا تھا۔ جب بھی ذکر ہوتا بے قرار ہو جاتے۔ اسی وجہ سے سات مرتبہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ آخری عمر میں تو صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ وہیں رہے، وہیں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ جب تک ہندوستان میں رہے زبانِ حال سے یہ دوشعر ہمیشہ پڑھا کئے اور گنگناتے رہتے ؎

اذاهبت الارياح من طيبة　　أهاج فوادى طيبها وهبوبها
فلاتعجبوا من لوعتى وصبابتى　　هوى كل نفس أين حل حبيبها

''جب طیبہ سے ہوائیں چلتی ہیں تو ان کی خوشبو سے میرا دل اڑا جا رہا ہے۔ میری محبت پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں کہ ہر آدمی وہیں گرتا ہے جہاں اس کا حبیب ہو''۔

عزیمت پر عمل:

اصحاب عزیمت میں سے تھے، تقویٰ اور ورع میں ان کی مثال اسلاف صالحین کے بغیر کہیں نہیں ملتی۔ اس حرص وشوق کا مظاہرہ پچھتر سال کی عمر میں بھی قابلِ دید ہے، جب کہ انتہائی کمزور ہو گئے تھے اور ہاتھوں میں رعشہ کی تکلیف بھی تھی، مشکل ترین اوقات میں بھی حرم شریف کی نماز نہیں چھوڑتے تھے اور پہلی صف میں پہنچنے کی غرض سے دوسروں سے سبقت لے جاتے۔ ایک دن ہنگامی بارش کی وجہ سے جب راستے بند ہو گئے۔ چراغ ہاتھ میں لیا اور حرم شریف جا پہنچے، راستوں میں پانی چل رہا تھا اور قدموں پر کنکر لگتے تھے مگر اس کے باوجود حرم شریف کی پہلی صف میں نماز ادا کی۔

سچی بات:

آپ کی اخلاقی خوبیوں میں ایک سچی بات کا اعلان اور آپ کی جرأت وبیباکی ہے اور اس میں ظالم بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے اور اللہ کے معاملے میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ انگریز کے خلاف فتویٰ دیا اور ہجرت کا ارادہ کرلیا۔

خاص صفات:

استغناء، قناعت، تواضع، حلم وبردباری، سخاوت وبخشش، صبر واستقامت، شفقت ورحمت اور راتوں کو جاگنے میں اپنے ساتھیوں سے ممتاز تھے۔ مہمانوں کا بہت احترام کرتے تھے اور کھلے ماتھے سے ملتے تھے نہایت مشکل اوقات میں بھی کبھی کسی سے قرض نہیں لیتے تھے اور اپنی ضرورت کا اظہار لوگوں کے سامنے نہیں کرتے تھے، لوگوں سے استغناء اور تواضع سے ملتے تھے۔ یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آپ ضرورت مند ہیں اور جب اللہ تعالیٰ وسعت اور گنجائش دیتے اور مال پاس آجاتا تو اسے اپنے پاس سٹور کر کے نہیں رکھتے تھے بلکہ مسکین اور فقراء میں اسے تقسیم کر دیتے تھے تاکہ اس سے ان کا اپنا دل خوش ہو اور دل مطمئن ہو اور رب راضی ہو۔ آپ کے کلام کی شیرینی اور مٹھاس کا کیا کہنا یہاں تک کہ چھوٹے انہیں اپنے باپ کی جگہ سمجھتے۔ قرآن مجید کی تلاوت نہایت ذوق سے کرتے تھے اور یہ رات دن کا مشغلہ تھا اور حدیث نبوی میں مشغول رہتے۔ درس وتدریس کے بہت پابند تھے۔ اسی طرح تصنیف وتالیف، اصلاح نفس اور تہذیب اخلاق اور وعظ وارشاد کے اوقات میں پابندی کرتے تھے۔ آپ کی بچی کا آخری وقت تھا اور آپ ساری رات سو نہیں سکے تھے کہ اس نے آپ پر تکیہ لگا رکھا تھا جب تہجد کا وقت ہوا تو اہلیہ سے کہا کہ اب آپ آجائیں، انہوں نے آپ کی جگہ لی، اور آپ مصلیٰ پر جا پہنچے آپ نے نماز شروع کی تو بچی کا سانس ٹوٹنے لگا اور اس کی روح نے جسم کو الوداع کہی اور آپ اپنے مالک حقیقی کے سامنے نماز پڑھ رہے

تھےاوراسے راضی کرر ہے تھے۔

قبولیتِ عامہ:

طلبہ اوراصلاح نفس کے مشتاق ہر ہر کونے سے آپ کے ہاں نہایت کثرت سے پہنچنے لگے، اور آپ کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وصال کے بعد تو اس میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالی نے ایسی قبولیت سے نوازا اور ایسی کشش عطا فرمائی کہ لوگ آپ کی طرف اس طرح کھینچتے چلے آتے تھے جیسے لوہا مقناطیس کی طرف، آپ کی وجہ سے روحانی سلسلہ کی بہت اشاعت ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں دو حضرات کے نام دینے پر اکتفا کرتے ہیں جنہوں نے دعوت وارشاد کے فرائض باحسن طور انجام دیئے۔ ایک مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغی جماعت اور دوسرے حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ہیں جنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور جنہیں اصلاح نفوس اور تزکیہ باطن میں مہارت حاصل ہے۔ ان سے ہزاروں نے فیض پایا۔

نظام الاوقات:

آپ ٹائم ٹیبل کے سخت پابند تھے۔ جب آپ کو کوئی دیکھتا تو کہہ اٹھتا۔

کل امرئ فی امور الدھر مشتغل

وانت عن کلھافی احسن الشغل

کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے میں سنت کے سخت پابند تھے قرآن مجید کے حافظ تو تھے ہی بس اٹھتے بیٹھتے اس کی تلاوت کرتے رہتے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وارشاد نظام مدرسہ دیگر مشکل مسائل اوران کے حل، گھر کا خیال ہر کام وقت پر کرتے اور نظم وسلیقہ سے کرتے تھے۔ ایسے زاہد نہ تھے کہ کسی مکان کا گوشہ اپنے لئے منتخب کیا ہوتا بلکہ ان کی پوری زندگی سفر وحضر اور خلوت وجلوت کے لحاظ سے مرتب اور منظم تھی۔

ظاہری جمال:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے باطنی حسن سے نوازا تھا اسی طرح ظاہری حسن وجمال کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور اس میں شک نہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ۔

یزیدک وجھہ حسنا اذا مازدتہ نظرا

''کہ جتنا آپ محبوب کی طرف دیکھیں گے اتنا ہی وہ آپ کو حسین دکھائی دے گا''

آپ حسین وجمیل تھے، آپ کا قد لمبائی کی طرف مائل تھا۔ رنگ سفید تھا جس میں سرخی غالب تھی، جسم موٹا نہیں تھا۔ جلد نرم، پیشانی چمک لئے ہوئے خوش مزاج اور صفائی پسند تھے، کپڑے صاف ستھرے پہنتے تھے اور لباس عمدہ ہوتا تھا مگر اس میں نہ اسراف ہوتا تھا نہ تکلف۔

آپ کی آراء، افکار اور مسلک:

آپ اصول دین اور اس کی فروع میں سلف صالحین کی اقتدا کرتے تھے اور اپنے آپ کو ایسے علماء سے جوڑ رکھا تھا جنہوں نے سنت کو زندگی دی اور شرک کی جڑ کاٹ دی، بدعات اور خرافات کا قلع قمع کیا۔ اس طبقہ کے سربراہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔ پھر اس علم کو شاہ ولی اللہ ان کے فرزندوں......شاہ اسماعیل شہیدؒ، سید احمد بریلوی شہیدؒ اور اخیر میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مسلک پر تھے۔ احیاء سنت میں انہی کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ کتاب وسنت کے ساتھ مضبوط تعلق تھا اور یہ انہیں ورثہ میں ملا تھا اور کتاب وسنت کی نشر واشاعت میں انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں لگا دیں۔ وہ دل سے کتاب وسنت کی اشاعت چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ پورے عالم میں یہ پھیلے تا کہ لوگ اپنے اصلی مرکز سے استفادہ کریں اور حقیقی منبع سے پیاس بجھائیں اور آپ کہا کرتے تھے۔

انهما دواء وبلسم كل جرح ومنار لكل من ضل الطريق ومشعل لكل من ابتغى السبيل کہ دونوں ہر بیماری کے دوا، ہر زخم کی مرہم، گم کردہ راہ کے لئے مینار ہدایت اور راہ حق کے متلاشی کے لئے مشعل ہیں۔ ۲؎

اللہ کی محبت:

آپ اپنے چاہنے والوں اور مریدوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کے بوٹے لگاتے تھے، وہ اپنوں سے یہ چاہتے تھے کہ ان کی زندگی مثالی ہو اور اس پر اللہ کی محبت چھائی ہوئی ہو۔ اسی کا ان پر غلبہ ہو اللہ کی محبت اور اس کے ذکر سے ان کے دل آباد ہوں، اسی لئے کتاب وسنت کی اشاعت میں تدریس وتصنیف سے کام لیا۔ وہ ہر اس قول کو جو کتاب وسنت کے خلاف ہو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جب تدریس کی تو حدیث کی تدریس کی۔ اور اس کا نمونہ آپ کی عظیم کتاب بذل المجہود ہے جو ابوداؤد کی شرح ہے اور چار ضخیم جلدوں میں ہے خلاف شرع اور خلاف سنت کاموں کو مٹانے میں وہ ننگی تلوار تھے۔ بدعات کے رد میں ان کی کتاب براہین قاطعہ ہے۔

صحابہ کی محبت:

صحابہ کی محبت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ صحابہ کے خلاف ایک کلمہ بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنی کتابوں میں اسی اعتدال وتوازن کی آپ نے تاکید کی۔

۱؎ مولانا حکیم عبدالحی: نزہتہ الخواطر: کراچی: ۱۹۷۶: ج ۸ ص ۱۲۶۔
۲؎ محمد ثانی حسنی: حیات خلیل: تعریب عبداللہ ندوہ حسنی: البعث الاسلامی لکھنو۔
(عربی سے اردو ترجمہ)

صوفیانہ مسلک:

اپنے اسلاف اور مشائخ کے طریقہ کار کے پابند تھے۔ اصلاح نفوس کی طرف پوری توجہ دیتے تھے۔ اللہ کی ذکر کی طرف توجہ دلاتے۔ لوگوں کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کراتے جن سے تزکیہ نفس ہوتا۔ جو دلوں کو منور کرتے اور ذہنوں میں چمک پیدا کرتے۔ جو انہیں اللہ کا محبوب بنائیں۔ اس کی اہمیت بتاتے اور ضرورت کا احساس دلاتے۔

اتباع شریعت:

وہ ہر مسلمان کو شریعت کے پورے اتباع کی ترغیب دلاتے اور اتباع سنت پر ابھارتے۔ ان کا کہنا تھا کہ اسلامی زندگی کا مقصد شریعت اسلامیہ کے اتباع کے بغیر اور کوئی نہیں ہے۔ اس میں امیر، غریب، عالم، غیر عالم میں کوئی فرق نہیں۔

آپ کا فرمان تھا کہ ''میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ شریعت اسلامیہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے، اس کے اعتقاد میں، اس کے عمل میں، صرف زبانی احترام کافی نہیں۔ تمام نئے مسائل شریعت کے تابع ہیں، اسی طرح عقل انسانی بھی شریعت کے تابع ہے مسلمانوں کی مشکلات کا حل، مصیبتوں اور تکلیفوں سے ان کی نجات شریعت کے اتباع میں رکھی گئی ہے۔ احکام قرآن اور احکام رسول انسانی عقل کے تابع نہیں ہیں جو عاجز ہے اور اسی طرح ہر عقل مند بھی شریعت کے اتباع کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ اور ان کے اتباع سے کوئی چارہ کار نہیں۔

تصنیفی خدمات

۱۔ھدایت الرشید۔_____۱۳۳۶ھ میں طبع ہوئی۔صفحات ۸۸۸

۲۔مطرقۃالکرامۃ_____حصہ اول مطبوعہ ۱۳۲۰ھ۔صفحات ۱۴۳

۳۔تنشیط الآذانفی تحقیق محل آذان_____مطبوعہ۔صفحات ۳۲

۴۔المھند علی المفند_____مطبوعہ ۱۳۲۵ھ،صفحات ۲۷

۵۔براہین قاطعہ_____مطبوعہ ۱۳۰۴ھ،صفحات ۲۷۹

۶۔اتمام النعم _____یہ تبویب الحکم کا اردو ترجمہ ہے جو آپ نے ۱۳۱۳ھ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے حکم سے کیا تھا۔حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے ہاں یہ کتاب سالکین کی تربیت کے لئے مخصوص اہمیت رکھتی تھی۔فن تصوف کی یہ کتاب حرز جاں بنانے کے قابل ہے۔مطبوعہ،صفحات ۲۰۴۔

۷۔بذل المجھود فی شرح سنن ابی داؤد (عربی):فن حدیث کی یہ کتاب ۲۰x۳۰ سائز کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تالیف میں آپ کے دس سال صرف ہوئے۔یہ ابوداؤد کی عربی شرح ہے،حدیث کی صحت اور سقم کا مدار اس کی سند پر ہے آپ نے اس میں سند کی بحث پر زیادہ زور دیا ہے اور پیچیدگیاں دور فرمائی ہیں۔حل مطالب واختلافات پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

اولاد:

آپ کا نکاح شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ حبیب اللہ گنگوہی کی دختر انبیا بیگم سے ہوا۔ان سے ۱۲۹۰ھ میں صاحبزادہ ابراہیم اور ۱۲۹۳ھ صاحبزادی میر النساء اور ۱۲۹۵ھ میں ایک اور صاحبزادی پیدا ہوئیں۔اس ولادت میں ماں اور بیٹی دونوں عالم آخرت کو سدھار گئیں۔

دوسرا عقد ۱۲۹۷ھ میں حاجی نظام الدین انبیٹھوی کی بیوہ صاحبزادی محترمہ منیر النساء سے ہوا۔یہ آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اور آپ کے وصال کے بعد بھی زندہ رہیں۔

ممتاز ترین تلامذہ

(۱) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی
(۲) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۳) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
(۴) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(۵) مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
(۶) مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ
(۷) مولانا محمد زکریا قدوسیؒ
(۸) مولوی منظور احمد سہارنپوریؒ
(۹) مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ
(۱۰) مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۱۱) مولانا عبدالحق مدنیؒ
(۱۲) مولانا عتیق احمد دیوبندی
(۱۳) مولانا شبیر علی تھانوی
(۱۴) مولانا اسعد اللہ رامپوری
(۱۵) مولانا محمد حامد ''مدرس اسلامیہ کالج پشاور''
(۱۶) مولانا محمد عرفان ہزاروی
(۱۷) مولوی عبدالرحیم غزنوی
(۱۸) مولوی غلام حیدرؒ بخاری
(۱۹) مولوی روشن دین بہاولپوری
(۲۰) مولوی محمد الدین کشمیری
(۲۱) مولوی غلام الرحمٰن تبتی وغیرھم

چند ملفوظات:

ذکر باوضو ہونا چاہیے بلکہ درویش سالک کو ہر وقت باوضو رہنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر تہجد کے بعد ذکر کرے کہ وہ برکت وقبولیت کا وقت ہے اور طبیعت پر اس وقت سکون وانبساط بھی زیادہ ہوتا ہے۔

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل: کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۳۴۔

سالک کوحلال لقمہ اپنے پیٹ میں پہنچانا چاہیے تاکہ نورانیت پیدا ہواور حرام بلکہ مشتبہ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

ہدیہ اور تحفہ صرف ان لوگوں کا قبول کرنا چاہیے جو محبت یا دینی تعلق غرض جائز کی وجہ سے پیش کرتے ہوں اور ایسے لوگوں سے نہ لینا چاہیے جو منصب اور عہدہ ملازمت کی وجہ سے یا ناجائز ضرورت پورا کرنے کو دیں۔

جن کی آمدنی کا بیشتر حصہ حرام یا مشتبہ ہوان کی دعوت وغیرہ بھی قبول نہ کرے مگر بلاوجہ مسلمانوں کے حالات میں تجسس بھی نہ چاہیے۔

جو عبادت تھوڑی ہو مگر خلوص اور مداومت کے ساتھ ہو وہ اس کثیر عبادت سے جو خلوص یا مداومت کے بغیر ہو بدرجہا بہتر ہے کہ عبادت و ریاضت کی تمام برکات خلوص و مداومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

تہجد کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ صالحین کا شعار ہے اور روحانیت کے لئے بے حد مفید ہے اگر شب میں فوت ہوجائیں تو بعد طلوع آفتاب بارہ رکعات ادا کرے۔

طریقت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا و مافیہا کی طرف سے بے رغبتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں جاگزیں ہو۔بس اس سے ادھر یا ادھر نظر نہ ہٹانا چاہیے۔

سالک کے لئے دو چیزیں سخت مضر ہیں، بدعت کے ساتھ تعلق اور نعمت الہیہ کا کفران اللہ والوں سے لپٹا رہے اگر ان کی محبت دل میں ہوگی تو ان شاءاللہ خاتمہ کبھی خراب نہ ہوگا اور دل میں اگر اللہ والوں سے بغض ہوا تو خاتمہ خراب ہونے کا بہت اندیشہ ہے، اس لئے کچھ بھی نہ کرے تو محض دخول سلسلہ بھی نفع سے خالی نہیں۔شان حضور اور اتباع سنت میں جتنی ترقی ہوگی۔اسی قدر قرب الٰہی بڑھے گا اور برکت ہوگی۔ ۱؎

خلفاء ومجازین:

(۱) حضرت حافظ قمر الدین صاحب امام جامع مسجد سہارنپورؒ

(۲) حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلویؒ

(۳) مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ مصنف تیسیر المبتدی وتیسیر المنطق

(۴) سلسلہ نقش بندیہ میں، الحاج محمد حسین حبشیؒ

(۵) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی جماعت تبلیغی، دہلی

(۶) جناب حافظ فخر الدین صاحبؒ ریلوے ملازم غازی آباد

(۷) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی شیخ الاسلام پاکستان

(۸) مولانا حافظ فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ

(۹) حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ

(۱۰) مولانا رشید احمد صاحبؒ مدرس انجمن ہدایۃ الرشید، قصبہ گروٹ

(۱۱) حضرت مولانا حافظ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ ۲؎

(۱۲) مولانا عبدالرحیم ویلوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۱؎ مولانا محمد زکریا: تاریخ مشائخ چشت: کراچی: ۱۳۹۷ھ: ص ۳۱۷ تا ۳۱۹

۲؎ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل: کراچی ۱۹۷۱ء: ص ۴۲۸، ۴۲۹

مولانا محمد زکریا: تاریخ مشائخ چشت: کراچی ۱۳۹۷ھ: ص ۳۲۴

مولانا محمد زکریا: آپ بیتی: لاہور: ص

حضرت حافظ قمرالدین صاحب امام جامع مسجد سہارنپورؒ

.................۱۹۱۵ھ

آپ ۱۲۸۷ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اساتذہ میں مولانا سعادت علی اور مولانا سخاوت علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد ''مظاہر علوم'' میں قرآن شریف کے استاذ مقرر کیے گئے اور بعد میں جامع مسجد سہارنپور کی امامت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی جسے آپ نے آخر تک نبھایا۔ مولانا محمد ثانی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمان و یقین اور تعلق مع اللہ کی دولت سے خوب نوازا تھا۔ عبادت و ریاضت میں امتیازی شان رکھتے تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے اور آخر میں حضرت ہی سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا لیکن اخفاء کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہوسکی۔ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے تعلق پیدا کیا اور اصلاح لی اور بہت جلد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حافظ قمرالدین صاحب غالباً حضرت سہارنپوری کے اولین خلفاء میں سے تھے کہ وہ یکساں طور پر دونوں بارگاہوں (بارگاہِ رشیدی اور بارگاہ خلیلی) سے تعلق رکھتے تھے۔ آخر عمر میں سات سال تک شدید طور پر بیمار رہے اور فالج کا شکار رہے مگر نماز کی پابندی کا یہ حال تھا کہ خدام کرسی پر بٹھا کر مسجد میں صف اول میں بٹھا دیا کرتے تھے۔ تکبیر اولی کا اتنا خیال اور اہتمام رہتا تھا کہ کوئی نماز تکبیر اولی کے بغیر نہیں پڑھی۔ ۲۷ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۹۱۵ء کی شب میں تہجد کے وقت انتقال فرمایا اور اس آخری شب کی آخری نماز بھی باوجود سخت

معذوری کے حسب معمول تکبیر اولی کے ساتھ اپنی کرسی پر جماعت سے پڑھی''۔[1]

''جن لوگوں نے زیر نظر کتاب کی جلد اول دیکھی ہے ان پر مخفی نہ ہوگا کہ مدرسہ کے ابتدائی دور میں ایک بزرگ شخصیت جناب الحافظ الحاج قمرالدین صاحب کی بھی تھی جو باوصف اپنے زہد و تقویٰ عالم باعمل اور بارگاہ رشیدی سے مجاز بیعت ہونے کے مدرسہ کے معاون اور اس کا درد فکر رکھنے والے تھے، قیام مدرسہ کے بعد مولانا سعادت علی صاحب نے سب سے پہلے عربی تعلیم حضرت حافظ صاحب ہی کو شروع کرائی تھی اور تعلیم سے فراغت پر اسی مدرسہ کے ہو رہے تھے کہ مدرس اول درجہ قرآن شریف اور خطیب جامع مسجد سہارنپور مقرر رہوئے اور تاحیات ان خدمات کو انجام دیتے رہے آخر زمانے میں ضعف و پیری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ آرام کرسی پر مسجد میں آمد و رفت ہوا کرتی تھی لیکن نماز ایک وقت کی بھی فوت نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ اپنی زندگی کی سب سے آخری نماز، نماز عشاء صف اول میں پڑھی اور تہجد کے وقت ستائیس محرم کی شب میں انتقال فرمایا۔ حق تعالی غریق رحمت فرمائے کہ بہت سی خوبیوں کے مالک اور بہت سے محاسن اپنے اندر رکھتے تھے۔[2]

[1] مولانا محمد ثانی حسنی: حیات خلیل: لکھنو: بلا تاریخ: ص ۵۸۰، ۵۸۱

[2] مولوی محمد شاہد: تاریخ مظاہر: سہارنپور: ۱۹۷۴ء: ج ۲ ص ۱۵

مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ

۱۲۸۸___۱۳۳۴ھ

آپ کاندھلہ ضلع مظفرنگر کے رہنے والے اور مولانا محمد اسماعیل کے فرزند تھے۔ سلسلۂ نسب مفتی الٰہی بخش کاندھلوی سے جاملتا ہے۔ آپ کی والدہ بی صفیہ بنت مولوی ضیاء الحسن حافظہ قرآن تھیں۔ آپ غرہ محرم ۱۲۸۸ھ میں مطابق ۲۳/مارچ ۱۸۷۱ء یوم پنج شنبہ کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر چھ ماہ میں ہر روز ایک قرآن مجید ختم کرنے کا معمول رہا، عربی علوم کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی سے مقامات حریری کے ۹ مقالے پڑھے اور مولوی ید اللہ سنبھلی سے حمد اللہ نامی کتاب پڑھی۔ حافظہ بلا کا تھا اکثر درسی کتابوں کے متون حفظ تھے۔

مدرسہ حسین بخش دہلی میں:

منطق اور ادب کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں۔

دورۂ حدیث:

دورۂ حدیث کے لئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ میری خاطر مولوی یحییٰ کو اور پڑھا دیجئے [۱] کہ ایسا شاگرد

[۱] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی آنکھوں میں نزولِ ماء شروع ہو چکا تھا اور حضرت نے اس وجہ سے دورہ کا درس بند کر دیا تھا۔

حضرت کو نہ ملا ہوگا چنانچہ حضرت نے وعدہ فرما لیا اور آپ کی وجہ سے علماء کی ایک کثیر تعداد نے آخری دورۂ حدیث میں شرکت کی۔ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ایسے آئے کہ پھر برابر ۱۲ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر خوب خوب فیض حاصل کئے۔ حضرت گنگوہیؒ آپ کو ''بڑھاپے کی لاٹھی'' اور ''نابینا کی آنکھیں'' فرمایا کرتے تھے۔

تقاریر:

حضرت گنگوہیؒ کی تقاریر کو دورانِ درس ضبط تحریر میں لانے کا معمول تھا۔ ترمذی شریف کی شرح ''الکوکب الدری'' اور بخاری شریف کی شرح ''لامع الدراری'' چھپ چکی ہیں۔

تدریس:

حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد بھی تین سال تک حضرت کے آستانہ پر دینی خدمات انجام دیتے رہے، آخر میں مولانا خلیل احمدؒ کے ارشاد پر جمادی الاولی ۱۳۲۸ھ کو ''مظاہر علوم'' سہارنپور میں حسبۃً للہ تدریس پہ مامور ہوئے اور ساڑھے پانچ سال تک اعلی تدریسی خدمات انجام دیں۔

وصال:

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ روز شنبہ صبح آٹھ بجے ہیضہ سے وصال ہوا۔

صوفیانہ مسلک:

حضرت مولانا خلیل احمد خلیفہ مجاز مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا اور گنگوہ جا کر وہ عمامہ جو ان کو مرشد العرب والعجم کے دست مبارک سے عطا ہوا تھا یہ کہتے ہوئے اپنے دست مبارک سے مولوی یحییٰ کے سر پر رکھ دیا کہ اس کے مستحق تم

ہو اور میں آج تک اس کا محافظ وامین تھا الحمدللہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو چاروں سلسلوں میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔ [1]

مولانا سراج الیقین لکھتے ہیں:۔

''آپ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔آپ بارہ سال تک حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر رہے اور فوائد ظاہری اور باطنی حاصل کئے۔آپ مولانا کے محرم اسرار اور منظورِ نظر خاص تھے اور تحریر فتاویٰ کی خدمت آپ ہی سے متعلق تھی۔آپ بعد مولانا صادق الیقین مرحوم کے مخصوص فقیر کی ملاقات کو ''کرسی'' تشریف لائے اور سرفراز فرمایا۔آپ کے مکارمِ اخلاق کو فقیر بیان نہیں کرسکتا ہے۔'' [1]

اولاد:

اولاد میں آپ کے ایک فرزند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ہیں جن کی تدریسی، تصنیفی اور روحانی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے ان دنوں حجاز مقدس میں ہجرت کر گئے ہیں کہ آخری ٹھکانہ وہیں بنے اور پھر وہی بنا رحمہ اللہ۔ [2]

---

[1] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل: کراچی: ۱۹۷۱ء ص ۲۰۴

[1] مولانا سراج الیقین: شمس العارفین: لاہور: بلا تاریخ ص ۵۶

[2] قاری فُیوض الرحمٰن: مشاہیر علمار دیوبند: لاہور: ۱۹۷۶ء ح ا ص ۶۱۹, ۶۲۰

مولانا حافظ عبداللہ گنگوہیؒ

۱۲۹۸ ___ ۱۳۳۹ھ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ نوراللہ مرقدہ، میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے مخصوص شاگردوں میں سے تھے جنہوں نے از اول تا آخر سب کچھ میرے والد صاحبؒ سے پڑھا تھا۔میرے والد صاحبؒ جب شوال ۱۳۱۱ھ میں دورۂ حدیث پڑھنے کے لئے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوئے تو قصبہ کے مشرقی حصہ میں لال مسجد کے نام سے ایک مشہور مسجد تھی جو اب بھی اسی نام سے مشہور ہے۔اس مسجد کے قریب ہی مولانا عبداللہ صاحب کا مکان تھا اور یہ کم عمر دس بارہ برس کے بچے تھے لیکن نماز کے بہت پابند تھے، پانچوں وقت کی نماز مسجد میں پڑھتے تھے۔ان کی یہ ادا میرے والد صاحبؒ کو بہت پسند آئی اور ان کو عربی پڑھنے کی ترغیب دی کہ چھٹی کے اوقات میں تھوڑی تھوڑی عربی بھی پڑھ لیا کرو، انگریزی کے ساتھ ساتھ مولوی بھی ہو جاؤ گے، کچھ دنوں اسکول کے ساتھ عربی پڑھتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اسکول چھوڑ کر عالم کامل بنے اور پھر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی جانب سے خلافت ملنے کے بعد شیخ طریقت بنے''۔

تدریسی خدمات:

''مظاہر علوم سہارنپور میں بطور مدرس عربی ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۲۹ھ تدریس کی''۔ تھانہ بھون اور کئی دوسرے مقامات پر ایک عرصہ تک اعلی تدریسی خدمات انجام دیں۔

تصانیف:

بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ اتمام النعم کی اردو شرح اکمال الشیم کے نام سے آپ ہی نے تحریر فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ تیسیر المبتدی اور تیسیر المنطق بھی ہیں جو اکثر دینی مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ [۲]

وصال:

۱۵/رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶/مارچ ۱۹۲۱ء تاریخ وصال ہے۔[۳] آپ کہنہ میں وفات پاکر کاندھلہ میں مدفون ہوئے۔ [۴]

---

[۱] مولانا محمد شاہد: تاریخ مظاہر: سہارنپور: ۱۹۷۴ء: ج ۲ ص ۲۰۱

[۲] قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر علماء دیوبند: لاہور ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۳۳۲

[۲] مولانا عزیز الرحمٰن: ولی کامل: لاہور بلا تاریخ ص ۲۸۱

[۴] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل: کراچی: ۱۹۷۱ء ص ۴۲۹

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ

۱۲۹۸__۱۳۶۰ھ

۱۸۸۱__۱۹۴۱ء

ولادت:

عاشق الٰہی بن یاد الٰہی بن رحم الٰہی بن فضل الٰہی ۵ رجب ۱۲۹۸ھ ۳/جون ۱۸۸۱ء بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

چار سال کی عمر میں الف باء شروع ہوئی، ۱۳۰۴ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھ سال کی تھی قرآن پاک ناظرہ اور کچھ اردو کی کتابیں پڑھ لی تھیں، ۱۳۰۵ھ میں عربی شروع کی، اس کے بعد انگریزی اسکول میں دو سال تعلیم پائی۔ جمادی الثانیہ ۱۳۱۱ھ میں تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ قومی میرٹھ میں داخلہ ہوا اور ابتداء سے میزان وغیرہ شروع ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ میں مشکوۃ شریف شروع ہوگئی جب کہ عربی شروع کئے ہوئے صرف دس مہینے ہوئے تھے۔ دو سال میں جملہ کتب صحاح ودینیات ختم ہوگئیں اور حضرت مولانا میر حسن صاحب امروہی نے دستار بندی فرمائی، اس وقت آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔

مولوی فاضل:

ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ میں آپ کا نکاح ہوا اور اسی سال رجب میں لاہور ''مولوی فاضل'' کی تعلیم کے لئے چلے آئے اور اعلی نمبر کی کامیابی حاصل کی اور اول آئے۔

انعام:

۴محرم ۱۳۱۶ھ کو کامیابی کا انعام لینے کے لئے لاہور روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کی۔ایک شب قیام کے بعد لاہور روانہ ہوگئے۔

تدریس:

واپسی پر ۱۳۱۷ھ میں ندوۃ العلماء لکھنوکی طلب پر ملازمت پر گئے اور ۲۶محرم ۱۳۱۷ھ کو ندوۃ میں ۲۵روپے ماہوار پر بطور مدرس دوم آپ کا تقرر رہا۔لیکن آب وہوا کی عدم موافقت اور اکابر کے عدم پسندیدگی کی وجہ سے آخر رجب میں واپسی ہوگئی۔

خیرالمطابع:

کچھ روپیہ قرض لیکر صفر ۱۳۱۸ھ میں ''خیرالمطابع'' کے نام سے مطبع کھولا جس سے اجرت پر کتابیں طبع کرانے لگے اور ساتھ ہی مفید کتابوں کے تراجم میں مصروف ہوگئے اور سب سے اول قرآن مجید کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۳۱۹ھ میں بصورت حمائل اس کو طبع کرایا۔ ۱۳۲۰ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن طبع کرایا اور ساتھ ہی اپنی تالیف ''الاسلام'' طبع کرائی،ان سے اتنا نفع ہوا کہ آپ کا قرض بھی ادا ہوگیا اور آپ پر حج بھی فرض ہوگیا۔اس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف وتراجم مولانا کی تصانیف میں مشہور ومعروف ہیں۔[1]

وصال:

یکم شعبان ۱۳۶۰ھ/۲۵اگست ۱۹۴۱ء دوشنبہ کی صبح چھ بجے وصال ہوا۔چار بجے شام مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مکان کے قریب ہی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین ہوئی۔[2]

مولانا سراج الیقین لکھتے ہیں:۔

''آپ بھی بہت بڑے عالم فاضل ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں۔آپ صاحب تصانیف ہیں۔قرآن مجید اور الاسلام سیرت النبوی میں آپ کی نہایت عمدہ تصانیف سے ہے۔عبارت نہایت بامحاورہ اور دلچسپ اور عمدہ ہے۔سفر حج میں آپ کی بھی معیت تھی۔آپ مولوی فاضل بھی پاس ہیں۔''[3]

تصنیفی خدمات

(۱) ترجمہ قرآن مجید حمائل ___ یہ ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوا۔اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوا۔یہ ترجمہ بڑے سائز میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۲) الاسلام ___ یہ کتاب ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی

(۳) تذکرۃ الرشید ___ (اپنے مرشد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا سوانحی تذکرہ) ان کے وصال کے بعد شائع ہوا۔

(۴) تذکرۃ الخلیل ___ (اپنے مرشد ثانی مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ کا سوانحی تذکرہ) ان کے وصال کے بعد شائع ہوا۔

(۵) ارشاد السلوک ___ (یہ امداد السلوک کا ترجمہ ہے)

(۶) بہترین جہیز

(۷) داڑھی کی قدر وقیمت

(۸) الصلوۃ

(۹) وصایہ غوثیہ

(۱۰)ماہتاب عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیرت پر

(۱۱)تورات کے بارہ مضامین

(۱۲)فیوض یزدانی ______ الفتح الربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کا ترجمہ

(۱۳)تبلیغ دین ______ امام غزالی کی المرشدالامین کا ترجمہ

۱؎ مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ کی تصانیف بھی متعدد ہیں جو عام فہم ہونے کے علاوہ بہت زیادہ دینی حیثیت سے مفید ہیں مگر افسوس کہ وہ سب نایاب ہوگئیں۔یہ رسالہ ''ارشادالسلوک'' بھی حضرت میرٹھیؒ کی تصنیف ہے۔تذکرۃ الخلیل ص۱۸تا۲۰۔

۲؎ قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر علماء دیوبند: لاہور ۱۹۷۶ء: ج ا ص۴۲تا۲۴۴

۳؎ مولانا سراج الیقین: شمس العارفین: لاہور: بلا تاریخ: ص ۹۸

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ

۱۳۰۳.....۱۳۶۳ھ

''آج جس تبلیغی تحریک کی سارے عالم میں صدائے بازگشت ہے اس کے بانی مبانی اور بام عروج تک پہنچانے والے، خون پسینہ ایک کرنے والے بزرگ انہیں کے مجاہدوں ریاضتوں اور روحانیت سے اس تحریک کی ابتداء ہوئی میوات کا گلشن انہیں کے ہاتھوں سے لگایا اور سنوارا گیا اور انہیں کی کوششوں سے شورہ پشت میواتی فرشتہ خصلت انسان بنے۔

جو نہ تھے خود راہ پر غیروں کے ہادی بن گئے ۱؎

انہیں کی کوششوں اور کاوشوں سے دین پر خوب زور شور سے محنت ہونے لگی، بہت بڑا انقلاب بپا ہوا، نام کے مسلمان کام کے مسلمان نظر آنے لگے۔اور دین اسلام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے بے قرار رہنے لگے، وہ خود اسلام پر چلنے والے اور اوروں کو چلانے والے بنے۔آج بھی جس للّٰہیت، اخلاص اور سوز و گداز سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے متبعین دین کی دعوت دیتے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے، **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء** اس تحریک کے بانی کی زندگی کے مختصر حالات پیش خدمت ہیں ۲؎

۱؎ مولانا سید محمد ثانی حسنی: سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی: لکھنو: ۱۹۶۷ء ص ۱۳۱

۱؎ مولانا کی زندگی اور کام پر عالم اسلام کے ممتاز عالم دین اور صاحب طرز ادیب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت'' بہترین کتاب ہے۔اس کا تفصیلی مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔

خاندان:

مولانا کا تعلق ایک مشہور علمی اور دینی گھرانے سے تھا۔آپ کے والد صاحب کا نام مولانا محمد اسماعیل تھا ۱۳۰۳ھ میں ولادت ہوئی،الیاس اختر تاریخی نام ہے،آپ کی نانی صاحبہ ''امی بی'' حضرت مولانا مظفرحسین کاندھلوی کی رابعہ سیرت صاحبزادی،اپنے زمانہ کی نہایت عابدہ اورزاہدہ اورخدارسیدہ بی بی تھیں اوروالدہ صاحبہ ''صفیہ بی'' بڑی جید حافظہ تھیں،معمول تھا کہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن شریف اورمزید دس پارے پڑھ لیا کرتی تھیں۔انہیں جیسی ماں اورنانی کی گود میں آپ کی شیرخوارگی کا زمانہ گزرا،ایک بار مولانا نے ان بیبیوں کے حالات سناتے ہوئے فرمایا:

''یہ وہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی،اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی''۔

آپ کی نانی صاحبہ کو آپ سے انتہائی محبت تھی،وہ آپ کو بچپنے میں دیکھ کر فرماتی تھیں ''الیاس اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے''۔

آپ کا بچپن ننہال کاندھلہ اوروالد بزرگوار کے پاس بستی نظام الدین دہلی میں گزرا۔قرآن مجید کی تعلیم کاندھلہ میں ہوئی اوروالد صاحب کے پاس قرآن مجید حفظ کیا۔ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب اورمولانا محمد ابراہیم کاندھلوی سے پڑھیں بچپن ہی سے اکابر ومشائخ کے محبوب رہے،اس لئے کہ شروع سے ہی آپ میں صحابہ کرامؓ کے والہانہ انداز اوردینی بےقراری کی جھلک پائی جاتی تھی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۱۴ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے پاس گنگوہ چلے گئے۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بارگاہ علماء وصلحاء کا مرکز بنی ہوئی تھی،آپ کو

ان علماء کی صحبت نصیب ہوئی خصوصاً حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ہر وقت رہنا ہوا اورحضرت کی شفقتوں سے سرفراز ہوتے رہے،جس کی وجہ سے آپ کے اندر دینی جذبات کی پرورش ہوتی رہی۔تعلیم اپنے بھائی سے حاصل کرتے رہے اورصحبت حضرت گنگوہیؒ کی میسر آتی رہی اورکچھ عرصہ کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے آپ کے غیرمعمولی حالات وکیفیات کو دیکھ کر بیعت کرلیا۔

۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ کا وصال ہوا تو آپ بالیں پر موجود تھے اورسورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔فرماتے تھے کہ:

''دو ہی غم میری زندگی میں سب سے بڑھ کر ہوئے،ایک والد صاحب کا انتقال،ایک حضرت کی وفات''

حدیث کی کتابیں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے پڑھیں اور ۱۳۲۶ھ میں دیوبند جاکر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے حلقہ میں بیٹھ کر بخاری وترمذی کی سماعت کی۔

صوفیانہ مسلک:

حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد حضرت شیخ الہند سے بیعت ہونے کو عرض کیا لیکن ان کے مشورے سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہوئے اوران کی ہی نگرانی میں منازل سلوک طے کئے اورنیابت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

تدریسی خدمات:

شوال ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں مدرس ہوئے ۱۳۳۳ھ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اورمولانا خلیل احمدؒ کی معیت میں پہلا حج کیا۔۱۳۳۴ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے انتقال کا بڑا اثر لیا اوراس چوٹ کا درد محسوس کیا۔اس کے بعد والدہ

صاحبہ کا اور بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ جو بستی نظام الدین میں اپنے والد ماجد کی جگہ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہے تھے وفات پا گئے۔اس بناء پر اہل تعلق نے اصرار کیا کہ آپ مدرسہ چھوڑ کر اپنے والد اور بھائی کی جگہ نظام الدین تشریف لا کر تبلیغ ودعوت کا کام کریں۔آپ مولانا خلیل احمد صاحب کی اجازت پر بستی نظام الدین تشریف لے گئے۔یہ زمانہ بڑی تنگدستی اور

ا؎ کاندھلہ میں ایک بڑا مشہور دینی وعلمی خانوادہ ہے جس میں صدیوں سے علماء حفاظ اور مشائخ پیدا ہوتے رہے ہیں۔اسی خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ مولانا محمد یحییٰ بھی تھے۔مولانا محرم ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔تاریخی نام بلند اختر تھا۔سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور روزانہ ایک قرآن مجید ختم کر لینے کا معمول تھا۔والد ماجد سے عربی شروع کی اور انہی سے تربیت پائی، رسمی ادب میں اتنا ملکہ تھا نظم اور نثر دونوں بے تکلف لکھتے تھے، منطق اور ادب کے علاوہ باقی کتابیں مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں اور حدیث شریف مولانا راشید احمد گنگوہیؒ سے پڑھی۔پھر گنگوہ ہی کے ہو کر رہ گئے۔حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد بھی اس بارگاہ رشیدی کی چوکھٹ کو نہ چھوڑا۔حضرت گنگوہیؒ کو ان سے بے حد پیار تھا فرمایا کرتے تھے کہ ''مولوی یحییٰ تو میری آنکھیں ہیں''۔یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد یحییٰ ایک لمحہ کے لیے حضرت کو نہ چھوڑتے تھے۔ایک بار کسی کام میں ذرا دیر لگ گئی تو حضرت گنگوہی نے کئی بار یاد فرمایا اور یہ پڑھا

؎ مت آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی
جس طرح کٹا روز گزر جائے گی شب بھی

۱۳۲۸ھ سے ۱۳۳۴ھ تک مظاہر علوم سہارنپور میں درس حدیث دیا۔۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو بوقت صبح انتقال ہوا۔مولانا خلیل احمدؒ نے چوروں سلسلوں میں خلافت عطا فرمائی تھی۔آپ کی یادگار شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ہیں۔

عسرت کا تھا، اکثر اوقات فاقے ہوتے تھے۔مولانا کا یہ دور بڑے مجاہدے جفاکشی اور ریاضت کا تھا۔

میوات جو دہلی کے قریب مسلمان میواتیوں کا ایک بڑا زرخیز علاقہ ہے۔وہ میوات دعوت وتبلیغ کا مرکز بنا۔اول اول آپ نے اس علاقہ میں مکاتب قائم کئے اور میوات جانا شروع کیا، اس طرح میوات کے لوگوں کو آپ نے ان کے جھگڑوں کو اپنی حکمت اور روحانیت سے ختم کیا اور پھر ان میں ایک عوامی دینی تحریک چلائی جو آگے چل کر ایک منظم اور کامیاب تحریک بن گئی۔

۱۳۴۴ھ میں علماء اور مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت مولانا خلیل احمد میوات تشریف لے گئے۔شرکاء کا بیان ہے کہ انسانوں کا ایک جنگل تھا جو اس علاقے میں جمع تھا۔

ا؎ مولانا محمد اسماعیل کی پہلی اہلیہ سے ایک فرزند مولانا محمد صاحب پیدا ہوئے جو فرشتہ صفت انسان تھے۔مولانا محمد صاحب کا شمار ان بزرگوں میں تھا جن کی صورت دیکھ کر خدا یاد آتا ہے بڑے ذاکر وشاغل تھے، حدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے پڑھی تھی، انتقال سے قبل ۱۶ سال تک ان کی تہجد فوت نہیں ہوئی۔آخر وقت تک نماز باجماعت پڑھی، شب جمعہ ۲۵ ربیع الاٰخر ۱۳۳۶ھ عشاء کی نماز کے بعد وتر کے سجدہ میں انتقال ہوا۔جنازہ میں بڑا ہی ہجوم تھا۔اپنے والد کے پہلو میں بستی نظام الدین میں دفن کئے گئے۔والد صاحب کی جگہ عمر بھر تدریس وتبلیغی خدمات انجام دیتے رہے، عجیب بزرگ تھے ؎

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں ـ دیکھنے کو جن کے اب تو آنکھیں ترستیاں ہیں

محمد ثانی حسنی: سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۶۴، ۶۵

۱۳۴۴ھ ہی میں اپنے مرشد مولانا خلیل صاحبؒ کی معیت میں دوسرا حج کیا۔ حج سے واپسی پر پوری تندہی سے تبلیغی کام میں لگ گئے اور ایسا نظام بنا کہ ہر وقت دعوتی سفر ہونے لگے، اور جماعتیں پھر پھر کر تبلیغی کام کرنے لگیں۔ ۱۳۵۱ھ میں تیسرا حج کیا اور حج سے واپسی پر میوات کے دو دورے کئے جو تبلیغی کام کے لئے انتہائی مفید اور مؤثر ثابت ہوئے، پورے میوات میں جماعتوں کا ایک جال بچھا دیا۔ ۱۳۵۶ھ میں آپ نے آخری حج کیا۔ اس حج میں جہاز سے لے کر حجاز تک تبلیغ ودعوت کا بڑا چرچا ہوا۔ اہل عرب نے اس کو سنا اور سراہا، حج سے واپسی پر اس مبارک کام میں آپ نے اپنی ساری متاع زندگی لگا دی، میواتیوں کی جماعتیں مختلف صوبوں اور شہروں میں بھیجیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف عربی مدارس کے طلبہ اور علماء نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے مقامات پر کام شروع کیا۔

۱۳۶۰ھ میں قصبہ نوح (میوات) میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع کیا۔ میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا، یہ انسانوں کا جنگل ایک جلسہ بھی تھا، ایک خانقاہ بھی، اور ایک مدرسہ بھی۔ اس اجتماع کے بعد میواتی، دہلی کے تاجر، مدارس کے علماء کالجوں کے طلبہ اور استاذ باہم مل کر جماعتیں بنا بنا کر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھرنے لگے۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ ایک بڑی جماعت کے ساتھ لکھنو تشریف لائے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں کئی دن قیام کیا۔ جس سے لکھنو کی فضا دعوت وتبلیغ کی آواز سے گونج اٹھی اور سوتا ہوا شہر صدائے ایمان ویقین سے جاگ اٹھا۔

علالت اور وصال:

مسلسل دعوت نے، پیہم دوروں نے، بے انتہا مجاہدوں نے آپ کو بیمار کر دیا اور کام کی بے چینی اور مسلسل بیقراری نے اندر اندر آپ کو گھلا دیا۔ آپ لاغر ہوئے اور ایسے ہوئے کہ

صاحب فراش ہو گئے۔ دو آدمیوں کے سہارے جماعت میں شریک ہوتے۔ کبھی کبھی غفلت ہونے لگی اور دورے پڑنے لگے جب بھی ہوش آتا تو دین کی وہی بے قراری سامنے آجاتی۔ ایک بار دو گھنٹے کی غشی طاری ہوئی یکایک آنکھیں کھلیں تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ **الحق یعلو ولا یعلی** (الحدیث) (کہ حق دباتا ہے دبتا نہیں)۔ پھر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی پھر تین دفعہ فرمایا: **کان حقا علینا نصر المؤمنین** (القرآن) (کہ مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے)۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا ''کاش علماء اس کام کو سنبھال لیتے اور پھر ہم چلے جاتے''۔ زندگی کی آخری شب میں جو ۱۲/رجب ۱۳۶۳ھ ۱۳/ جولائی ۱۹۴۴ء کو تھی اپنے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب کو بلایا اور فرمایا ''یوسف آمل لے ہم تو چلے'' اور صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفریں کے سپرد کر دی **(انا للہ وانا الیہ راجعون)**

آپ کی جسمانی یادگار تو صاحبزادے مولانا محمد یوسف [1] صاحب تھے ہی جنہوں نے اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر تبلیغ ودعوت کی اس تحریک کو ہندوستان گیر سے عالمگیر بنایا اور دنیا کے ہر ہر خطے میں پہنچایا وہ بھی ۱۳۸۴ھ میں اپنے والد سے جا ملے، روحانی یادگار وعالمگیر تحریک تبلیغ ہے جو اس وقت کروڑوں انسانوں کی فلاح وبہبود کا ذریعہ بنی ہے اور برابر اس میں وسعت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ آپ نے اپنے انتقال سے پہلے فرمایا تھا۔

---

[1] مولانا محمد یوسف ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء کو بروز چہار شنبہ پیدا ہوئے۔ اس وقت مولانا محمد الیاس مظاہر علوم میں مدرس تھے۔ ۱۰ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تجوید قاری معین الدین سے سیکھی۔ ۱۱ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں عربی پڑھنی شروع کی حدیث ۱۳۵۱ھ مظاہر علوم میں پڑھی۔ بخاری مولانا عبداللطیف سے صحیح مسلم مولانا منظور احمد سے، جامع ترمذی مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''لوگ آدمی چھوڑ کر جاتے ہیں میں اپنے پیچھے الحمدللہ پورا ایک ملک چھوڑ کو جارہا ہوں''

علامہ سید سلیمان ندویؒ تعزیتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ کی صبح کو مولانا محمد الیاس کاندھلوی مقیم بستی نظام الدین دہلی نے چند ماہ کی علالت کے بعد بستی نظام الدین دہلی میں انتقال فرمایا، وہ اس عہد میں نفوس قدسیہ کے مثال تھے، جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن ہوا۔ان کا وجود اس دعویٰ کی کہ ہندوستان میں اسلام بادشاہوں کے تیغ وخنجر کے سایہ میں نہیں بلکہ بے نوا فقیروں کے فیوض وبرکات کے زیر سایہ بڑھا اور پھلا پھولا ہے۔سب سے تازہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اپنی رحمت کے پھول برسائے....

......مولانا کا طریق دعوت بالکل سادہ تھا، سراپا اخلاص تھے، سراپا درد تھے، دین کے سچے غمخوار اور مسلمانوں کے بہ دل خدمت گذار، اللہ پر توکل، ایک دھن تھی کہ دن رات ان کو بے قرار رکھتی تھی۔ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، جو

(بقیہ حاشیہ) اور سنن ابی داؤد مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث سے۔ ۱۳۵۶ھ میں پہلا حج کیا۔ ۱۳۵۵ھ میں اپنے والد سے حدیث کی چند اور کتابیں مستدرک اور شرح معانی الاثار پڑھیں۔اسی کی شرح امانی الاثار کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تیسرا حصہ زیر تالیف تھا کہ وقت موعود آ گیا۔آپ کی دوسری بڑی تصنیف حیاۃ الصحابہ عربی ہے۔والد کے خلیفہ اور جانشین ہوئے اور جماعت کے امیر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ/۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

۱؎ مولانا محمد ثانی حسنی: حیات خلیل: لکھنو: بلا تاریخ: ص ۶۰۳

تھا وہ صرف دین کی خدمت اور مسلمانوں کی غمخواری اور اصلاح کی فکر تھی، یہی ان کی تقریر تھی، یہی ان کی گفتگو، اور اسی کا شب وروز ملنے جلنے والوں سے اعلان واظہار........ان کی زبان میں لکنت تھی، تقریر پر قادر نہ تھے، تقریر بھی الجھی ہوئی ہوتی تھی، مگر جوش وخروش کا سمندر ان موانع کے سارے خس و خاشاک کو بہائے لیے جاتا تھا، تھوڑی گفتگو کے بعد۱؎

واہ ری تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا وہ بھی میرے دل میں ہے

جسمانی کمزوری اور ضعف سینہ کے باوجود ان کے پھیپھڑے ان کی پر زور تقریر اور پر جوش گفتگو کے تسلسل اور تواتر کے سبب سے اس طرح اٹھتے تھے کہ مجھے تو ڈر لگتا تھا کہ کہیں یہ پھٹ نہ جائیں یا گلیں کی رگیں جو بار بار پھول پھول جاتی تھیں وہ نہ پھٹ جائیں یہ سب سہی مگر دریا اپنی روانی میں ہر خطرہ سے بے خبر اور ہر افتاد سے بے پرواتھا.........۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو وفات پائی اور بستی نظام الدین کی مسجد کے صحن کے باہر جنوبی ومشرقی گوشہ میں اپنے والد اور برادر معظم کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

چپہ چپہ ہے واں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز۱؎

مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:-

۱؎ علامہ سید سلیمان ندوی: یاد رفتگاں: کراچی: جنوری ۱۹۵۵ء: ص ۳۲۹

''حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص، قوت نسبت اور مقبولیت کے بڑے قائل و معتقد تھے۔ ایک بار ان کے مرض وفات میں فرمایا:

آج کل روزانہ ہزاروں میل کی رفتار سے جارہے ہیں۔ اشارہ ترقی باطنی اور سفر روحانی کی طرف ہے۔''

مولانا محمد منظور نعمانی کو تحریر فرمایا کہ ''میں نے آپ کو وہاں ٹھہرنے کا مشورہ اسی لئے دیا تھا کہ آپ دیکھ لیں کہ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اور ان کی سطح اتنی بلند ہوتی ہے۔''[1]

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا نے مسلمانوں میں دینی زندگی اور ایمانی روح پیدا کرنے کی جو کوشش ایک خاص طرز پر شروع کی تھی اور جس میں بالآخر اپنی جان کھپادی، مولانا کا اصلی کارنامہ وہی دینی دعوت ہے۔''[2]

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنے ایک مکتوب میں پروفیسر سید احمد شاہ مراد آبادی کو لکھتے ہیں:

''تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کے لئے مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایت حاصل کرنے کا مبارک مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس مبارک مقصد کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔''[3]

۱ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری: لکھنو: ص ۳۰۸

۲ مولانا محمد منظور نعمانی: ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ: لکھنو: ص ۱۰

۳ مولانا حسین احمد مدنی: تبلیغی تقریریں: دہلی: ص ۴۶

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''تبلیغ کی اہمیت''

''حکیمانہ تبلیغ و دعوت امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے، حق یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن کی یہ ندا ''یآ ایھا الذین اٰمنو ا''(اے! مسلمانوں! مسلمان بنو) کو پورے زور وشور سے بلند کیا جائے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور در در پھر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے اور اس راہ میں وہ جفا کشی، وہ محنت کشی اور وہ ہمت اور وہ قوتِ مجاہدہ صرف کی جائے جو دنیا دار لوگ دنیا کے عزّ وجاہ اور حصول طاقت میں صرف کر رہے ہیں جس حصول مقصد کی خاطر ہر متاع عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو بیچ سے ہٹانے کے لئے نا قابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے، کشش سے کوشش سے، جان و مال سے، ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے اور حصول مقصد کی خاطر وہ جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین و دنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے، اور نہ ہوگا۔ اس جنون کی اس عہد میں مثالیں آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو اصل کتاب (حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت) کو شروع کر دیں۔''[1]

۱ علامہ سید سلیمان ندوی: مقدمہ حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت لکھنو کراچی: ص ۲۸، ۲۹

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:۔

’’باطنی اصلاح اور تربیت کے لئے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ،حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے،نصف صدی سے انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا۔

مولانا محمد الیاسؒ،مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید تھے،جو دینی بصیرت اور جذبہ اللہ نے انہیں عنایت فرمایا تھا۔اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی،گذشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا۔‘‘ ۱؎

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کا ارشاد ہے:۔

’’کسی شخص کی مقبولیت عنداللہ کا اندازہ اس کے کام کے اثر سے لگایا جاسکتا ہے، جیسا کہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی مقبولیت ان کے کام سے ظاہر ہے‘‘۔

نیز لکھتے ہیں کہ:

’’حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی روح پر جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا سبق یاد دلایا،اور اس سبق کے یاد دلانے میں ہی فنا ہوگئے، اور اگر کوئی فنا فی اللہ،فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہو تو حضرت مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح فنا فی التبلیغ ہو گئے تھے،اٹھتے بیٹھتے ،سوتے جاگتے بس یہی فکر دامنگیر تھی،تمام زندگی،اور تمام افکار و انفاس بس اسی مقصد کے لئے وقف تھے۔حق

۱؎ خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ خشیت: دہلی و اسلام آباد:ص ۲۳۴

تعالیٰ نے ان کی جاں فشانی وقربانی و ایثار و اخلاص اور جدوجہد کو قبول فرمایا اور چار دانگ عالم میں اسی کے ثمرات و برکات پھیل گئے۔شاید ہی روئے زمین کا کوئی خطہ ایسا باقی رہا ہو جہاں ان کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ان قافلوں کی دعوت انبیائے کرام علیہم السلام کے طریقِ دعوت سے مشابہت رکھتی ہے اس کا انتظار نہیں کرتے کہ لوگ خود آئیں گے اور دین سیکھیں گے بلکہ گلی کوچوں اور بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پاس پہنچ کر دعوت دی جاتی ہے اور زبان سے حسن اخلاق سے اور اپنے طرز عمل سے دعوت دی جاتی ہے،سر سے پیر تک اسلامی مجسمہ بن کر اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے اور اس لئے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔آج امت تحریر و تقریر کی محتاج نہیں،یہ بہت کچھ ہو چکا ہے،ضرورت عملی نمونہ پیش کرنے کی ہے فصاحت و بلاغت کا دریا امت بہا چکی ہے لیکن آج صرف سادہ عملی دعوت کی ضرورت ہے الحمدللہ کہ آج تبلیغی جماعت اس پر عمل پیرا ہے۔‘‘ ۱؎

خلفاء:..................**آپ کے چند خلفاء یہ ہیں!**

(۱)صاحبزادہ مولانا محمد یوسفؒ (۲)مولانا حافظ مقبول حسن گنگوہیؒ (۳)مولانا سید رضا حسن نبیرہ سید احمد دہلویؒ سابق استاد دارالعلوم دیوبند (۴) قاری محمد داؤدؒ (۵)مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ (۶)مولانا انعام الحسنؒ۔

۱؎ یہ ملفوظات ’’حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت میں شامل ہیں،مستقل کوئی مجموعہ ان کے قلم سے شائع نہیں ہوا۔

مولانا عبدالرحیم ویلوریؒ

۱۸۸۹___۱۹۴۷ء

آپ ۱۸۸۹ء کو آتور، تعلقہ کرور، ضلع ترچی میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کے تھے کہ والد فوت ہوگئے، رشتہ کے ماموں غلام الدین کے ہمراہ ویلور منتقل ہوگئے۔ پھر وہیں پرورش اور نشو ونما پائی۔ مدرسہ باقیات صالحات میں تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے ایک ساتھی مولوی عبدالکریم (بانی مدرسہ مصباح الہدیٰ نیڈور) کے ہمراہ ۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۰ھ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور دیگر اساتذہ سے حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۱۳۳۱ھ میں باقیات صالحات میں تدریس شروع کی۔ ساتھ ہی مدرسہ کے نائب ناظر اور پھر جولائی ۱۹۴۳ء سے بطور ناظر کام کرتے رہے۔ آپ کو تدریس حدیث میں مہارت حاصل تھی۔ آپ بہترین قاری بھی تھے۔ سنت کے نہایت پابند اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ ۱۹۲۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

پہلی بیعت اپنے استاد مولانا محمود حسنؒ شیخ الہند کے ہاتھ پہ ہوئی ان کے وصال کے بعد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کی طرف رجوع کیا اور ان سے خلافت حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں فالج کے حملہ سے معذور ہوگئے اور پھر اسی بیماری سے وفات پائی۔ [۱]

---

۱ ظہیر احمد: باقیات صالحات: بنگلور: ۱۹۸۰ء صفحہ ۹۹

حافظ فخر الدین پانی پتیؒ

___۱۹۵۷ء

حافظ صاحب پانی پت کے رہنے والے اور مدتوں ریلوے ملازم رہے۔ ملازمت کے دوران ہی حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے تعلق قائم کیا اور اپنی محنت و مشقت، مجاہدات اور ذکر و شغل سے راہ سلوک طے کی، حضرت مولانا نے پوری توجہ کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی اور قدم قدم پر رہنمائی کی۔ حافظ صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ نانوتوی کے شاگرد رشید تھے اور اس وجہ سے حضرت مولانا کو ان سے بہت تعلق تھا.... حافظ صاحب میں استعداد کافی تھی اور ان کی طبیعت راہ سلوک پر خوب چلی... حافظ صاحب کئی سال تک مختلف احوال و کیفیات سے گزرتے رہے اور جب ان میں حضور مع اللہ کی کیفیت پوری طرح پیدا ہوگئی اور حضرت مولانا کو ان کے رفیع حالات پر اطمینان ہوگیا تو انہوں نے مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ہاتھ سے اجازت نامہ لکھوا کر بھیج دیا اور ان کو بیعت کرنے اور دوسروں کی اصلاح کرنے کا مجاز فرمایا۔

حافظ صاحبؒ بڑے ذاکر شاغل اور پابند اوقات تھے۔ قرآن کریم سے اتنا شغف تھا کہ روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔ بڑے سادہ طبیعت اور منکسر المزاج تھے۔ تکبر و غرور نام کو نہ تھا۔

آخر عمر میں پچپس کی شکایت ہوگئی تھی۔ اسی مرض میں شب یک شنبہ ۲۴ شوال ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۶/جون ۱۹۵۴ء کو انتقال کیا۔ دوسرے دن صبح کو فتح پوری دہلی میں قاری محمد طیب صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور خواجہ باقی باللہ کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ [۱]

---

۱ مولانا محمد ثانی حسنی: حیات خلیل: لکھنو: بلا تاریخ: ص ۵۹۷، ۵۹۸

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

ا؎ ۱۳۱۰___۱۳۹۴ھ

آپ شیخ لطیف احمد عثمانی کے فرزند ہیں۔۱۳/ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو محلّہ دیوان دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ سے حاصل کی، پھر تھانہ بھون میں اپنے ماموں مولانا اشرف علیؒ اور مولانا عبداللہ گنگوہیؒ سے پڑھتے رہے۔بعدازں بعد جامع العلوم کانپور میں مولانا محمد اسحاق بردوانی اور مولانا رشید احمد کانپوری سے تعلیم حاصل کی۔

۱۳۲۷ھ میں مظاہرعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ میں علامہ خلیل احمدؒ سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔اسی سال اپنے اساتذہ کی معیت میں حج کی سعادت ملی۔۱۳۲۹ھ میں مظاہرعلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔اسی سال ذی الحجہ میں شادی ہوئی۔۱۳۳۴ھ میں قرآن پاک حفظ کیا۔۱۳۳۶ھ تک مظاہرعلوم میں تدریس کی۔اسی سال گڑھی پختہ میں برائے تدریس تشریف لے گئے۔۱۳۳۸ھ میں دوسرا حج کیا، پھر تھانہ بھون میں درس وتدریس اورتصنیف وتالیف کے ساتھ افتاء کا کام کرنے لگے۔اسی دوران میں تفسیر بیان القرآن کی تلخیص اوراعلاء السنن کی تالیف شروع کی۔۱۳۴۸ھ میں تیسرا حج کیا۔۱۳۴۹ھ میں رنگون جانا ہوا وہاں مدرسہ راندیریہ کے ناظم مقرر ہوئے اور علماء کی ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کیا اور آپ کی کوششوں سے ڈیڑھ نوبستی کے لوگ تائب ہو کر مسلمان ہو گئے ڈھائی سال کے بعد تھانہ بھون

ا؎ آپ کے والد حضرت حاجی عابد حسین سے بیعت تھے۔والدہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی حقیقی بہن تھیں۔

آ کر اعلاء السنن کی تکمیل کی۔

۱۳۵۸ھ میں ڈھاکہ یونیورسٹی میں تدریس حدیث پہ مامور ہوئے۔تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔سلہٹ ریفرنڈم کی کامیابی کا سہرا آپ کے سر ہے۔

۲۷/رمضان ۱۳۶۶ھ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان پر خواجہ ناظم الدین وزیراعلی مشرقی پاکستان نے آپ ہی سے پرچم کشائی کرائی۔

۱۹۴۸ء میں یونیورسٹی سے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ منتقل ہو گئے۔علماء کے جس بورڈ نے ۲۲ دستوری نکات پر اتفاق کیا تھا ان میں ایک آپ بھی تھے۔۱۹۴۹ء میں پاکستان کی طرف سے وفد خیرسگالی میں سعودی عرب گئے۔جون ۱۹۵۴ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے ریٹائر ہو کر حج کی سعادت حاصل کی، واپسی پر مولانا احتشام الحق تھانوی کے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ میں بطور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریس حدیث میں عمر لگادی آپ کے تلامذہ ہزاروں میں ہیں۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ، ۸دسمبر ۱۹۷۴ء کو اتوار کی صبح وصال ہوا۔اولاد میں مولانا عمر اور قمر عثمانی ہیں۔

آپ کو اپنے استاذ مولانا خلیل احمدؒ، مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خلافت حاصل تھی۔

آپ کی مریدوں کی تعداد بھی خاصی ہے ان میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا عبدالرشید ترمذی کو آپ سے خلافت حاصل ہوئی۔

آپ کی بلند پایہ تصانیف دو درجن کے قریب ہیں ان میں بیان القرآن کی تلخیص کے علاوہ اعلاء السنن (عربی) بیس ضخیم جلدوں میں ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں کہ" آپ نے اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث وفقہ

اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہ کتاب ان کی تصانیف کا شہکار اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے۔

علامہ محمد زاہد الکوثری مصری کا کہنا ہے کہ ''احادیث احکام میں حنفیہ کی نقطۂ نگاہ سے اس کتاب کی نظیر نہیں۔ اس کتاب کا مقدمہ انہاء السکن اب شیخ ابوغدہ عبدالفتاح کی تعلیقات کے ساتھ ''قواعد التحدیث'' کے نام سے ریاض سعودیہ سے چھپ چکا ہے۔

ان کے علاوہ **تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین** (۳ حصے) جس میں مسلمانوں کو کانگریس میں شرکت سے روکا گیا ہے اور اس کے دینی اور دنیوی نقصانات پر توجہ دلائی گئی ہے۔

اسی طرح فتاویٰ امدادالاحکام (سات جلدوں میں) **انوار النظر فی آثار الظفر**۔ حسام اللہ شریفی کے سوالات کے جوابات میں اپنے حالات زندگی دو جلدوں میں لکھے ہیں۔ **برأۃ عثمان**۔ مولانا مودودی صاحب کے ان اعتراضات کا علمی رد ہے جو انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر کئے تھے۔ الدرالمنصور۔ مولانا عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب البحر المورود کا اردو ترجمہ۔ یہ کتاب تصوف کے بارے میں ہے۔ رحمۃ القدوس۔ علامہ ابن ابی حمزہ مالکی کی کتاب بہجۃ النفوس کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت تھانوی کے حکم پر کیا گیا۔

القول المنصور، البیان المشید، البرھان المؤید، اسباب المحمودیہ، انجاء الوطن، الشفاء، فاتحۃ الکلام، فضائل جہاد، فضائل درود شریف، **کشف الدجیٰ عن وجہ الربوٰ، نورعلی نور، وسیلۃ الظفر فی مدح خیر البشر صلی اللّٰہ علیہ وسلم** اور سفرنامۂ حجاز بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

آپ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حقیقی بھانجے اور ہم زلف بھی تھے۔

۱۳۶۲ھ میں حضرت تھانویؒ کے وصال پر نماز جنازہ کی امامت بھی آپ کے حصے میں آئی اور پردرد دو مرثیہ بھی کہے۔ آپ عربی زبان کے بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ آپ کے چند نعتیہ قصائد معہ ترجمہ الرشید کے نعت نمبر میں راقم الحروف کے مضمون ''عربی قصائد'' میں شامل ہیں۔

آپ کی شاعری پر راقم کے دوست ڈاکٹر خلیل الرحمٰن استاذ شعبہ عربی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ مقالہ شعبہ عربی جامعہ پنجاب میں موجود ہے۔

آپ کا تذکرہ راقم کی کتاب ''مشاہیر علماء جلد ا، علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات صفحہ ۸۵۔۹۱، پاکستان کے عربی شعراء، اور مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

راقم الحروف کو آپ کے مواعظ سننے کی بھی سعادت ملی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

بضاعة مزجاة جئت بهابحضرة خاتم النبيين شافع المذنبين صلاة الله وسلامه عليه الى يوم الدين

زَال الظلام ولاح النورفي الافق   برق تألق في داج من الغسق
تاریکی چھٹ گئی اورآفاق میں روشنی چمکنے لگی   گھٹاٹوپ تاریکی میں ایک بجلی سی کوندرہی ہے

برق من الطور؟اوبدرعلي جبل   ببطن مكة منشق على فلق
یہ برق طور ہے؟ یا مکہ کی بستی کے ایک پہاڑ پر   چاند ہے جوٹکڑے ہوکر پھٹ گیا ہے

باصبع من يدكانت اشارتها   في البدرانكى من الصمصام في العنق
ایک مبارک ہاتھ کی انگلی کے اشارہ سے   جس نے چاند میں وہ کام کیا جوگردن میں تلوار بھی نہیں کرسکتی

واهاًلـه من نبي لامثال له   فاق الخلائق في خلق وفي خلق
سبحان اللہ !یہ توبے مثال نبی ہیں   جوصورت اورسیرت میں ہرطرح تمام مخلوق سے بڑھ گئے

محمدخاتم النباء سيدهم   حامي الحقيقة مفتاح لِمُنغَلِقِ
محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)خاتم الانبیاء سردارانبیاء   حق کے حامی اور ہر بند دروازہ کوکھولنے والے ہیں

اتقى الانام وازكاهم واعلمهم   باالله احلمهم في الرتق والفتق
تمام مخلوق سے زیادہ متقی سب سے زیادہ پاکیزہ   اورسب سے زیادہ خداکوپہچاننے والےاورصلح اور جنگ میں سب سے بڑھ کرحلیم

زاكي النجارجميل الوجه انوره   يمحوالظلام كبدرالتم في الافق
پاکیزہ سرشت خوبصورت منورچہرہ   تاریکی کواس طرح مٹاتے ہیں جیسے آفاق میں ماہ کامل

قدجاء والناس في هرج وفي مرج   والظلم عم بسيط الارض بالقلق
آپ ایسے وقت میں تشریف لائے کہ لوگوں میں فساد مچاہواتھا   اورظلم نے تمام زمین کوہلاڈالاتھا

والجهل كالليل قدارخى ذوائبه   في غيم كفرعلى الافاق منطبق
جہالت نے رات کی طرح اپنی زلفیں بکھیررکھی تھیں   اورکفرکابادل تمام آفاق پرچھایاہواتھا

فاانشق صبح الهدى من نورطلعته   يجلوغياهب ليل الجهل والحمق
پس آپ کے مبارک چہرہ کےنورسے ہدایت کی صبح نمودارہوئی   جہالت اورحماقت کی رات کااندھیرامٹاتی ہوئی

فاصبح الناس في علم وفي حكم   بنعمة الله بعدالضل والخرق
اب اللہ کے فضل سے لوگوں نے گمراہی اورحماقت کی بجائے   علم اورحکمت کی روشنی میں صبح کی

واصبحت امة امية عرفت   بالجهل سابقة الاقوام والفرق
اوروہ جاہل قوم جو جہالت میں مشہورعالم تھی   اب تمام قوموں اورتمام فرقوں سے (علم میں) سبقت لے گئی

فالعلم والعدل ساراتحت رأيتها   والفتح والنصروالاقبال في الطرق
علم اورعدل اس کے جھنڈے کے نیچے چلنے لگے   اورفتح ونصرت اوراقبال اس کے راستے میں تھے

والصبروالصدق والاخلاص حلتها   ورأية العزفي الافاق بالخفق
صبراورصدق اوراخلاص اس کالباس تھا   اوراس کی عزت کاپرچم چاردانگ عالم میں لہرارہاتھا

حب النبي وتقوى الله شيمتها   واليمن والسعدمثل العقد في العنق
حب رسول اورخوف خدااس کاشیوہ تھا   اوربرکت وسعادت اورکامیابی گلے کاہار

ياا كرم الناس عندالله منزلة   وافضل الخلق من جمع ومفترق
اے وہ! جوخداکے نزدیک رتبہ میں سب سے   زیادہ معززاورافضل ترین مخلوق ہےخواہ اجتماعی صورت میں ہویاانفرادی حالت میں

قدخصک الله بالاسراء ليلةاذ   ترقى السموات من طبق الى طبق
آپ کواللہ نے نے معراج سے مخصوص وممتازفرمایاہے   جس رات کہ آپ تمام آسمانوں کودرجہ بدرجہ طےفرمارہے تھے

حتى بلغت من العلياء ذروتها   وغاية لم تلدع شأوالمستبق

یہاں تک کہ بلندی کی چوٹی پراور ایسے انتہائی مقام پر پہنچ گئے جس نے کسی آگے بڑھنے والے کے لئے ایک قدم کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی

اتــاک ربـک مـالـم یؤتـه احـدا   مـن الـجـمـال کـمـثـل الـلـؤلـؤ الفلق

آپ کو پروردگار عالم نے موتی کی طرح چمکنے والا   ایسا جمال عطا فرمایا ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہوا

اوتیـت عـلـمـا وحـلـمـا زانـه خلق   وحـکـمـة انـت فیهـا حـائـز السبق

آپ کو وہ علم وحلم دیا گیا جس کو خلق عظیم نے زینت بخشی   اور ایسی حکمت دی گئی جس میں آپ ہی سب سے آگے ہیں

جَـودا یـعـم الـوری نیلا ومـرحـمـة   عـلـی الاعـادی وعدلا غیـر ذی رنق

ایسی سخاوت دی گئی جس کی عطا تمام مخلوق کو عام ہے   اور دشمنوں پر رحم اور ایسا انصاف دیا گیا جس میں ذرا میل نہیں

امــانة صـلـة لـلـرحـم مـکـرمـة   فـصـل الـخـطـاب ووحـیـا غیر مختلق

امانت، صلہ رحمی، کرم فرمائی اور فیصلہ کن   گفتگو اور ایسی وحی دی گئی جو افترا سے بالکل پاک ہے

بـلاغة اخـجـلـت من رامهـا ورمـت   مـبـارزیهـا بـذل الابـکـم الـحـرق

بلاغت ایسی ہے کہ اس کے مقابلے کا ارادہ کیا شرمندہ ہو کر رہ گیا   اور جس نے مقابلہ کیا وہ گونگے بیوقوف کی طرح ذلیل ورسوا ہوگیا

وبـاهـرات مـن الایات مـعـجـزة   تبـدو لـنـاظـرهـا بـاللیل کـالشفق

اور کھلی کھلی نشانیاں بطور اعجاز کے دئی گئیں جو رات   کو بھی دیکھنے والوں کے سامنے شفق کی طرح چمکتی ہیں

شـجـاعـة واصـطـبـارا یـوم مـلـحـمـة   اذا تطیش یـدالرعـدیدة الـفـرق

میدان جنگ میں شجاعت واستقلال آپ ہی کا   حصہ ہے جبکہ بزدل ڈرپوکوں کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں

کـنـت الـغـیـاث لایتـام وارمـلـة   امست من الجوع کالبالی من الورق

آپ یتیموں، بیواؤں کے لئے فریاد رس تھے جو فاقہ کی   وجہ سے پرانے پتے کی طرح سکڑ کر رہ گئے تھے

کـنـت الـمـلاذ لـمـضـطـر ومـضـطـرب   مـن الـمـسـاکـین لـلافـات مـعـتـنـق

آپ ہر مسکین مضطر وپریشان کے لئے جائے پناہ   تھے جو آفات سے گلوگیر ہو چکا تھا

حـصـنـا حصینا ومأوی کل ذی شرف   عـزیـز قـوم رمـاه الـدهـر من حـلـق

ہر شریف اور معزز کے لئے جس کو زمانے نے اوپر سے   پھینک مارا تھا مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ تھے

کـنـت الـمـجـیـر لـمـظـلـوم تقلبه   ایـدی الـزمـان کـریـش فی الهوا قلق

آپ ہی ایسے مظلوموں کو (ظلم) سے بچانے والے تھے   جن کو زمانے نے ایسا چکر دے رکھا تھا جیسے ہوا میں پر اڑتا ہے

هـاجـرت مـن وطـن قـد کـنت تألفه   لـظـلـم قـوم بشـر الـکـفـر مـلـتـزق

آپ نے اپنے وطن مالوف سے ہجرت کی   اس قوم کے ظلم کی وجہ سے جو کفر پر جمی ہوئی تھی

طـابـت بـغـرتـک الـمـیـمـون طلعتها   مـدیـنـة احـدقـت بـالـبـیض والـدرق

آپ کے مبارک چہرہ کی روشنی سے مدینہ بارونق   ہوگیا جسکو (دشمنوں کی) تلواروں اور ڈھالوں نے گھیر لیا تھا

جـاهـدت کـل کـفـور قد عصی وطغی   وزاده غیـــه رهـقـا عـلـی رهـق

تو آپ نے ہر اس کافر سے جہاد کیا جو نافرمانی میں   حد سے گزر گیا اور گمراہی نے اس کو ظلم پر کمر بستہ کر دیا تھا

فـاصـبـحـوا الایـری الامسـاکـنـهـم   وادخـلـوا فـی سـعـیـر دائـم الـحـرق

پس صبح تک ان کی یہ حالت ہوگئی کہ مکانات کے سوا ان کا   کچھ نشاں باقی نہ رہا اور جہنم میں جھونک دئے گئے جو ہمیشہ جلتی رہے گی

واظـهـر الـلـــه دیـنـا قـد اتیـت بـه   وتـم نـورک رغـم الـحـاسـد الحنق

اور اللہ نے اس دین کا بول بالا کر دیا جو آپ ساتھ لیکر   تشریف لائے تھے اور حاسدوں اور ہٹ دھرموں کی ناک رگڑ کر آپکا نور کامل ہوگیا

ومـادعـوت عـلـی الاعداء اذظلموا   بـشـدة البأس مـن خسف ومـن غـرق

مگر دشمنوں کے حق میں باوجود ان کے ظلم کے بھی آپ نے سخت   عذاب کی بددُعا نہیں کی کہ زمین میں دھنس جائیں یا پانی میں ڈوب جائیں

بـل قـد دعـوت لهـم بالرشد اذ جهلوا   مـــا قـد تبیـن عـنـد الـراشـد الـحـذق

بلکہ آپ نے ان کے لئے ہدایت ہی کی دعا کی، کیونکہ وہ   اس چیز سے ناواقف تھے جو ہوشیار سمجھدار کے لئے بالکل واضح تھی

یـاخـیـر مـقـتـتـل یـاخـیـر مـصـطـلـح   بـالـلـــه مـفـتـرق لـلـــه متفق

اے سب مجاہدوں سے بہتر مجاہد، اور سب صلح پسندوں سے بہتر صلح پسند اللہ کی وجہ سے جدا ہونے والے! اللہ ہی کے واسطے

احییت جامدة اشعلت خامدة بمنطق کنظام الدرمتسق

آپ نے بے حس قوم کو زندہ اور بجھی ہوئی طبیعتوں کو مشتعل کر دیا ایسی گفتگو سے جو موتی کی لڑی کی طرح منظّم تھی

انت النذیر لحلق اللہ قاطبة وانت ایاہ من حر الجحیم تقی

آپ ہی تمام خلق اللہ کو ڈرانے والے ہیں اور آپ ہی ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والے ہیں

انت البشیر لمن طابت سریرتہ بجنة یا لھا من خیر مرتفق

جس کا دل (کفر کی ناپاکی سے) پاک ہو چکا ہو آپ اس کو ایسی جنت کی بشارت دینے والے ہیں جو بہترین آرام گاہ ہے

انت الحبیب لمن حلت سعادتہ ولیس یرغب عنھا غیر کل شقی

جس شخص کی سعادت کا وقت آگیا آپ اس کے محبوب ہیں اور اس سعادت سے بجز بد بخت کے کوئی بھی منہ نہیں موڑ سکتا

انت العماد لقوم لا عماد لہ انت الرشاد لمن قد ضل فی طرق

جس قوم کا کوئی سہارا نہ ہو آپ ہی اس کے لئے سہارا ہیں جو ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہو آپ ہی اس کے لئے رہنما ہیں

انت الحیاة لمن ماتت عزیمتہ انت الربیع لاھل الجدب والرمق

جن کی ہمتیں مر چکیں انکے لئے آپ ہی حیات ہیں قحط زدہ اور نیم جانوں کے لئے آپ ہی موسم بہار ہیں

انت النجاة لمن امسی بمرتکم من الظلام ببحر زاخر عمق

جو شخص (گمراہی کے) بحر ذخار بے پایاں میں سخت تاریکی کے اندر پھنسا ہوا ہو اس کے لئے آپ ہی نجات ہیں

یا خاتم الرسل حب اللہ صفوتہ یا بکر امنة الزھراء کالفلق

اے خاتم رسل! اللہ کے محبوب اللہ کے پسندیدہ اے آمنہ کے لال جو کہ صبح کی طرح روشن تھیں

ارجو رضاک فلا تحرم نوالک من یدعی باسمک فی البلدان والرفق

یہ ناچیز آپ کی رضا کا امیدوار ہے۔ اپنی بخشش سے آپ غلام کو محروم نہ فرمایئے جو تمام بلاد اور احباب میں آپ کے نام کیساتھ ہی پکارا جاتا ہے

فانت اکرم من اوفی بذمتہ وانت ارحم من یرثی لمرتبق

جو لوگ اپنی ذمی داری کو پورا کرنے والے ہیں آپ انہیں سب سے زیادہ کریم اور مبتلائے مصیبت پر ترس کھانے والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہیں

وانت اشرفھم بیتا ومنزلة وانت ذونسب کالشمس مؤتلق

گھرانے اور خاندان میں آپ سب سے زیادہ شریف ہیں آپ کا نسب آفتاب کی طرح چمکنے والا ہے

وانت اجمل من یرنو بمقلتہ وخیر لاق بوجہ مشرق طلق

آنکھوں سے دیکھنے والوں میں آپ سب سے بڑھ کر خوبصورت ہیں اور سب سے زیادہ کشادہ اور سب سے اچھے روشن چہرہ کے ساتھ ملنے والے ہیں

وانت افضل خلق اللہ قد علموا وانت اکملھم فیما مضی وبقی

سب کو معلوم ہے کہ آپ مخلوق خدا میں سب سے افضل اور زمانہ گذشتہ و آئندہ میں سب سے زیادہ کامل ہیں

فانت فی الناس کالیاقوت فی حجر وانت فی الخلق مثل النور فی الحدق

آپ آدمیوں میں ایسے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت آپ مخلوق میں ایسے ہیں جیسے پتلیوں میں نور

یا خیر من عاش فی الدنیا ومات بھا نفسی الفداء لقبر منک ملتصق

اے وہ! جو دنیا میں جینے والوں اور وفات پانیوالوں میں سب سے بہتر ہیں میری جان اس قبر پر قربان جو آپ سے ملی ہوئی ہو

وانظر الی ظفر قد جاء معتذرا والطف بصب کئیب ھائم شفق

اس گنہگار ظفر پر نظر لطف فرمایئے جو تائب ہو کر حاضر ہوا ہے اور پریشان حیران لرزاں ترساں جاں نثار پر مہربانی فرمایئے

واستغفر اللہ لی حتی یجاوز عن زلات نفس ھوت بالجھل فی الزلق

اللہ تعالی سے میرے لئے دعائے مغفرت فرمایئے تا کہ اس نفس کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں جس نے بعض دفعہ نادانی سے پھسلنے کی جگہ میں لا ڈالا ہے

عسی انال غدا منک الشفاعة اذ قد الجم الناس للاثام بالعرق

میں فردائے قیامت میں حضور کی شفاعت کا امیدوار ہوں جبکہ گناہوں کی وجہ سے لوگوں کا پسینہ منہ تک آجائیگا

فامنن علینا رسول اللہ لیس لنا الا الیک النجا فی الحادث الازق

یارسول اللہ! ہمارے حال پر کرم فرمایئے کیونکہ سخت حادثہ کے وقت آپ کے سوا کسی کی طرف ہم دوڑ کر نہیں جاسکتے

انت الشفیع لنا اذلا یقوم لها سواک فی الناس یوم الحشر والصعق

آپ ہی ہمارے شفیع ہیں ایسے وقت جبکہ شفاعت کے لئے آپ کے سوا قیامت اور مدہوشی کے دن کوئی کھڑا نہ ہوگا

وانت تسقی ولاساق سواک لنا کأسا یطاف بماء بارد غدق

اورآپ ہی ہم کو ٹھنڈے پانی کا لبریز جام پلائیں گے جبکہ آپ کے سوا اور کوئی ساقی نہ ہوگا

جاء البشیر فرد الله لی بصری لما اتی بقمیص فائح عبق

بشارت دینے والا آیا تو اللہ نے میری بینائی واپس کردی کیونکہ وہ ایسا پیراہن لایا ہے جس کی خوشبو نے مشام جان کو معطر کردیا

فالحمد لله ان لم یأتنی اجلی. حتی لبست لباسا زاد کل تقی

پس اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہ آئی جبتک میں نے وہ لباس نہ پہن لیا جو ہر متقی کا سرمایہ ہے

سبحان من برأ الاکوان من کلم سبحان من خلق الانسان من علق

پاک ہے وہ! جس نے ایک کلمہ (کن سے) تمام عالم کو پیدا کیا پاک ہے وہ جس نے خون بستہ سے جیتا جاگتا انسان بنادیا

ثم الصلوة صلوة لاانقضاء لها علی النبی مع الاصحاب والرفق

بس اب درود نازل ہو ایسا درود جو کبھی ختم نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ورفقاء پر

واهل بیت رسول الله کلهم مالاح بدر الدجی والشمس فی الافق

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اہل بیت پر جب تک چاند اور سورج آفاق میں چمکتے رہیں

ظفر احمد العثمانی التهانوی ناظم المدرسة المحمدیة الراندیرته برنگون

شوال ۱۳۵۳ھ

قصیدہ نعتیہ

(حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اهذی سلیمی فی جمال منور تلوح علی بعد کبدر مدور

کیا یہ روشن جمال سلیمی دور سے گول چاند کی طرح چمک رہی ہے؟

ام النجم فی افق من الشرق طالع ام الزهرة الزهراء لات بمشتری

یا جانب مشرق سے ستارہ ثریا طلوع ہو رہا ہے؟ یا روشن ستارہ زہرہ مشتری کے ساتھ چمکا ہے

ام البرق فی جنح من اللیل لامع ینم علی غیث من الله منشر

یا رات کی تاریکی میں بجلی چمک رہی ہے؟ جو اللہ کی طرف سے زندگی بخش بارش کی خبر دے رہی ہے

ام الرایة البیضاء فی ارض طیبة قد اضطربت لیلا بجند مظفر

یا سرزمین طیبہ میں رات کے وقت سفید جھنڈا ایک مظفر ومنصور لشکر ساتھ لئے ہوئے لہرا رہا ہے

یلوذ بها الاقیال من ال هاشم ومن ال عدنان ومن آل حمیر

جس کی جلو میں آل ہاشم وآل عدنان وآل حمیر کے سردار چل رہے ہیں

ابوبکر الصدیق اول مومن وخیر رفیق بالمغار المُحجّر

جن میں حضرت ابوبکر صدیق سب سے پہلے ایمان لانے والے اور اس غار میں جس کے گرد کافروں کا حلقہ تھا بہترین رفیق تھے

ابو حفص الفاروق خیر خلیفة اعزّ به الاسلام فی کل محضر

اور حضرت ابو حفص فاروق بہترین خلیفہ تھے جن کے سبب سے ہر مقام پر اسلام کو عزت حاصل ہوئی

وعثمان ذوالنورين افضل صابر   علی الموت ظلما بالقضیب المشهر

اورحضرت عثمان ذوالنورین مظلومی کے حالت میں ستی ہوئی تلوار کے نیچے جان دینے پرسب سے بڑھکر صبر کرنے والے تھے

علی فتی الفتیان شهم مضرب   وما ابصرت عیناشجاع کحیدر

اور جوانوں کے جوان حضرت علی آزمودہ بہادر ہیں کہ کسی بہادر کی آنکھوں نے بھی حیدر جیسا نہیں دیکھا

وحمزة اسدالله اسدرسوله   کابن اخیه ذی الجناحین جعفر

اورحضرت حمزہ اللہ کے شیراوررسول اللہ کے شیر ہیں۔اسی طرح ان کے بھتیجے ذوالجناحین جعفربھی

وسعدبن وقاص وعمروعامر   وسیف الاله خالدکالغضنفر

اورحضرت سعد بن ابی وقاص اورعمر بن العاص اورابوعبیدہ عامر بن الجراح اورسیف اللہ حضرت خالدبھی جوشیر ببر کی مشابہت

اسودالوغا انطال اوس وخزرج   ولم یلعبوا الابسیف وخنجر

اورمیدان جنگ کے شیراوس وخزرج کے بہادربھی جوتلوار وخنجر ہی سے کھیلتے ہیں

مقادیم سباق الی کل غایة   بصبروایمان ورأی مدبر

یہ حضرات ہرمقصد کی طرف صبروایمان اور پختہ ارادہ کے ساتھ پیش قدمی اورسبقت کرنے والے ہیں

بهالیل خواضون فی کل غمرة   بسیف یمان فی حدیدمسمّر

یہ معزز سردار ہر دشوار میدان میں یمنی تلوار اورلوہے کی زرہ سے آراستہ ہوکر گھس جانے والے ہیں

حماة لحق الله انصار دینه   ومن ینصرالاسلام والحق ینصر

حق کے حامی اوردین الہی کے مددگار ہیں اور جواسلام اورحق کی مدد کرتا ہے اس کی غیب سے مدد کی جاتی ہے

هم جبل الاسلام فی کل موطن   هم شهداء الله فی کل منحر

وہ ہرموقعہ پراسلام کے پہاڑ تھے،اورہرقربان گاہ میں اللہ کے نام پرشہید ہونے والے تھے

فسل عنهم بدراحنیناوخندقا   وسل احداعنهم واطلال خیبر

ان کی حالت کو بدرحنین اورخندق سے پوچھ لواورجبل احد سے،اورخیبر کے کھنڈروں سے دریافت کرلو

وسل عنهم شاماومصراوفارسا   دمشقاویرموکادیارالتنصر

شام،مصروفارس سے ان کو پوچھواوردمشق ویرموک سے بھی جونصرانیت کے گہوارے تھے

قداقتحمواحوض المنایابعزمة   تخرلهاشم الجبال بمنخر

یہ مقامات بتلائیں گے کہ یہ حضرات موت کے دریامیں ایسے حوصلے کے ساتھ گھستے ہیں جسکے سامنے بلند پہاڑبھی ناک کے بل گرجاتے ہیں

لقدجاهدوافی الله حق جهاده   صلوافی لهیب الحرب ذات التسعر

انہوں نے اللہ کے راستے میں جہادکاحق اداکردیا بھڑکتی ہوئی جنگ کے شعلوں میں کود پڑے

غداة مضوامثل اللیوث یقودهم   الی الموت حب الله من غیرمضجر

صبح کی وقت شیروں کی طرح بڑھتے ہوئے چلے کہ موت کی طرف اللہ کی محبت بغیر کسی پس وپیش کے ان کوکشاں کشاں لے جارہی تھی

فلماتلاقواغادرواکل فاجر   علیه العفوافی کالضواری بعثر

جب لشکروں کامقابلہ ہواتوانہوں نے ہربدکارکواس حالت میں چھوڑاکہ مردارخوارجانوران پرایسی گررہے تھے جیسے عثر کے بن میں شیرحملہ کرتے ہیں

فلم تبق الا اثرة بعد عینها   والاحادیث مفتری عندمفتر

تودشمن کاصرف ایک معمولی سانشان حقیقت کے بعدرہ گیااورافسانہ تراشوں کے پاس محض افسانہ

تزلزل ارکان الضلال بعزمهم   وهدت جبال الکفربالله اکبر

ان کے حوصلہ سے گمراہی کے ستونوں میں زلزلہ آگیااورنعرہ اللہ اکبر سے کفرکے پہاڑ گرگئے

اولئک اقمار الهدی ونجومه   بهم یهتدی فی کل امرمحیر

یہ ہیں ہدایت کے چانداورتارے کہ ہرپریشان کن معاملہ میں انہی کے ذریعہ راہ ملتی ہے

ولن تبتغی الاالیهم هدایة   وماحادعنهم غیرغمرمزور

ان کے سواکسی کے پاس ہدایت نہیں مل سکتی اوربجزبیوقوف جھوٹ بنانے والےکوئی بھی ان سے بے رخی نہیں کرسکتا

ومن یبتغی المعروف من غیراهله   یجازی جزاء النادم المتحسر

اورجوکوئی نااہلوں سے بھلائی کاطالب ہوگا،اس کوبجزحسرت وندامت کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا

اولئک خیرالناس بعدنبیهم   ومن یعتصم بالله یسعدویظفر

یہ حضرات اپنے نبی کے بعدتمام مخلوق سے افضل ہیں جواللہ کاہوجاتا ہے وہ کامیاب اورفتح مند ہوتا ہے

اولئک اصحاب النبی وحزبه　　کفاهم به فخراعلی کل مفخر

یہ حضرات نبی کے اصحاب اور رسول کی جماعت ہیں، ان کو ہر فخر کے مقابلے میں یہی فخر بہت کافی ہے

ویتلوهم من کل بطن عصابة　　علی نصرة الداعی النبی المطهر

اوران کے پیچھے پیچھے ہر زمانہ میں ایک جماعت اللہ کی طرف بلانے والی پاکیزہ پیغمبر کی نصرت پر تیار رہتی ہے

نبی اتی والناس فی فخمة الدجی　　من الظلم فی شرمن الجهل منکر

آپ ایسی حالت میں تشریف لائے کہ لوگ ظلم کی سخت تاریکی میں اور جہالت کی غیر معمولی بدی میں پھنسے ہوئے تھے

فلألأء نورالحق والرشدساطعا　　بطلعة میمون النقیبةازهر

پس حق اور ہدایت کا نور مبارک طبیعت روشن چہرہ والے نبی کے چہرہ سے چمکتا ہوا بلند ہوا

محمدن المبعوث للناس رحمة　　بوجه منیر مستنیر منور

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کے واسطے رحمت بنکر ایسے چہرہ کیساتھ جو خود بھی منور ہے دوسروں کو منور بنانے والا مبعوث ہوئے

بافضل بیت کان من آل هاشم　　واکرم قوم کان فی خیر معشر

خاندان بنی ھاشم کے بہترین گھرانے میں اور بہترین جماعت کی معزز قوم میں

سلالةامجادکرام ذوی العلی　　ذوی نسب من خندف مثل نیر

آپ بلند معزز شریف لوگوں کی اولاد ہیں جنکا نسب خندف سے ملتا ہے جو آفتاب کی طرح روشن ہے

اتانابنورلن تری العین مثله　　ولم ترحقامثله من مخبر

آپ ہمارے پاس ایسا نور لیکر تشریف لائے جس کی نظیر آنکھ کہیں دیکھ نہ سکے گی، اور حقیقت میں آپ جیسا پیغمبر کسی نے پہلے بھی نہیں دیکھا

اتانابآیات کشمس منیرة　　تجلت علی الاقطارفی خیر منظر

ہمارے پاس ایسی آیات لائے جو روشن آفتاب کی طرح چار دانگ عالم میں بہترین منظر کی ساتھ جلوہ نما ہیں

اتانابرهان من العلم والهدی　　فیاخیر موروودویاخیر مصدر

ہمارے پاس علم وہدایت کے مستحکم دلیل لیکر آئے پس اے سبحان اللہ آپ کیسے سیراب کرنیوالے اور کیسی پیاس بجھانے والے ہیں

جواداذاماافقرالدهراهله　　ومامثله فی الجودمن متبکر

جس وقت زمانہ مخلوق کی کمر توڑ دے آپ سخاوت کرنے والے ہیں اور آپ کے برابر سخاوت میں کوئی پیش قدمی کرنے والا نہیں

هوالغیث جودابل هوالبحرزاخرا　　بلی فوق بحرزاخرمتزخر

آپ سخاوت کی بارش ہیں بلکہ لبریز سمندر ہیں نہیں بلکہ پر جوش سمندر سے بھی بڑھ کر ہیں

غیاث لملهوف ملاذلخائف　　مغیث لمحروق الجوی متضور

پریشان غم زدہ کے فریاد رس ڈرنے والوں کے جائے پناہ سوختہ باطن بیتاب کے مددگار

مجیرلمن لایأخذالناس کفه　　معز لمقهورذلیل مصغر

جن کا کوئی بھی دستگیر نہ ہو اس کو پناہ دینے والے مظلوم ذلیل وخوار کو عزت بخشنے والے

نظام لحق بل قیام لاهله　　نکال لباغیالشرللحق منکر

حق کا انتظام کرنے والے بلکہ اہل حق کے لئے سہارا اور بدی ڈھونڈنے والے منکر حق کو سخت سزا دینے والے

حیوة لمن قدمات بالجهل قلبه　　نجاة لاسری فی ضلال محور

جس کا دل جہل سے مردہ ہو چکا ہو اس کے لئے حیات بخش، اور تباہ کن گمراہی میں گرفتار ہونے والوں کے لئے نجات ہیں

رحیم علی الادنی عفوعن العدی　　ومالکسیرمثله من مجبر

غریب پر رحم کرنے والے دشمنوں کو معاف کرنے والے، ٹوٹے ہوئے کو آپ کے برابر کوئی جوڑنے والا نہیں

تراه اذاماجئته متهللا　　فاحبب به من ازهراللون انور

تو جب بھی آپ کے پاس آئے آپکو ہنستا ہوا کھلا ہوا پائے گا، سبحان اللہ یہ کھلی ہوئے چمکدار رنگ والے کیسے محبوب ہیں

ملیح ملاح الدهرسکری بحسنه　　وکم من قتیل باللحاظ مقطر

ایسے ملیح ہیں کہ زمانہ بھر کے ملیح آپ کے حسن پر فریفتہ ہیں۔ آپ کی نگاہ سے کتنے ہی کشتہ پچھاڑے ہوئے ہیں

قد انشق صدرالبدررحبابوجهه　　وطوبی لقلب بالهوی متفطر

چاند کا سینہ آپ کے چہرۂ مبارک کی محبت میں شق ہو گیا۔ اور مبارک ہے وہ دل جو محبت سے پھٹ جائے

لقد انذر الاقوام سرا او جهرة　　ومامثله لله من متشمر

آپ نے جملہ اقوام کو خفیہ واعلانیہ خدا سے ڈرایا، اور آپ کے برابر اللہ کے راستوں میں کوشش کرنے والا کوئی نہیں ہوا

فصاریناديهم خلال بیوتهم　　وطورایناديهم بجمع ومشعر

پس کبھی تو آپ ان کے گھروں کے اندر پہنچ کر تبلیغ فرماتے تھے اور کبھی منی ومزدلفہ میں منادی کرتے تھے

دعاهم الی التوحید والبروالتقی　　وترک المعاصی والاذی والتجبر

آپ نے ان کو توحید اور نیکی وپرہیز گاری اختیار کرنے اور سرکشی ایذا رسانی اور تکبر کے چھوڑنے کی دعوت دی

وقام بامرالله یوماعلی الصفا　　فنادی الاهل من سمیع ومبصر

ایک دن آپ نے اللہ کے حکم سے کوہ صفا پر کھڑے ہوکر لوگوں کو ندا دی کہ تم میں کوئی شنوا بینا ہے

الاخبرواعنی بماتعلمونه　　فقد عشت فیکم مدة بین اظهر

اے لوگو! میرے متعلق تم جو کچھ جانتے ہو بیان کرو، کیونکہ میں ایک مدت تک اپنی زندگی کے دن تمہارے درمیان گزار چکا ہوں

فقالوا امین صادق غیر کاذب　　وماقلت زوراقط یاابن المخیر

سب نے جواب دیا کہ آپ صادق، امین ہیں جھوٹے نہیں اور اے برگزیدہ باپ کے بیٹے آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

فنادی بصوت زلزل الارض مرة　　الافاقبلواقول النذیر المذکر

اس پر آپ نے ایسی بلند آواز سے جس نے ایک بار زمین میں زلزلہ ڈالدیا یہ فرمایا کہ ہوشیار ہو کر ڈرانے والے ناصح کی بات مان لو

الافاهجروامانتحتون وسارعوا　　الی ربکم قبل العذاب المدمر

خبردار! اپنے تراشے ہوئے بتوں کو چھوڑ کر جلدی اپنے رب کی طرف دوڑو پہلے اس سے کہ برباد کرنے والا عذاب آجائے

اقروابان الله لارب غیره　　وانی رسول الله من ملیک مقدر

اس بات کا اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور یہ کہ میں اس بادشاہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو ہر چیز کا اندازہ کرنے والا ہے

ففتح آذانابحق مصدع　　وبصرعمیانابنطق مفسر

پس فیصلہ کن پیغام حق سے آپ نے بہروں کے کان کھول دیئے اور بلیغ کلام سے اندھوں کو سوانکھا بنادیا

فصاروا کان الطیرفوق رئوسهم　　حیاری جمیعاللکلام المؤثر

اب وہ ایسے ہوگئے جیسے ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوں، سب کے سب اس مئوثر بیان سے حیران ہوگئے

ونادی شقی القوم تبالمن دعا　　فتبت یداه فی لهیب مسعر

اس قوم میں سے ایک بدبخت چلا کر کہنے لگا کہ جس نے ہم کو بلا کر جمع کیا ہے اس کے ہاتھ ٹوٹیں تو بھڑکتی ہوئی آگ میں اسی کے ہاتھ ٹوٹ گئے

ولما رأی من اهل مکة جفوة　　اتی طائفایرجولنصرمؤزر

جب آپ نے مکہ والوں کا برتاؤ سخت دیکھا تو طائف والوں کے پاس قوی مدد کی امید میں تشریف لے گئے

فلم یستجیبواللرسول واغلظوا　　له القول سباثم ضربابا حجر

انہوں نے بھی رسول کی بات نہیں مانی اور سخت گفتگو و دشنام دہی۔ سنگ باری سے پیش آئے

فباء بقلب مطمئن بربه　　حزین علی اعمال قوم متبر

تو آپ ایسے دل کے ساتھ واپس ہوئے جو اپنے پروردگار پر مطمئن تھا اور تباہ کار قوم کے اعمال پر غمگین تھا

فلوشاء ان یدعوعلیهم لطبقت　　علیهم جبال فی نکال منکر

اگر آپ بددعا کرنا چاہتے تو پہاڑ ان کے اوپر گر پڑتے اور سخت عذاب کا سامنا ہوتا

ولکن دعارب اهدقومی فأنهم　　سکاری بجهل فی القلوب محبر

لیکن آپ نے یہ دعا کی کہ اے پروردگار میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ جہالت میں مست ہیں جو ان کے دلوں میں آراستہ ہے

فهل نظرت عین کمثل محمد　　رءوفاعلی الاعداء بعدالتبصر

تو کیا کسی آنکھ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دشمنوں پر رحم کرنے والا تلاش بسیار کے بعد بھی دیکھا ہے

وهل مثله فی الناس من متحلم　　وهل مثله فی الخلق من متصبر

اور کیا آپ کے برابر لوگوں میں حلیم بردبار اور مخلوق میں کوئی صبر کرنے والا ہے؟

وهل مثله فی العرب والعجم ماجد　　وهل مثله فی البیض والسودمن جری

اور کیا عرب وعجم میں آپ جیسا کوئی شریف اور کالے گوروں میں آپ جیسا بہادر ہے؟

فمن کان اومن قدیکون کاحمد　　عفوعن الزلات للمتعثر

بس محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خطا کار کی لغزشوں کو معاف کرنے والا کون ہوا ہے یا کون ہوگا؟

هو الرحمة المهداة من عند ربنا　　تجلی علی الاقوام فی خیرمأثر

آپ سراپا رحمت ہیں اللہ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر بھیجے ہوئے۔ آپ بہترین فضائل کے ساتھ اقوام عالم پر جلوہ نما ہوئے ہیں

دعاه اله العرش لیلاالی العلی　　وعزره واهاله من معزر

ایک رات خداوند عرش نے آپ کو آسمان پر بلایا اور آپ کی ایسی عظمت ظاہر کی کہ اس عظمت پر آپ کے لئے مرحبا ہے

فساریلاقی واحدابعدواحد　　من الرسل فی عزمنیع مؤقر

پس آپ یکے بعد دیگرے رسولوں سے ملتے ہوئے چلے عظیم الشان عزت کے ساتھ

ویخترق السبع السموات کلها　　طباقاویعلومظهرافوق مظهر

آپ ساتوں آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے فرماتے جاتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر بلند ہوتے جاتے تھے

وجبریل یمشی آخذابرکابه　　فواهاله من راکب اللیل اقمر

جبریل امین آپ کی رکاب تھامے ہوئے چل رہے تھے۔ سبحان اللہ آپ کس شان سے رات کو سوار تھے کہ چاند کی مانند آپ کا چہرہ چمک رہا تھا

فکان له ماکان من فضل ربه　　ونال مکاناقدعلاعن تصوّر

پھر آپ پر خدا کا فضل ہوا جو کچھ بھی ہوا۔ اور آپ نے ایسا رتبہ پایا جو کسی کے گمان میں نہیں آسکتا

هوالآول العالٰی وان جاء آخرا　　فاعجب به من عاقب متصدر

آپ ہی سب سے مقدم اور بلند ہیں اگرچہ سب رسولوں کے بعد تشریف لائے۔ پس آپ کی شان بھی کس قدر عجیب ہے پیچھے آئیں اور آگے آگئے

ولماتمادی القوم فی الغی والاذی　　ترحل عنهم رحلة المتضجر

جب قوم گمراہی اور ایذارسانی میں حد سے بڑھ گئی تو آپ نے تنگ دل ہو کر ان کے پاس سے کوچ کیا

ترحل عن قوم فمالت جدودهم　　وحل علی قوم بخیر مفجر

جب قوم سے آپ نے کوچ کیا اوس کا بخت سرنگوں ہو گیا اور جس قوم پر نزول کیا وہاں بھلائی کے دریا بہنے لگے

وقد نزلت منه علی اهل طیبة　　شأبیب فضل فی سناء مشهر

آپ کی وجہ سے مدینہ والوں پر فضل وکرم کی بارشیں نازل ہو گئیں اور ان کی عزت بلند ہو گئی

هنیئا لانصار النبی سعادة　　ابتهافئام من ضلال التفکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کو یہ سعادت مبارک ہو جس سے دوسری قوموں نے اپنی رائے کی غلطی سے انکار کر دیا تھا

فطیبة طابت واشمخرت الی العلا　　وقد لألأت اقطارها بالتنور

پس مدینہ پاکیزہ بن کر بلندی کے طرف سربلند ہو گیا۔ اور اس کے تمام اطراف نورانیت سے چمکنے لگے

بهاقبة خضراء زهراء بهجة　　یحل بهاقبر الحبیب المعطر

مدینہ میں ایک قبہ خضراء ہے جو رونق دار چمکدار ہے۔ اسی میں اس محبوب کی قبر ہے جو دنیا بھر کو معطر کئے ہوئے ہے

ومامات من تحیی القلوب بذکره　　بنفسی حی راقد بین اقبر

اور جس کے ذکر سے دلوں کو حیات نصیب ہوتی ہے وہ مر نہیں سکتا۔ میری جان اس زندہ کے قربان جو چند قبروں کے درمیان آرام فرما ہے

فدته نفوس العالمین فانه　　هو الروح فی هذا الوجود المصور

آپ پر تمام جہاں والوں کی جانیں فدا ہوں کیونکہ روح آپ ہی ہیں باقی تمام عالم صورت ہی صورت ہے

ولو کان تمشی بالعیون محبة　　عدوت له بالعین عدو المضمر

اگر محبت میں آنکھوں کے بل چلنا ممکن ہوتا تو میں آنکھوں کے بل تیز رو گھوڑوں کی طرح دوڑ کر آپ تک پہنچتا

فدی لرسول الله نفسی ومهجتی　　وامی وآبائی أقلی واکثری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان ودل میرے ماں باپ میرا تھوڑا بہت سب کچھ قربان

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ

۱۳۱۵۔۔۔۔۱۴۰۲ھ

۱۸۹۸۔۔۔۔۱۹۸۲م

آپ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے فرزند اور مولانا محمد الیاس بانیٔ تبلیغی جماعت کے بھتیجے تھے۔ ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ /۱۲ فروری ۱۸۹۸ء کی شب گیارہ بجے نماز تراویح کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ اول سے آخر تک تمام تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی۔

۱۳۳۴ھ میں مولانا خلیل احمد، اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۱۳۳۵ھ میں مظاہر علوم میں تدریس کا آغاز کیا۔ شوال ۱۳۴۱ھ میں علم حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو ۱۳۸۸ھ تک جاری رہا۔ بلا مبالغہ اس طویل عرصہ میں ہزاروں طلبہ نے آپ سے حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

تصانیف:

تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف سو سے زیادہ ہیں۔ ان میں حدیث کی مشہور کتاب مؤطا امام مالکؒ کی عربی شرح ''اوجز المسالک (چھ جلدوں میں) حواشی الکوکب الدری (۱۔۲) لامع الداری علی جامع البخاری (۱۔۳) شمائل ترمذی، فضائل نماز، فضائل قرآن، فضائل رمضان، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل حج، فضائل صدقات، حکایات صحابہ، فضائل درود شریف، فضائل تجارت، تقریر بخاری شریف، تاریخ مظاہر، اور تاریخ مشائخ چشتیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تبلیغی نصاب کئی زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو رہا ہے اور ایک دنیا اسے پڑھ کر اس پر عمل کر رہی ہے۔

چند ارشادات:

''جو کچھ کرو اللہ کی مرضی کے موافق کرو، اپنے جی اور مرضی کے موافق نہ کرو، اللہ کو راضی کر نے کے لئے کرو۔

میرے دوستو! مالک کے سامنے جھک جاؤ تو ساری چیزیں تمہارے سامنے جھک جائیں گی۔

اللہ کا نام کتنی ہی غفلت سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔تم لوگ اللہ اللہ کرتے رہو۔

جو چیز دل میں جم جاتی ہے اس کا ذکر آسان ہو جاتا ہے۔اصل بات ذوق وشوق کی ہے۔

تبلیغی کام دین داری پیدا کرنے کے لئے ہے۔اگر تم تبلیغ کی کوشش کے ساتھ ساتھ ذکر پر بھی مداومت رکھو گے تو ان شاءاللہ عجیب وغریب برکات دیکھو گے۔علم وذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے۔

غیروں کے لباس اور وضع قطع سے احتراز کرنا چاہئے۔ہم مسلمانوں کو اپنے بزرگوں کے طرز کا اسلامی لباس پہننا چاہئے۔

درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔خاص طور پر جمعۃ المبارک کے دن عصر کی نماز کے بعد ۸۰ مرتبہ باقاعدگی کے ساتھ درود شریف میرا معمول ہے۔

اصل مقصد کیا ہے؟ بس بندہ خدا سے لپٹ جائے اور اسے راضی کر لے۔

کسی حق پرست جماعت کا باطل پرستی کی طرف پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھنے لگ جائے کہ ہمارے سوا دوسری کوئی دینی جماعت حق پر نہیں ہے اور ہماری جماعت کی بقاء دوسروں کی فنا ہی کی صورت میں ہو سکتی ہے۔دیکھنا! آپ کی جماعت میں کہیں یہ احساس وتأثر نہ پیدا ہو جائے۔

اشفاق حسین قریشی لکھتے ہیں:۔

حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا) ۱۳۸۸ھ سے مستقلاً مدینہ منورہ ہی مقیم ہو گئے

تھے۔تبلیغی کاموں کے سلسلے میں اور ذکر واذکار کی محفلیں قائم کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے سفر اختیار کرتے ،کبھی جنوبی افریقہ،کبھی پاکستان اور کبھی یورپ کا سفر اختیار کرتے اور پھر مدینہ واپس آجاتے۔مدرسۃ الشرعیہ کے ایک گوشہ میں قیام تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مصنف تھے۔عالم دین تھے اور مبلغ بھی۔دین سے محبت،اللہ سے لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ان کے رگ وپے میں رچا بسا تھا البتہ انہیں انتشار اور افتراق سے سخت نفرت تھی،مہمان نوازی اور غرباء پروری میں ید طولی حاصل تھا۔پچیس تیس مہمانوں سے کم تو کبھی آپ کے دستر خوان پر دیکھے ہی نہیں گئے۔[1]

صوفیانہ مسلک:

آپ اپنے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی (خلیفۂ مجاز مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے چاروں سلسلوں میں خلافت حاصل کی۔

آپ کو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بھی خلافت حاصل تھی،حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔بیسیوں بڑے بڑے علماء اور صلحاء آپ کے خلفاء میں شامل ہیں ان میں:۔

(۱) مولانا محمد یوسف لدھیانوی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
(۲) مولانا محمود حسن گنگوہیؒ (۳) مولانا منور حسین
(۴) صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ (۵) مولانا قاری امیر حسن
(۶) مولانا محمد یونس (۷) مولانا قاری عبدالمعید
(۸) مولانا فیض الحسن (۹) مولانا عبدالحفیظ مکی

[1] اشفاق حسین قریشی: ۱۲ عاشقان رسول ﷺ: لاہور: ۱۹۹۱ء: ص ۶۷

(۱۰) حضرت صوفی محمد اقبال مدنی (۱۱) مولانا محمد یوسف متالا لندن

(۱۲) مولانا معین الدین (۱۳) مولانا محمد یحییٰ مدنی

(۱۴) مولانا مفتی محمد یوسف داؤد (۱۵) مولانا جمیل احمد

(۱۶) مولانا احرار الحق (۱۷) مولانا قطب الدین گیاوی

(۱۸) مفتی ولی حسن کراچی (۱۹) مولانا عبداللہ کرسوی

(۲۰) مولانا ہاشم بخاری (۲۱) مولانا سید رشید الدین مرادآبادی

(۲۲) مفتی سید مختار الدین کربوغہ کوہاٹ (۲۳) مولانا امام الدین بہاری

(۲۴) فقیر محمد جزیرہ انڈمان (۲۵) حکیم عبدالقدوس مدینہ منورہ

(۲۶) مولانا عبدالحئی بہلی شریف شجاع آباد (۲۷) مولانا محمد اشتیاق بہاری

(۲۸) مولانا محمد طاہر لکھنوی (۲۹) مولانا محمد زبیر مکی مسجد کراچی

(۳۰) مولانا محمد مصطفیٰ آگرہ (۳۱) احمد ناخدا افریقی مدینہ منورہ

(۳۲) حسان احمد مدینہ منورہ (۳۳) نجیب اللہ مدینہ منورہ

(۳۴) حافظ صغیر احمد انارکلی لاہور (۳۵) مفتی بشیر حسن احمد ناٹال

(۳۶) مولانا محمد بلال باوا بری لندن (۳۷) مولانا عبدالرحیم زمبیا

(۳۸) مولانا عزیز الرحمٰن راولپنڈی (۳۹) مولانا عبدالرحیم بجنوری

(۴۰) مفتی محمد اسماعیل گجراتی (۴۱) مولانا عبدالجبار اعظمی مرا آباد

(۴۲) مولانا کفایت اللہ گجرات (۴۳) ڈاکٹر اسماعیل میمنی مدینہ منورہ

(۴۴) مولانا محمد سجاد اعظم گڑھ (۴۵) مولانا عبدالحلیم جونپوری

(۴۶) میاں جی محمد عیسیٰ میواتی (۴۷) محمد زکی مدینہ منورہ

(۴۸) مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل بری لندن (۴۹) صوفی عبدالاحد بہاری

(۵۰) مولانا سید خلیل حسین دیوبند (۵۱) سید صابر حسین سہارنپور

(۵۲) حافظ صدیق احمد مرزاپور سہارنپور (۵۳) مولانا قاری رحیم بخش ملتانی،

مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی، مولانا سعید احمد مہاجر مدنی، مولانا محمد عمر کاندھلوی، مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا مسعود الٰہی، مولانا واثق الیقین، مفتی زین العابدین، مولانا مفتی محمود حسن، مولانا معین الدین، میانجی موسیٰ، مولانا منیر الدین میواتی، الحاج احمد ناخدا افریقی، مولانا محمد ابراہیم پالنپوری، مولانا اسماعیل بدات، قاضی عبدالقادر، مولانا احمد لولات، مولانا محمد مسلم، مولانا محمد سلیمان پانڈور، مولانا محمد احمد، مولانا محمد ہارون، مولانا وارث علی، مولانا غلام محمد ڈیسائی، مولانا فقیر محمد، حکیم سعد رشید اجمیری، مولوی احمد میاں، مولانا ابراہیم عبدالرحمٰن میاں، مولانا امجد اللہ گورکھپوری، قاضی محمود الحسن، الحاج حکیم یامین، مولانا اظہار الحسن کاندھلوی، حاجی عبدالعلیم مرادآبادی، مولانا محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری، مولانا عبدالعزیز کھلنوی، الحاج غلام دستگیر، مولانا محمد یونس جونپوری، مولانا محمد شفیق دیوبندی، مولانا نسیم احمد فریدی، مولانا محمد عبداللہ، الحاج انیس احمد، مولانا محمد عاقل، مولانا مظہر عالم مظفرپوری، الحاج فتح محمد، الحاج محمد داؤد، مولانا زبیر الحسن، مفتی محمد شاہد، مولانا محمد گارڈی، مولانا فیض الحسن کشمیری، مولانا محمد شاہد، مولانا عبداللہ، پروفیسر محمد سلمان، مولانا محمد احمد تھانوی، مفتی بشیر احمد، مولانا محمد ابراہیم پانڈور افریقی، مولانا محمد موسیٰ پانڈور، مولانا احمد درویش، مولانا محمد ابراہیم بلال باوا، الحاج ابوالحسن صدیقی، مولانا حافظ سلیمان، حافظ محمد صدیق اور پیر جی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[1]

۱؎ آپ کے خلفا کا تذکرہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے قلم سے تین جلدوں میں چھپ کر مارکیٹ میں آگیا ہے۔

وصال:

۱۳۸۸ھ سے مستقلا مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں یکم شعبان ۱۴۰۲ھ / ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء بروز دوشنبہ وصال ہوا اور حسب خواہش جنت البقیع میں جگہ ملی۔

آپ کے ایک عقیدت منداور خلیفہ مولانا سید محمد ثانی حسنی نے آپ کے بارے میں جو مدحیہ قصیدہ لکھا وہ پیش کیا جاتا ہے:۔

در مدح حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ

وہ شیخ کہ جن کے قدموں سے آباد دلوں کے ویرانے
وہ شیخ کہ جنکی برکت سے ہیں باوٗہ حق کے میخانے
وہ شیخ کہ ہیں جو ساقی مے گردش میں جن سے پیمانے
وہ شیخ کہ جن کے بن کر ہم بھولے ہیں جہاں کے افسانے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
وہ شیخ کہ جن کو کہتے ہیں ہم مرشد حق ربانی
وہ شیخ کہ جنکو بخشا ہے اللہ نے قلب سمنانی
وہ شیخ کہ جنکو حاصل ہے پاکیزہ نگاہ جیلانی
وہ شیخ کہ جنکی مجلس ہے پُرکیف و مبارک نورانی
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
ہیں شیخ ہمارے پاک نظر ہیں خندہ جبیں ہیں شیریں سخن
ہیں شیخ ہمارے مہر مبیں ہر نور ہے جن سے صبح وطن
وہ شیخ کہ جن سے مہکا ہے سنت کے حسیں پھولوں کا چمن
وہ شیخ کہ جن کی جنبش لب ہے لعل بدخشاں دُرّ یمن
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے

اللہ کے بندوں کو ان سے ایمان کی دولت ملتی ہے
ہو دولت دنیا جس پہ فدا وہ دین کی نعمت ملتی ہے
جس دل پہ نظر فرماتے ہیں اس کو سکینت ملتی ہے
دل عشق کا سودا پاتا ہے سوغاتِ محبت ملتی ہے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
وہ شیخ کہ جن کی صحبت سے ہر ذہن مجلّا بنتا ہے
وہ شیخ کہ جنکی خدمت سے ہر قلب مصفّا بنتا ہے
جو خاک کا ذرّہ ہوتا ہے وہ لُو لُو لا لا بنتا ہے
غافل جو خدا سے ہوتا ہے عاشق وہ خدا کا بنتا ہے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
شاداب ہیں جن کے غنچہ وگل وہ شیخ کا گلشن گلشن ہے
ہیں شیخ کی مجلس مجلس دل وہ اہل یقیں کا مخزن ہے
آغوش محبت شیخ کی ہے نایاب گہر کا معدن ہے
جس شمع پہ نازاں شمعیں ہیں وہ شیخ کی شمع روشن ہے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
وہ بزم ہے بزم احسانی جس بزم کے ہیں وہ صدر نشیں

اس بزم کی ہر صبح حسیں اس بزم کی ہے ہر شام حسیں
اس بزم میں آکر پاتا ہے ہر ایک متاع علم و یقیں
اس بزم پہ صدقے حشمت وزرس بزم پہ صدقے تاج ونگیں
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
یہ بزم جسمیں شام وسحر رحمت کے فرشتے آتے ہیں
وہ بن کے گھٹائیں رحمت کی اس بزم پہ آکر چھاتے ہیں
وہ ذکر مسلسل سُن سُن کر رحمت کا مینہ برساتے ہیں
ویران دلوں کے صحرا میں پھولوں کا چمن مہکاتے ہیں
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے
اللہ کرے یہ ساقی رہے مے باقی رہے میخانہ رہے
ساقی کی رہے ہر لطفِ نظر گردش میں ہر پیمانہ رہے
تادیر رہے یہ شمع ہدیٰ ہونے کو فدا پروانہ رہے
اور دشت جنوں میں گرم سفر بیتاب دل دیوانہ رہے
ہیں شیخ ہمارے شمع ہدیٰ ہم شمع ہدیٰ کے پروانے
ہم انکی اداؤں پر ہیں فدا ہر ایک ادا پر دیوانے

--- --- --- ---

۲

ہیں شیخ حقیقت میں اک مرشد ربانی!

نازاں ہے عمل جن پر وہ عالم حقانی

اعمال ہیں پاکیزہ اخلاق ہیں روحانی

کیا خوب ہے چہرے پر انوار کی تابانی

ہے مجلس پاک ان کی کیا مجلس نورانی

رحمت کی ہے ارزانی برکت کی فراوانی

وہ صحبتِ بابرکت پُر کیف یقین پرور

کرتی ہے ادا دل کو کیفیت احسانی!

کرتی ہے اثر ایسا پاکیزہ نظر اُن کی

ذرہ کو بناتی ہے وہ لعل بدخشانی

کیا زہدو قناعت ہے کیا جودو سخاوت ہے

شاہی میں فقیری ہے اور فقر میں سلطانی

جو علم بنوت ہے سینہ میں نہاں اُن کے

اس علم پہ صدقے ہوں شیرازی و خاقانی

لغزش نہ کوئی آئی قدموں میں کبھی اُن کے

طوفان اٹھے اکثر بولہبی و ہامانی!

اس راہ مبارک کے رہبر بھی ہیں راہی بھی

جس راہ کے راہرو تھے شیبانی و شوکانی

میخانہ عرفاں کے ہیں ساقی مستانہ

جو کردیں عطا وہ ہے جو پھینک دیں وہ پانی

ہیں میری نگاہوں میں دنیائے تصوف کے

وہ شبلی و جیلانی ملتانی و سمنانی

الحاد کی ظلمت میں وہ نور محمدﷺ ہیں

ہیں نور محمد ﷺ سے ظلمت کدے نورانی

وہ اپنے زمانے کے امداد ہیں اشرف ہیں

سرسبز و نہاں ان سے ہے گلشن عرفانی

گلہائے رشیدی میں ہے نکہت و رنگ ان سے

وہ روح گلشانی وہ باد دیستانی!

بستان خلیلی کے وہ جان بہاراں ہیں

ان سے ہے پھلا پھولا ہر گوشۂ بُستانی

جذبہ ہے انہیں حاصل محمود کا قاسم کا

ہو جذبۂ آزادی یا جذبۂ ایمانی

و صبر و عزیمت میں ہیں مثلِ حسین احمد

ہے سر پہ وجاہت کا اک تاجِ سلیمانی

وہ مرد مجاہد ہیں ' وہ مردِ قلندر ہیں

ہر ضرب کلیمی ہے ، ہر نکتہ ہے لقمانی

اللہ نے بخشی ہے خوئے اسد اللّٰہی

کردار میں عثمانی اخلاق میں سلمانی
ہو حلقۂ درس انکا یا مجلس خاص ان کی
کھلتا ہے چمن جب وہ کرتے ہیں مہمانی
وہ خلق مجسم ہیں ' وہ علم سراپا ہیں!
وہ مہرِ درخشاں ہیں ' وہ شمعِ شبستانی
تادیر رہے سایہ، اس مرشد کامل کا
اللہ سے کرتا ہے ہر لحظہ دُعا ثانی

--- --- --- --- ---

۳

اے کہ تو شیخ الحدیث آقائے من عالی مقام
درنگا ہم تو امامِ ملّتِ خیرالانام
سرگردہِ اولیاء سرخیلِ مردانِ فدا
سربراہِ اہلِ دیں منجملہ خاصانِ کرام
نازِ اصحاب حدیث و فقہہ و تفسیر و ادب
قدوۂ اہل عزیمت فخرِ اسلاف و عظام
اے کہ تو شمع شبستان عمل در راہ حق
اے کہ تو مرد بزرگ و بندہ رب الانام
اے کہ تو در دورِ حاضر نقطۂ پر کار حق!
خندہ رو روشن جبیں پاکیزہ دل شیریں کلام

صاحب قلب و نظر علم و عمل مہر و وفا
تو میرا آقا و مرشد من ترا ادنیٰ غلام
من حقیرے بے نوائے خاکپائے آنجناب
غرق ایں دم من شدم دربارۂ عشقت تمام
حال من ابتر شدہ آقائے من تدبیرکن
آہ من ہستم اسیر دام نفس بے لگام
تادم آخر ترا منت شناسم ھر نفس
گر تو چہ می کنی بر حال من ازلطف عام
درجناب حق تعالیٰ من دعائے می کنم
رحمت او سایہ گستر برسرور لا مدام!

--- --- --- ---

۴

ہیں شیخ میرے محبوب و دلبر
مرد مجاھد مرد قلندر!
علم وعمل کے ہیں شیخ پیکر
جاں سے عزیز اور دل سے مؤقر
ان کی نوائیں ان کی ادائیں !!
ہیں خوش سے خوش تر بہتر سے بہتر
دل ہے کشادہ شیریں زبان ہے

روشن جبیں ہے چہرہ منور
ہر بول ان کا جادو اثر ہے
مجلس ہے ان کی کیا روح پرور
صحبت میں ان کی تاثیر وہ ہے
بگڑا ہوا دل بنتا ہے اکثر
قدموں میں ان کے ہے کج کلاہی
ٹھوکر پہ ان کے تاج سکندر
ان کے قدم سے صحرا ہے گلشن
ان کی نظر سے کانٹے گلِ تر
آتا ہے کوئی گرزاغ بنکر!
جاتا ہے بنکر شہباز شہپر
ان کے مصاحب ان کے فدائی
کچھ ہیں کواکب کچھ ماہ و اختر
ان کے ہیں پیرو عاشق خدا کے
ان کی جماعت ہے حق کا لشکر
ہے شغل ان کا شب زندہ داری
ہے ذکر جاری ہر دم لبوں پر
کرتے ہیں جس پر نظرِ کرم وہ
خوش بخت بنتا ہے وہ لعل و گوہر

اللہ رکھے ان کو سلامت!
تعلیم ان کی ہو عام گھر گھر
ثانیؔ ہے ان کا ناچیز خادم
گرچہ ہے کمتر اور بدسے بدتر
ہے فرق ان میں ارض و سما کا
ثانیؔ ہے قطرہ وہ ہیں سمندر
ہیں شیخ رکھتے کیا شان عالی
اللہ اکبر اللہ اکبر

--- --- --- ---

۵

شیخ فخر دین و ملت نازش ملک و وطن
شیخ سے ہے دور حاضر میں ہدایت کا چلن
شیخ سے روشن چراغ سنت ختم الرسل
شیخ وارث انبیاء کے نائب شاہ زمن
شیخ سے حاصل ہوئی مردہ دلوں کو زندگی
شیخ کے منت کشاں اہلِ نظر اہل سخن
شیخ سے آباد ویرانے ہوئے دل کے تمام
شیخ کے اعلان حق سے گونج اٹھے کوہ ودمن
شیخ مردانِ خدا کے قافلہ سالار ہیں!

شیخ دل کی انجمن کے ہیں امیر انجمن
شیخ نے شمعیں جلائیں علم دیں کی ہر طرف
شیخ نے جاری کیے عرفان کے گنگ وجمن
شیخ کو کہنا بجا ہے حضرت شیخ الحدیث
شیخ سے علم حدیث پاک کا مہکا چمن
شیخ ہیں نورانی صورت شیخ ہیں پاکیزہ دل
شیخ ہیں روشن جبیں شیریں زباں غنچہ دہن
شیخ کی صحبت یقیناً صحبت اکسیر ہے
شیخ کی ہر ہر نظر خورشید کی نوری کرن
شیخ ہیں شیخ المشائخ قطب ملت قطب دیں
شیخ ہیں اس دور کے صدیق و فاروق وحسن
شیخ کا ہے خوشہ چیں ندوہ مظاہر دیوبند
شیخ کا قائل حجاز و سیریا مصرویمن
شیخ میر صاحبان عشق و ہستی درد و سوز!
شیخ شان کلیر و اجمیر و دہلی اجودھن
شیخ سے حاصل ہوئی سوغات ذکر اللہ کی
شیخ کے دم سے ہوا ہر خار دل گل پیرہن
شیخ کی ہر جنبش لب دیں کی جھنکار ہے
شیخ کی ہر ہر ادا حق کوش ہے باطل فگن

شیخ کا ثانی نہیں ہے کوئی لاثانی ہے وہ
شیخ کو بخشا خدا نے مرد حق کا بانکپن

--- --- --- ---

٦

ترا میخانہ ہے میخانہ عرفان اے ساقی
یہاں پیتے ہیں میکش بادۂ عرفان اے ساقی
پلا مجھ کو بھی جام بادۂ عرفان اے ساقی
ترا مجھ پر بہت ہوگا بہت احسان اے ساقی
تجھے ہے خاص نسبت حضرت ساقی کو ثر سے
انہیں کے میکدے سے ہے ترا فیضان اے ساقی
تو ساقی ہے وہی ساقی ہے جسکے فیض کا چرچا
ترے اک جام پر ہوں میکدے قربان اے ساقی
شراب معرفت پیتے ہیں ہر دم سینکڑوں میکش
یہاں پیتے ہیں میکش بادۂ عرفان اے ساقی
ترے ہاتھوں سے ملجائے جو جام معرفت مجھ کو
تو آجائے مجھ ایسے نیم جاں میں جان اے ساقی
بہار جانفزا ہے فصل گل ہے دین و ایمان کی
حسیں شام وسحر ہیں اور مہ رمضان اے ساقی
چلے ہر لمحے دور بادہ گلگون عرفانی

پڑھے ہر لحظہ تیرے میکدے کی شان اے ساقی
الاایہا الساقی اَدر کاساً ونا و لہا!
شراب معرفت پینے کا ہے ارمان اے ساقی
بده ساقی مئے نابم کہ یکدم بے خبر کردم
تیری نظر عنایت پر میں ہوں قربان اے ساقی
مئے ناب یقین و علم و عرفان چاہیئے مجھ کو
ملے جس سے مجھے اللہ کی پہچان اے ساقی
رہے باقی یہ بزم مئے رہیں جام سبو باقی
بڑھے بڑھتا رہے ہر دم ترا فیضان اے ساقی

--- --- --- ---

ے

حضرت شیخ سے ہے عقیدت مجھے
ہے محبت سے بڑھ کر محبت مجھے
انکی ہر ہر ادا سے ہے الفت مجھے
جان سے ہے عزیز انکی عزت مجھے
وہ دلوں کا سکوں اور آنکھوں کا نور!
اُن سے حاصل ہے دل کی سکینت مجھے
میرے استاد بھی ہیں میرے شیخ بھی
حاصل انکی ہے شفقت پہ شفقت مجھے

حضرت شیخ ہی کی بدولت ملی
علم و عرفان کی انمول دولت مجھے
انکی محبّت میں کچھ دن رہا تو پڑی
اللہ اللہ کہنے کی عادت مجھے!
جب بھی ڈالی محبت کی مجھ پر نظر
مل گئی دین و دُنیا کی دولت مجھے
بخشی مجھ کو انہوں نے متاع یقیں
کی عطا مشعل راہ سنت مجھے
جس سے پیدا ہوا میرے دل میں حضور
ان سے حاصل ہوئی ایسی نسبت مجھے
آہ نا آشنائے حقیقت تھا میں
کر دیا آشنائے حقیقت مجھے
مرشد کامل ان کو سمجھتا ہوں میں
حد سے بڑھ کر ہے انسے عقیدت مجھے
انکی عظمت میرے دل میں کیونکر نہو
ان سے حاصل ہوئی خیروبرکت مجھے
ہے حقیقت میں لذت میں لذت وہی
ذکر کی جو ملی ان سے لذت مجھے
ان کے احسان کو بھول سکتا نہیں

اے کہ عرفان حق بخشی عزت مجھے
ان کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں میں
جو انہیں چاہے اس سے چاہت مجھے

--- --- --- ---

۸

صاحبِ علم و فضیلت، حضرتِ شیخ الحدیث
نازشِ دین و شریعت حضرتِ شیخ الحدیث
سرگروہِ اہلِ دل، اہلِ صفا، اہلِ وفا
سرورِ اہلِ عزیمت ، حضرت شیخ الحدیث
باعثِ فخرِ جہانِ معرفت انکا وجود
مرجعِ اہلِ مشیخت حضرت شیخ الحدیث
سبکو دیتے ہیں متاعِ عشق و مستی دردوسوز
بانٹتے ہیں دل کی دولت ،حضرت شیخ الحدیث
مرجعِ اصحاب درس وفقہ وتفسیر و حدیث
قاسم علم نبوت ، حضرت شیخ الحدیث
گلشن عرفان کی باد نسیم مشکبار
نکہت باغ طریقت حضرت شیخ الحدیث
نقطۂ پر کار حق ان کی مبارک ذات ہے
مرکز اہل خشیت حضرت شیخ الحدیث

خندہ لب روشن جبیں شیریں سخن شیریں قلم
پاک رو پاکیزہ طینت حضرت شیخ الحدیث
جنکی صحبت میں رہے تو زاغ بھی شہپر بنے
شیخ ہیں وہ درحقیقت حضرت شیخ الحدیث
ظلمتوں میں جہل کی کرتے ہیں روشن ہر نفس
مشعل علم و فضیلت حضرت شیخ الحدیث
شرق سے تاغرب جنکا سلسلہ مقبول ہے
ہیں وہی شیخ طریقت حضرت شیخ الحدیث
حضرت مفتی الٰہی بخشؒ کے نعم الخلف
دین حق کی شان وشوکت حضرت شیخ الحدیث
ہے گلستانِ رشیدی جس سے سرسبز ونہال
ہیں وہی باران رحمت حضرت شیخ الحدیث
علم و عرفان خلیلی کے گلستاں کی بہار
گلشن یحییٰ کی نکہت حضرت شیخ الحدیث
ہیں سراپا حُسن دیں حُسن یقیں حُسن عمل
صاحب نور بصیرت حضرت شیخ الحدیث
صاحب عشق و محبت کیف وہستی درد وسوز
پاک صورت نیک سیرت حضرت شیخ الحدیث
ہیں نگاہ اہل دل مردان حق آگاہ میں
قابل صد فخر و عزت حضرت شیخ الحدیث

مولانا فیض الحسن گنگوہیؒ

آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور علامہ رشید احمد گنگوہی کے شاگرد رشید مشہور عالم دین، مصنف اور مناظر۔ مولانا حکیم فخر الحسن (م ۱۳۱۵) کے فرزند اور حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ کی اہلیہ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد کانپور میں اپنے والد کے زیر سایہ دینی تعلیم مکمل کر کے تجارت کتب اور مطبع کا کام کانپور ہی میں شروع کیا۔

آپ حافظ قرآن اور مختلف علوم وفنون میں دستگاہ رکھتے تھے۔ خوش اخلاق، خوش گفتار، بلند کردار صاحب علم وعمل اور خوش اوقات تھے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سے بیعت ہوئے اور ۵،۶ سال میں تکمیل سلوک کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد ۱۳۴۴ھ میں جب آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو مولانا فیض الحسن کو مجاز طریقت بنایا۔ [1]

[1] مولانا محمد ثانی حسنی کی کتاب ے مواد لیا گیا ہے۔

آپ کے چند اساتذہ کرام:

حضرت مولانا سخاوت علی صاحب انبیٹھوی

یہ پہلے انبیہٹہ میں درس دیا کرتے تھے۔ جب مظاہر علوم قائم ہوا تو حضرت مولانا سعادت علی خان صاحب کے حکم پر یکم رجب ۱۲۸۳ھ میں تشریف لائے، اور اولین استاذ عربی مقرر ہوئے، جو طلبہ پہلے مولانا سعادت علی صاحب کے پاس پڑھ رہے تھے ان کا سبق مولانا سخاوت علی صاحب کے پاس شروع ہوا، آپ ایک سال تک مدرسہ مظاہر علوم کے استاذ رہ کر ۱۲۸۴ھ میں مستعفی ہوئے، بعد ازاں ۱۲۸۸ھ میں دوبارہ مدرس فارسی مقرر ہوئے اور ۱۲۸۹ھ میں استعفادے کر پھر انبیہٹہ چلے گئے اور وہیں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔

آپ نے مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں بڑی جانفشانی وتندہی کے ساتھ طلبہ کو پڑھایا اور ان پر محنت کی۔ روداد مدرسہ میں اسے سراہا گیا ہے، حسن کارگزاری عاملِ فاضل مولوی سخاوت علی صاحب مدرس مدرسہ ہذا آئینہ قابل تحسین وآفرین ہے اس واسطے کہ یہ نتیجہ مولوی صاحب ممدوح کی توجہ دلی کا ہے۔ (مولانا سید محمد شاہد: علمائے مظاہر علوم: ج ۱، صفحہ ۸۲)

مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ

برعظیم پاک وہند میں عربی شعروادبیات کے نامور فاضل مولانا فیض الحسن سہارنپور کے ایک زمیندار گھرانے میں ۱۸۱۶ء (۱۳۳۲ھ) میں پیدا ہوئے۔ والد حافظ خلیفہ علی بخش ایک عالم فاضل بزرگ تھے۔ فیض الحسن نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی اور مروجہ عربی و فارسی کتب پڑھیں۔ کھیل کود کے علاوہ پہلوانی اور بنوٹ وغیرہ فنون سے بھی دلچسپی رہی۔ ۱۹، ۲۰ سال کی عمر میں شادی ہوگئی لیکن تحصیل علم کے شوق میں دلی پہنچے۔ دلی میں مفتی صدرالدین آزردہ سے اکتساب فیض کیا۔ شاہ احمد سعید مجددی اور اخون صاحب ولایتی (اخوند شیر محمد) سے، جو اس دور کے جلیل القدر فاضل تھے، حدیث کا درس لیا۔ مولانا فضل حق خیرآبادی سے معقولات و ادبیات کے اسباق پڑھے۔ مولانا امام بخش صہبائی، حکیم مومن خان مومن، اسداللہ خان غالب اور خاقانی ہند ابراہیم ذوق کی شعری وادبی محفلوں میں شریک رہے۔ شاعری میں امام بخش صہبائی کے شاگرد رہے۔ کچھ عرصہ تک رام پور اور لکھنو کے تعلیمی مرکزوں میں بھی رہے۔ دلی کے ایک نامور طبیب امام الدین خاں سے طب کی کتابیں پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دلی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں دلی سے نکلے اور کچھ عرصہ تک سہارنپور میں طب پر گزر اوقات کرتے رہے۔ پھر علی گڑھ چلے گئے، جہاں عربی کی چند کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۸۷۰ء کے اوائل میں اورینٹل کالج کے قیام پر ڈاکٹر لائٹز نے ان کی خدمات کالج کے لئے حاصل کرلیں۔

۱۸۷۰ء میں مولانا فیض الحسن صدر شعبہ عربی وسپرنٹنڈنٹ تحقیق وتصنیف کی حیثیت

سے اورینٹل کالج لاہور میں آگئے۔ ان کی علمی وتدریسی شہرت دور دراز گوشوں تک پہنچنے لگی اور تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے لاہور کا رخ کرنے لگے۔ لاہور میں مولانا فیض الحسن کا قیام بازار حکیماں میں رہا۔ موسم گرما کی تعطیلات میں وہ اکثر سہارنپور چلے جاتے تھے اور وہاں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسۃ العلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن کے مراسم بڑے بے تکلفانہ تھے۔ دونوں ہم عمر بھی تھے اور ایک ہی بزرگ حاجی شیخ امداداللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی کے مرید بھی تھے۔

اورینٹل کالج میں آکر مولانا فیض الحسن نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۸۷۱ء میں انہوں نے سنینِ اسلام (اسلام کی سیاسی وعلمی تاریخ دوجلدوں میں) کی تالیف میں ڈاکٹر لائٹز کا ہاتھ بٹایا۔ شرح سبع معلقات (عربی، فارسی، اردو) شرح حماسہ، رشیدیہ، فیضیہ (علم مناظرہ اردو) کی تالیف کے علاوہ انہوں نے دیوانِ حسان مرتب کیا۔ ان تالیفات کے علاوہ مولانا فیض الحسن اورینٹل کالج کے ماہوار علمی وتحقیقی مجلّہ شفاء الصدور کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری اورینٹل کالج کی عربی کی جماعتوں کے علاوہ گورنمنٹ کالج کی آرٹس کی جماعتوں کو بھی درس دیتے تھے۔ اورینٹل کالج میں ۱۷ برس تک تدریسی وتصنیفی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۶، فروری ۱۸۸۷ء کو مولانا فیض الحسن وفات پاگئے۔

ان کی نعش تابوت میں رکھ کر ریل میں سہارنپور لے جائی گئی اور وہیں تدفین ہوئی مولانا فیض الحسن کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی رشید احمد اورینٹل کالج میں بحیثیت مدرس عربی وفارسی ملازم ہوئے اور ۱۹۲۲ء تک یہ خدمت سرانجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے عربی علوم وادبیات کی جس شمع کو اورینٹل کالج میں فروزاں کیا اس سے دو دور کے طالبانِ صادق نے اکتسابِ فیض کیا۔ مولانا شبلی نعمانی کا شمار بھی انہیں میں ہوتا ہے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی:

''مولانا (فیض الحسن) اس پایہ کے ادیب تھے کہ خاکِ ہند نے صدیوں شاید ہی کوئی اتنا بڑا امام الادب پیدا کیا ہو'' (حیات شبلی)

تصنیفات:

(مذکورہ بالا تالیفات کے علاوہ) التعلیقات علی الجلالین، تحفہ صدیقہ، عروض المفتاح، ریاض الفیض، دیوان الفیض، حل ابیات بیضاوی۔ (غلام حسین، ڈاکٹر: تاریخ اورینٹل کالج لاہور: لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

آپ کے تعارف میں مزید کہا گیا ہے کہ:

''فیض الحسن سہارنپوری برصغیر میں عربی زبان وادب کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ ۱۸۱۶ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدرالدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیرآبادی جیسے فضلاء سے علوم متداولہ کی سند لی، فن شعر میں مولانا صہبائی کے شاگرد تھے۔ مولانا کے شاگردوں میں سرسید احمد خان، علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا وحید الدین سلیم، مولوی عبداللہ ٹونکی اور مولوی محمد اسماعیل میرٹھی جیسے فاضل اور یگانۂ روزگار علماء شامل ہیں۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری ایک ''جلیل القدر عالم، ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ کبھی فیض اور کبھی خیال تخلص کرتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے باکمال ادیب اور قادرالکلام شاعر تھے۔

آپ کی عربی تصانیف میں ایک دیوانِ شعر کے علاوہ ''تعلیق علی الجلالین''، التحفہ الصدیقۃ اور شرح السبع المعلقات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اردو میں فیضیہ شرح دیوان الحماسہ، مثنوی صبح امید اور گلزار فیض (اردو دیوان) قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ایک مدت تک اورینٹل کالج لاہور میں عربی کی تدریس کی اور ۷۱ برس کی عمر میں ۱۸۸۷ء میں فوت ہوگئے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی یہ تمام تصانیف اپنے اپنے موضوع میں ایک ممتاز مقام کی حامل ہیں اور خصوصی توجہ کی مستحق۔ لیکن تفصیل سے اعراض کرتے ہوئے اجمال کی خاطر ان کی ایک اہم تصنیف ''شرح السبع المعلقات'' جسے انہوں نے ''ریاض الفیض'' کے نام سے موسوم کیا ہے، پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

معلقات دورِ جاہلی کے فحول شعراء کے منتخب قصائد کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کی برصغیر اور بیرون برصغیر میں مختلف شروح لکھی گئی ہیں۔ برصغیر میں لکھی جانے والی شروح میں مولانا کی شرح کو ممتاز مقام حاصل ہے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ مولانا نے ہر شعر کی تین زبانوں (عربی، فارسی، اردو) میں تشریح کی ہے جس کی افادیت عیاں ہے۔ اس کے علاوہ ہر شعر کے مشکل الفاظ کے لغوی تشریح، ترکیب نحوی کے اہم نکات، شعر کے ہر لفظ کی تشریح میں مختلف شعراء عرب کے کلام سے استشہاد، قدیم شارحین معلقات کی کوتاہیوں کی نشاندہی، ہر شاعر کے حالاتِ زندگی اور ہر قصیدے کے پس منظر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(تاریخ ادبیات: عربی ادب، ج ۲، پنجاب یونیورسٹی۔ ص ۴۰۳)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدیقیؒ

آپ استاذ العلماء مولانا مملوک علی صاحب کے فرزند رشید اور مایۂ ناز شاگرد تھے۔

۱۳، صفر ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء تاریخ پیدائش ہے۔ اور منظور احمد تاریخی نام ہے۔ وطن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دہلی میں والد ماجد سے علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔ علمِ معقول و منقول میں اپنے والد ماجد کے مثل تھے۔ ذہن نہایت رسا پایا تھا اور حق تعالیٰ نے عظیم الشان جامعیت عطا فرمائی تھی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے بہت قریب کا تعلق تھا، خود تحریر فرماتے ہیں:

''حقیر کے اور مولوی صاحب (محمد قاسم نانوتویؒ) کے علاوہ قربِ نسب کے بہت سے روابط اتحاد تھے۔ ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن، ایک نسب، ہم زلف ہوئے۔ ایک استاذ، ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعض کتابیں مولانا سے بھی پڑھیں۔ ایک پیر کے مرید ہوئے دو مرتبہ حج میں ہم سفر رہے اور ایک زمانۂ دراز تک ساتھ رہے۔'' (سوانح قاسمی)

تبحر علمی:

حدیث شریف آپ نے بھی شاہ عبدالغنیؒ صاحب سے پڑھی ہے۔ معقولات، منقولات غرضیکہ تمام فنون میں آپ نے دونوں ساتھیوں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے کم نہ تھے۔ ذکاوت اور ذہانت اللہ تعالیٰ نے بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ طلبِ علم کا بے انتہا شوق تھا۔

(مفتی عزیز الرحمٰن: تذکرۂ مشائخ دیوبند: کراچی۔۱۹۶۴ء، ص ۱۷۰)

تدریسی خدمات:

والد ماجد کے انتقال کے بعد ملازمت پر اجمیر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے۔ جب دارالعلوم قائم ہوا تو حضرت مولانا نانوتویؒ نے صدر مدرسی کے لئے دیوبند طلب فرمایا۔ ہر چند اجمیر میں ڈیڑھ سو روپے کا گراں قدر مشاہرہ تھا۔ مگر آپ نے کمال ایثار فرماتے ہوئے دارالعلوم کے ۲۵ روپے ماہانہ کو اس پر ترجیح دی اور دارالعلوم میں درسِ حدیث جاری فرما دیا۔ آپ دارالعلوم کے سب سے پہلے شیخ الحدیث ہیں۔ ۱۹ سال کی مدت میں ۱۵۱ طلبہ نے آپ سے علومِ نبویہ کی تحصیل کی، جن میں مولانا عبدالحق پورقاضوی، مولانا عبداللہ انبیٹھوی، مولانا فتح محمد تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا حکیم منصور علی خاں مرادآبادی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد فاضل سکندر پوری، ہزاروی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہم اللہ جیسے مشاہیر اور یگانہ عصر علماء شامل ہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور ان کے تلامذہ کے فیضِ تعلیم کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ آج ہندوستان و پاکستان، افغانستان اور وسطِ ایشیا میں جس قدر علماء موجود ہیں وہ تقریباً سب کے سب اسی خوان علم کے زلہ ربا ہیں۔ دارالعلوم میں تدریس حدیث کے ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا۔

(سید محبوب رضوی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: دہلی، ۱۴۴)

مولانا قاری محمد طیب قاسمی تحریر فرماتے ہیں:

دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی قدس سرہ فائز ہوئے جو اپنی جامعیت علومِ ظاہرہ و باطنہ کے سبب شاہ عبدالعزیز

ثانی تسلیم کئے جاتے تھے۔آپ ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۷ء سے ربیع الاول ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۶ء تک اس عہد پر فائز رہے۔(مولانا قاری محمد طیب قاسمی: دارالعلوم: دہلی: ۱۹۶۵ء، ص ۹۸)

مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں کہ:

''دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کے علاوہ افتاء کا کام بھی ابتداء ہی سے ہوتا رہا۔سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ جو دارالعلوم کے صدرالمدرسین تھے وہی اس کام کو بھی انجام دیتے رہے۔چنانچہ آپ نے ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۱ھ تک اس خدمت کو بھی انجام دیا۔''(مولانا قاری محمد طیب قاسمی: دارالعلوم: دہلی۔ ۱۹۶۵ء، ص ۵۹، (عنوان: دارالعلوم کے مفتی)

صوفیانہ مسلک:

آپ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے خلفاء مجازین میں سے تھے۔

شاعری:

آپ اردو، فارسی اور عربی کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔منظوم کلام کے علاوہ آپ کے مکاتیب اور سوانعمر ی مولانا محمد قاسم صاحب یادگار ہیں۔گمنام تخلص تھا۔

نمونہ عربی کلام:

یارب صلی علی النبی محمد　　یٰسین وطٰہٰ ذی المکارم احمد
بأبی وأمی ذاالرسول الاکرام　　نفسی الفداء ومالکت یدی
الیوم یا أملی و یاکل المنیٰ　　وشفاعتی ونجاح ونفسی فی الغدا
أنت الکریم رئو فنا ورحیمنا　　یاسیدی یاسید ی یاسیدی

فبحبه أرجو النعیم بجنة　　وخطیت فی الدنیا بعیش ارغد
فی فرحة من حبه ومسرة　　لازلت مذادعی باسم محمد

(مفتی عزیزالرحمٰن بجنوری: تذکرہ مشائخ دیوبند: کراچی ۱۹۶۴ء، ص ۱۷۴

(بحوالہ دارالعلوم دیوبند۔محرم ۱۳۷۴ھ)

وصال:

وصال سے چندروز قبل وطن مالوف نانوتہ تشریف لے گئے تھے۔وہاں ۳، ربیع الاول ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۶ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

(سید محبوب رضوی: تاریخ دارالعلوم دیوبند۔دہلی، ص ۱۴۵)

نانوتہ میں باغ نو میں لبِ سڑک آپ کا مزار ہے۔(مفتی عزیزالرحمٰن: تذکرۂ مشائخ دیوبند۔کراچی ۱۹۲۴ء، ص ۱۷۸)

آپ کی عربی شاعری کے بارے میں پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اردو اور فارسی ادب کے بعد مولانا کے عربی ادب کا تذکرہ کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ہم نے گزشتہ اوراق میں بھی کہا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی ذات جامع الصفات تھی۔وہ نہ صرف اردو اور فارسی کے شاعر تھے، بلکہ عربی شاعری میں بھی ان کا قلم کہیں نہ رکتا تھا۔فی البدیہہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک قادرالکلام جس کی مادری زبان عربی ہے اپنے قلم کو جنبش میں لاتا ہے تو عربی زبان اس پر فخر وناز سے مرحبا بول اٹھتی ہے۔آپ کا عربی کلام جو اس وقت ہماری تحقیق میں آسکا ہے وہ نہ صرف اس قدر ہے کہ آپ کا ایک عربی قصیدہ سلطان عبدالحمید خلیفہ عثمانیہ کی شان میں ہے جو قصائد قاسمی میں ہے۔یہ قصیدہ ایک کم ساٹھ (انسٹھ) اشعار پر مشتمل ہے یا سات نعتیہ اشعار ہیں یا ایک عربی قطعہ ہے جو دو اشعار کا یہ ہے۔یہ

سات نعتیہ اشعار اور ایک قطعہ بیاض یعقوبی میں درج ہے۔

قطعہ عربی:

هجرت الخلق طرافی هواک　　وأيمت العيال لكى أراک
ولو قطعتنى فى الحب اربا　　لما حن الفؤاد الى سواک

سلطان عبدالحمید کی مدح میں ۵۹ اشعار کا قصیدہ دراصل آپ نے ۱۲۹۴ھ میں اس وقت لکھا تھا جب کہ ترکوں کی روسیوں سے جنگ ہورہی تھی اور سلطان عبدالحمید خاں نہایت بہادری سے لڑرہے تھے اوران کی فوج کا سپہ سالار عبدالکریم اپنی مردانگی کے جوہر دکھا رہا تھا۔ اس قصیدے کا پہلا اور آخری دو شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

الوعظ ينفع لو بالعلم والحكم　　فالسيف ابلغ وعاظ على المقم
يارب صلى وسلم مابدا وغدا　　بالسيف نصرا لهدى والدين والشيم
على النبى السيف هادينا　　بالمومنين رئوف سيد الامم

(مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی: سیرت یعقوب ومملوک: کراچی ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء مکتبہ دارالعلوم ۲۱۶ تا ۲۱۹ (مکمل قصیدہ اسی کتاب میں میں مطالعہ کیا جائے)۔

امداد صابری لکھتے ہیں:

عالمانہ خودداری:

نواب محمود علی خان آف چھتاری اکثر کہا کرتے کہ کس طرح مولانا کو یہاں لاؤ۔ ایک مرتبہ امیر شاہ نے عرض کیا کہ حضرت! نواب صاحب کی بے حد خواہش ہے کہ آپ ایک مرتبہ چھتاری تشریف لائیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے پاس جاتا ہے تو نواب صاحب اس کو سو روپے دیتے ہیں۔ ہمیں نواب صاحب خود

بلاتے ہیں اس لئے شاید دو سو روپے دیدیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کتنے دن کے ہوں گے۔ اس طرح ہم وہاں جا کر مولویت کے نام کو دھبہ نہ لگائیں گے۔

(امیر الروایات، ص ۱۷۰۔ بحوالہ سیرت حاجی صاحب)

بزرگوں کی باہمی محبت:

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ عصر کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پیچھے سے کسی نے کہا کہ مولوی صاحب آ گئے۔ حضرت گنگوہی نے مڑکر دیکھا تو مولانا یعقوب صاحب تشریف لا رہے تھے۔ حضرت مصلے پر سے ہٹ گئے اور مولانا یعقوب سادگی کے ساتھ مصلے پر کھڑے ہوگئے۔ حضرت گنگوہیؒ کی نظر مولانا کے قدموں پر پڑی تو پنڈلیوں پر غبار تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے کرتے کے دامن سے مولانا کے پاؤں کے غبار جھاڑا۔ (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید: ج ۲، ص ۱۹۴)

مولانا یعقوب اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے بڑا طویل خمسہ منظوم چشتیہ خاندان کا لکھا ہے، جس کے چند بند ملاحظہ ہوں۔ (امداد صابری: سیرت حاجی صاحب: دہلی ۱۹۵۱ء، ص ۷۰ (بحوالہ ارشاد مرشد ۵۶)

شیخ کو مسجد ہوئے اور مغ کو بت خانہ نصیب　　کر طلب کا اپنی مجھ کو خوش مستانہ نصیب
خلق کو ہوتا ہے حج زیارت خانہ نصیب　　کر مجھے اپنی مدد سے حج مردانہ نصیب
حاجی امداد اللہ ذو العطا کے واسطے

بس چھڑا دے نفسِ شیطاں سے الٰہی دل مرا　　کر مشرف عشقِ رحماں سے الٰہی دل مرا
پاک کر ظلمتِ عصیاں سے الٰہی دل مرا　　کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا
حضرت نور محمد پر ضیا کے واسطے

دیوبند کے بانیوں میں اور برطانوی دورِ حکومت میں ہندوستان میں علومِ دین پھیلانے والوں میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔مولانا یعقوبؒ دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس تھے۔ ہر اعتبار سے مولانا قاسمؒ کے دستِ راست تھے۔ہم نسب، ہم مکتب اور ہم عصر اور ایک ہی پیر کے مرید تھے۔مولانا یعقوبؒ کا تعلق علمی خاندان سے تھا۔(امداد صابری: سیرت حاجی امداد اللہ: دہلی: ۱۹۵۱ء، ص ۶۵ (بحوالہ مرحوم دہلی کالج، ص ۱۵۲)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ۱۳، صفر ۱۲۴۹ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے۔منظور احمد غلام حسین اور شمس الضحیٰ ان کے تاریخی نام ہیں۔

ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء میں حضرت مولانا مملوک علیؒ کا انتقال ہوگیا۔اس کے ایک سال بعد تک دہلی میں قیام رہا۔بعد ازاں اجمیر کے گورنمنٹ کالج میں ان کا تقرر ہوگیا۔ بعد ازا آپ کو سو روپے ماہوار پر بنارس بھیجا گیا۔ وہاں سے ڈیڑھ سو روپے کی تنخواہ پر ڈپٹی انسپکٹر بنا کر سہارن پور میں تقرر ہوا۔یہیں غدر کا واقعہ پیش آیا۔

۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں دیوبند تشریف لائے اور یہاں صدارت تدریس کی مسند پر فائز ہوئے۔دارالعلوم کے پہلے شیخ الحدیث تھے۔ان کے فیض تعلیم وتربیت نے بہت سے ممتاز علماء پیدا کئے جو آسمانِ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہر فن میں ماہر ہونے کے علاوہ بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل تھے۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے۔آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے سلوک و معرفت

کے مقامات طے کئے تھے۔اکثر جذب وکیف کی حالت طاری رہتی تھی۔دنیاوی علائق کی جانب مطلق توجہ نہ تھی۔انہوں نے جو خطوط اپنے ایک مرید منشی محمد قاسم نیانگری کے نام لکھے ہیں وہ سلوک و معرفت کا مرقع اور حقائق تصوف کا دستور العمل ہیں۔سالک کے لئے وہ ایک جامع ہدایت نامہ ہیں۔ان خطوط کا مقصود حیات اتباع سنت اور اطاعتِ خداوندی ہے اور جیسے کہ آپ روحانی طبیب تھے، اسی طرح امراضِ ظاہری کا بھی علاج کرتے تھے۔

آپ نہایت خوش وضع، خوش خلق، خوش خو، خوش لہجہ و خوش گفتگو تھے۔بڑے صاحبِ کمال و مکاشفات تھے۔مولانا محمد یعقوبؒ شعر و شاعری سے ذوق رکھتے تھے۔گمنام تخلص تھا۔ مولانا کا فارسی اور اردو کلام بیاض یعقوبی میں درج ہے۔اشعار میں قدرتِ کلام کے ساتھ سوز و گداز اور درد و اثر پایا جاتا ہے۔تصانیف میں تین رسالے ان کی یادگار ہیں۔

سوانح قاسمی۔اگرچہ بہت مختصر سوانح حیات ہے مگر زبان و بیان اور حالات و واقعات کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔ان کا دوسرا مجموعہ مکتوبات یعقوبی ہے جو ۶۴، خطوط پر مشتمل ہے۔ان میں راہ سلوک کی دشواریاں کا حل، مسائل شرعیہ کا ذکر اور طریقت و سلوک کا دستور العمل بیان کیا گیا ہے۔تیسرا مجموعہ بیاضِ یعقوبی ہے۔یہ سفرِ حج کے حالات، کتبِ احادیث کی اسانید، منظومات اور عملیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔آخر میں طبی نسخے درج ہیں۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دونوں مجموعوں پر حسبِ ضرورت حواشی تحریر فرمائے ہیں۔(سید محبوب رضوی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: دہلی: ج ۲، ص ۱۷۷)

علامہ حکیم سید عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں: ''شیخ بہت بڑے عالم، محدث یعقوب بن مملوک علی صدیقی حنفی نانوتوی ہند کے نامور اساتذہ میں سے تھے۔۱۲، صفر ۱۲۴۹ھ میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔قرآن مجید حفظ کیا اور فارسی کے مختصر رسائل پڑھے۔پھر ۱۲۵۹ھ کو اپنے والد کے ہمراہ

دہلی چلے گئے اوران سے معقول ومنقول کی کتابیں پڑھیں۔پھر دہلی اوراجمیر میں درس وتدریس کی۔ ۱۲۷۷ھ میں حجاز کا سفر کیا او رحج وزیارت سے مشرف ہوئے۔جب ہندواپس آئے تومدرسہ عالیہ دیوبند میں تدریس کرنے لگے اور مدت العمر یہیں پڑھاتے رہے۔ان سے استفادہ کرنے والوں کا کوئی شمار نہیں۔دوبارہ ۱۲۹۴ھ میں حجاز کا سفر کیا اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔وہاں حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کی صحبت میں رہے۔ناموراور ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔فقہ،اصول،حدیث اورعلم ادب (سب میں) مہارت حاصل تھا۔شعری ذوق بھی تھی۔(علامہ حکیم سیدعبدالحئ:نزھۃ الخواطر: کراچی:۱۹۷۶ء ج،۸)

مزار: نانوتہ میں باغ نو میں لبِ سڑک آپ کا مزار ہے۔

(قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر علماء دیوبند: لاہور:۱۹۷۶ء، ج۱، ۶۴۸)

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ

۱۸۱۹ء......۱۸۷۸ء

استاذ العلماء والمحدثین مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی رحمہ اللہ ۱۲۳۵/ ۱۸۱۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔آپ مجدد الف ثانیؒ کی اولاد سے ہیں۔

حفظ القرآن کے بعد علوم متداولہ اور حدیث کی سند اپنے والد مولانا شاہ ابوسعید مجددی، مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی، شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ اسماعیل الرومی سے حاصل کی۔

مولانا عبدالحئؒ لکھنوی لکھتے ہیں:

''علم وعمل، زہد وحلم، خودداری وراستی، امانت وعفت، تقویٰ واعتدال اور اخلاص ورجوع الی اللہ کی امامت ان پرختم ہوگئی۔''

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد حرمین شریفین کو ہجرت کر گئے وہاں بھی درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا۔

آپ نے حدیث کی کتاب سنن ابن ماجہ کا ذیل لکھا جس کا نام ''انجاح الحاجہ'' رکھا۔

۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

(راقم الحروف کو ان کے سلسلے میں صرف دوواسطوں۔(مولانا عبدالکریم مدنی عن امہ (امت اللہ بنت شاہ عبدالغنی) سے حدیث کی اجازت حاصل ہے۔)

آپ کے شیوخ طریقت

شیخ العرب والعجم

حضرت شیخ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ

""شیخ"" عارف الکبیر امداد اللہ بن محمد امین تھانوی مہاجر مکی ان اولیائے عارفین میں سے تھے، جن کی تعریف وتوصیف میں سب زبانیں متعلق ہیں

٢٢، صفر ١٢٣٣ھ یوم شنبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ فارسی رسائل پڑھے حصن حصین اور مثنوی مولانا روم مولانا قلندر بخش جلال آبادی سے پڑھیں۔ پھر دہلی پہنچے اور حضرت مولانا سید نصیر الدین نواسہ حضرت مولانا رفیع الدین محدث اور شاگرد وامام حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کیں اور ان سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ ان کی شہادت کے بعد واپس ""تھانہ بھون"" آئے پھر وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ پھر ""لوہاری"" پہنچے، وہاں شیخ نور محمد جھنجھانویؒ کی خدمت میں عرصہ تک رہے اور ان سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالی نے ان پر معرفت کے دروازے کھول دیے اور انہیں راسخ علماء کی صف میں لا کھڑا کیا۔ چنانچہ اپنے مرشد کے ارشاد پر سلسلہ کی ترویج واشاعت میں لگ گئے۔

١٢٧٤ھ میں مسلمان انگریز حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ سہارن پور اور مظفر نگر کے علماء اور صلحاء کی ایک جماعت جس کے ساتھ دیگر صالح مسلمان بھی شامل تھے، نے انگریز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ان سب نے شیخ امداد اللہ کو اپنا امیر بنالیا۔ ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں شاملی کے میدان میں یہ جماعت انگریز حکومت کے مقابل ہوئی۔ اس میں حضرت

حافظ محمد ضامنؒ نے شہادت پائی۔ انگریز کے قدم مستحکم ہوگئے اور اس نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ علمائے ربانیین پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہونے لگی اور کام کا میدان ہند میں تنگ ہونے لگا۔ بعض احباب کچھ عرصہ روپوش رہے اور بعض نے ہجرت کی ٹھان لی شیخ امداد اللہؒ نے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کو ترجیح دی۔ ١٢٧٦ھ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ پھر ""صفا"" میں اقامت پذیر ہوئے۔ پھر ""حارۃ الباب"" میں زندگی کی آخری گھڑیوں تک رہے بہت عرصہ تک دیگر اولیاء کی طرح فقہ وفاقہ اور عسرت میں رہے۔ مگر اس حال میں بھی صابر وشاکر۔ جس حال میں اللہ رکھے اس پر راضی، یہاں تک کہ حالات نے پلٹا کھایا اور اللہ تعالی نے ""عسر"" کو ""یسر"" اور تنگی کو فراخی میں تبدیل کر دیا۔ قلب وقالب سے مجاہدوں اور عبادتوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ہمیشہ ذکر وفکر اور مراقبہ میں رہنے لگے۔ حتی کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔

بڑے بڑے علماء اور مشائخ استفادہ کے لیے مائل ہوئے اور آپ سے معرفت کا درس لیا اور اسی معرفت ویقین کو آگے پہنچایا۔ اللہ نے ان کی تربیت اور طریقت میں ایسی برکت دی کہ اس کے انوار تمام اطراف عالم میں پھیل گئے۔ طریقہ چشتیہ صابریہ کی تجدید کی۔ اس میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء داخل ہوئے۔

ان سے اللہ نے ایک خلق کو نفع دیا، جس کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑے شیخ قاسم، شیخ رشید احمد، مولانا یعقوب، مولوی احمد حسن، مولوی محمد حسین اور مولوی اشرف علی ہیں اور یہ سب اپنی اپنی جگہ شیوخ ہوگئے اور ان سے ایک خلق فائدہ حاصل کیا۔

وسیع المشرب تھے۔ تعصب اور تشدد سے بہت دور۔ مثنوی مولانا روم سے بے حد لگاؤ تھا۔ اس کا درس بھی دیتے تھے اور اپنے احباب کو اس کی تلقین بھی کرتے تھے کہ اسے پڑھا جائے

اوراس میں غور وفکر کی جائے۔

ان کی چند عمدہ تصانیف بھی ہیں، جوسب کی سب محبت الٰہی، معرفت اور تصوف میں ہیں۔ان میں ''ضیاء القلوب (فارسی میں)''ارشاد مرشد''۔''گلزار معرفت''۔''تحفۃ العشاق''۔ ''جہاد اکبر''،''غذاء روح''اور''دردنامہ غمناک''سب کی سب اردو میں ہیں اوران میں اکثر نظم میں ہیں۔

۱۲/جمادی الاٰخرہ ۱۳۱۷ھ بروز چہارشنبہ مکہ مکرمہ میں وصال ہوااور''معلاۃ''میں شیخ رحمت اللہ کے قریب دفن کئے گئے۔

(مولانا حکیم عبدالحی: نزھۃ الخواطر: ۱۹۷۰ءج ۸ص ۷۰تا۷۲(عربی سے اردو)

مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں:''حضرۃ فاروقی النسب اور حنفی المذھب، طریقت ومعرفت کے امام تھے۔حضرۃ کی ولادت ۲۲/صفر۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء بروزشنبہ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔یہ قصبہ سہارنپور سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔یہ حضرت کے نانہال کا وطن ہے۔حضرۃ کی عمر تین سال کی تھی کہ حضرۃ سید احمد شہیدؒ کی آغوش میں دے دیے گئے اور حضرۃ نے بیعت تبرک سے نوازا۔حضرۃ کی عمر ابھی سات ہی برس کی تھی کہ حضرۃ کی والدہ بی بی حسینی بنت حضرۃ شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی نے انتقال فرمایا۔ابتداء ہی سے حضرۃ کے قلب میں حفظ قرآن کا ایک شوق اور ولولہ تھا۔اس لیے باوجود کسی دوسرے کے زدر نہ ہونے کے خود اپنے شوق سے حضرۃ نے کلام مجید حفظ فرمایا۔۱۲۴۹ھ میں جبکہ حضرۃ کی عمر سولہ سال کی تھی مولانا مملوک علی صاحب کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا۔وہاں مشائخ وقت سے علوم ظاہری کی تحصیل شروع فرمائی اور کچھ ابتدائی کتب فارسی وعربی صرف ونحو ہونے پائی تھیں کہ علوم باطنیہ کی طرف کشش ہوئی۔قبل اس سے کہ علوم ظاہری سے فراغت ہو دوسرے علوم کی طرف انجذاب

ہوااوراٹھارہ سال کی عمر میں حضرۃ نے شیخ وقت مولانا نصیرالدین صاحب نقشبندی کے دست مبارک پر بیعت کی اوراذکار نقشبندیہ اخذ فرمائے۔حضرۃ شیخ المشائخ شاہ محمد آفاق صاحبؒ کے خلیفہ اور مسند وقت شیخ الحدیث شاہ محمد اسحٰق صاحب کے شاگرد اور داماد تھے۔حضرۃ حاجی صاحبؒ کو چندروز ہی شیخ کی خدمت میں رہنے کی نوبت آئی تھی کہ شیخ کی طرف سے خرقہ واجازت سے مشرف ہوئے۔اب چونکہ صفاء قلب اورانوار کی کثرت ہوگئی تھی۔چناچہ مشکوۃ شریف حضرۃ مولانا محمد قلندر صاحب محدث جلال آبادی سے شروع فرمائی اور حصن حصین اور فقہ اکبر حضرۃ مولانا عبدالرحیم صاحب نانوتوی سے۔یہ ہردو حضرات مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے ارشد تلامذہ سے تھے۔

ایک خواب کی بناء پر حضرۃ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ سے بیعت ہوئے۔کچھ ہی دن حضرۃ شیخ کی خدمت میں حلقہ نشین رہے تھے کہ خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔حضرۃ نے اجازت کے بعد ایک آخری امتحان فرمایااور مجاز وخلیفہ سے دریافت کیا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا؟ حضرۃ یہ سخت امتحانی فقرہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ ''محض محبوب حقیقی کی خواہش ہے دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے''۔روحانی باپ بے یہ فقرہ سنااور لاڈلے بیٹے کی اس علو ہمتی پر آفرین فرمائی اور بغلگیر فرما کر بے حد دعائیں دیں۔یہ سلسلہ فیض جاری تھا کہ ۱۲۶۹ھ میں روحانی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

علماء کی جماعت میں سب سے اول حضرۃ اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے غالباً ۱۲۶۳ھ میں بیعت کی اوراس کے کچھ دنوں بعد حضرۃ اقدس فخر المتکلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نوراللہ مرقدہ نے بیعت کی۔اجازت بھی حضرۃ گنگوہی کو پہلے ہے اور حضرۃ نانوتویؒ کو بعد میں۔ان دونوں کا بیعت ہونا تھا کہ علماء کا رجوع شروع ہوا

اورحضرات ذیل مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاندھلویؒ ،مولوی محمد حسن صاحب پانی پتی ،حضرۃ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی مدرس اول مدرسہ دیوبند، حافظ محمد یوسف صاحب ابن حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی ،مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوریؒ ،مولانا فیض الحسن صاحب ''ادیب سہارنپوری'' وغیرہ اکابر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔

۲۱/رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ کو بی بی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خاں رامپوری ست بعوض ساٹھ ریال مہر پر نکاح کیا۔ اکثر یہ شعرورد زبان رہتا تھا

اے خدا ایں بندہ رارسوامکن
گر بدم ہم سرمن پیدامکن

(مولانا محمد زکریا: تاریخ مشائخ چشت: کراچی، ۱۳۹ھ ص ۲۴۳ تا ۲۵۳، سے اقتباس)

بالآخر چوراسی سال تین ماہ بیس روز اس عالم تاریک کو منور فرما کر ۱۲/جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء بروز چہارشنبہ بوقت آذان صبح محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اوراہل دنیا کو مفارقت کا داغ دیا۔ جنت المعلّٰی مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ثم المکی بانی مدرسہ صولتیہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔

تصانیف:

۱۔حاشیہ مثنوی مولانا دوم۔ یہ مثنوی رومی پر فارسی زبان میں حاشیہ ہے۔اعلیٰ حضرۃ کی حیات میں اس کے صرف ۲ حصے طبع ہو سکے۔باقی بعد میں طبع ہوئے۔

۲۔غذائے روح: یہ ۱۲۶۴ھ میں تحریر کی گئی۔

۳۔جہاد اکبر: یہ رسالہ ۱۲۶۸ھ میں تالیف ہوا ہے۔

۴۔مثنوی تحفۃ العشاق: یہ ۱۲۸۱ھ میں لکھی گئی۔

۵۔رسالہ درد غمناک۔

۶۔ارشاد مرشد۔ سن تالیف ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۲۹۳ھ۔

۷۔ضیاء القلوب (فارسی) ۱۲۸۲ھ میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائی۔اس کتاب کا تاریخی نام ''مرغوب دل'' ہے۔

۸۔وحدۃ الوجود۔

۹۔فیصلہ ہفت مسئلہ۔

۱۰۔گلزار معرفت۔ اعلیٰ حضرۃ کی یہ تالیفات اب کلیات امدادیہ کے نام سے مشہور و معروف ہیں''۔

(مولانا محمد زکریا: تاریخ مشائخ چشت: کراچی، ۱۳۹ھ ص ۲۴۳ تا ۲۵۳ (سے اقتباس)

مولوی رحمان علی لکھتے ہیں:

مولانا حاجی امداد اللہ، علوم ظاہر وباطن کے جامع ہیں۔ چشتیہ، صابریہ، قدوسیہ، چشتیہ نظامیہ قدوسیہ، قادریہ قدوسیہ، نقشبندیہ مجددیہ قدوسیہ، سہروردیہ قدوسیہ ادر کبرویہ قدوسیہ۔ سلاسل میں جناب فیض مآب قبلہ حقیقت وکعبہ معرفت حضرۃ میاں جیوشاہ نور محمد جھنجھانوی سے خلافت حاصل ہے۔ بہت سے مشہور علماء مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی ،مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولانا مرشدنا حافظ حاجی محمد حسین محبّ اللّٰہی والعمری الہ آبادی حضرۃ حاجی صاحب کے مرید ہوئے اورسب کی دلی مرادیں حاصل ہوئیں چنانچہ انہوں نے ضیاء القلوب میں وصایا کے تحت ارشاد فرمایا ہے

''جو شخص کہ اس فقیر سے محبت ،عقیدہ اورارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو جو علوم ظاہری وباطنی کے تمام کمالات کے جامع ہیں

فقیر (حاجی صاحب) کی بجائے بلکہ مجھ سے بلند درجہ پر سمجھے ۔اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس ہوگیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوگیا۔ان کی صحبت کوغنیمت سمجھیں کہ ان جیسے حضرات اس زمانہ میں نایاب ہیں اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہیں''۔

حق یہ ہے کہ وہ (حاجی صاحب)اس زمانہ میں یادگار سلف ہیں ۔غدر کے زمانہ میں ہنگامہ سے چھٹکارا پاکر مکہ معظّمہ ہجرت فرما گئے اور اس بابرکت مقام پر ہر چھوٹا بڑا ان ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ ہمیشہ حرم شریف میں مثنوی مولانا روم کا درس دیتے ہیں ۔غذائے روح ،ضیاء القلوب ،تحفۂ العشاق ، جہاد اکبر ،ارشاد مرشد اور درد غمناک ان کی مشہور تصنیفات ہیں ۔

مولوی محمد یعقوب نانوتوی حافظ محمد یوسف تھانوی ،مولوی کرامت علی انبالوی اور مولوی محمد ابراہیم اجرروی ان کے خلفائے مجاز ہیں ۔نیز یہ فقیر جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) بھی مولانا ومرشدنا حافظ محمد حسین الہ آبادی کے توسط سے حضرۃ کے خدام میں داخل ہے اور ہو سلسلہ میں بیعت واجازت حاصل ہے ۔(رحمان علی: تذکرہ علماء ہند۔کراچی ص۱۲۲،۱۲۳)

علامہ خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''صابریہ سلسلہ کا مرکز اس دور (اٹھارویں صدی) میں امروہہ بنا۔وہاں حضرۃ شاہ عبدالھادی (م۱۱۹۰ھ)اور حضرۃ شاہ عبدالباری (م ۱۲۲۶ھ) نے تزکیہ نفس اور تجلیۂ باطن کی وہ محفلیں گرم کیں کہ فضائیں تک جگمگا اٹھیں ۔شاہ عبدالباری کے خلیفہ حاجی سید عبدالرحیم فاطمی (م ۱۲۴۶ھ) شیخ کی مجلس سے دین کا ایسا درد لے کر اٹھے کہ جب تک زندہ رہے ،احیاء سنت کے لیے کوشاں رہے ۔جب حضرۃ سید احمد شہیدؒ نے جہاد کی تیاری کی تو ان کے ساتھ ہو گئے

اور بالاکوٹ کے میدان میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے ۔ان کے خلیفہ میاں جی نور محمد جھنجھانوی (م۱۲۵۹ھ) کے دامن تربیت سے ایک ایسا شخص اٹھا جس نے صابریہ سلسلہ کوعروج کی انتہائی منزل پر پہنچادیا۔حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے فیوض ہندوستان تک محدود نہیں رہے ۔دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ان کے اثرات پہنچے۔''

حضرۃ حاجی امداداللہ صاحبؒ ۱۲۳۲ھ میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتداء تعلیم وتربیت کے بعد حجاز چلے گئے ۔وہاں سے واپس آئے تو ارشاد تلقین کا ہنگامہ برپا کردیا اللہ تعالی نے انہیں دل ودماغ کی بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ انیسویں صدی کی تین عظیم الشان تحریکوں کا منبع ومخرج تھے۔

۱۔مسلمانوں کی دینی تعلیم کوفروغ دینے کے لیے جو تحریک انیسویں صدی میں شروع ہوئی جس نے بالآخر دیوبند کی شکل اختیار کی ۔ان ہی کے خلفاء ومریدین کی پرخلوص جدوجہد کا نتیجہ تھی۔مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔۱۳۲۳ھ) ،مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حاجی محمد عابد صاحبؒ ان کے خلفاء تھے ۔شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ،مولانا قاسم کے جانشین تھے۔انہی بزرگوں کی کوششوں سے دینی تعلیم کا چرچہ ہوا۔

۲۔ باطنی اصلاح وتربیت کے لیے انیسویں کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ،حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے ۔نصف صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے زندگی

کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا۔لیکن مولانا تھانویؒ کی تحریک میں وہ وسعت اور گہرائی پیدا نہ ہوسکی، جو مولانا محمد الیاسؒ کی دینی تحریک کو حاصل ہوئی۔

مولانا محمد الیاسؒ ،مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید تھے ،جو دینی بصیرت اور جذبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا تھا،اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی ۔گزشتہ صدی میں کسی بزرگ نے انہیں چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا۔

۳۔انیسویں صدی کی تیسری اہل تحریک آزادئ وطن کی تھی ۔اس سلسلہ میں خود حاجی صاحب اور ان کے منسلکین نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہندوستان کے تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔غدر کے زمانے میں تھانہ بھون کا انتظام حاجی صاحبؒ نے اپنے ہاتھ لے لیا تھا اور خود دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصل فرماتے تھے۔آزادی وطن کے جس جذبے نے حاجی صاحبؒ کے قلب وجگر کو گرمایا تھا وہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے پہلو میں ایک شعلہ بن گیا تھا۔وہ اور ان کے رفقاء اور تلامذہ نے ہندوستان سے انگریزی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے لیے جن مصائب کا سامنا کیا، تاریخ ہند کا کوئی دیانتدار مؤرخ ان کو بھلا نہ سکے گا‘‘۔

(علامہ خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت: لاہور: بلا تاریخ ص ۲۳۳،۲۳۴)

امداد صابری لکھتے ہیں:

’’حضرۃ امداد اللہ صاحبؒ کو آج بھی علمائے کرام کا ہر طبقہ جانتا ہے اور ان سے عقیدت رکھتا ہے۔حاجی صاحبؒ نے ہر زمانے میں ہر خیال کے عالم سے

فیض روحانی کا سکہ منوالیا تھا۔ہندوستان کا ہو یا عرب ممالک کا ہو،تقریباً اس دور میں ہر مستند عالم آپ کا مرید تھا۔چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ،حضرۃ مولانا محمود حسن ،حضرت مولانا محمد افضل صاحب بخاری اکبر آبادی ،حضرۃ مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی ، حضرۃ مولانا اشرف الحق دہلوی ،حضرۃ مولانا سید امیر حمزہ ،حضرۃ مولانا محبّ الدین مکی ، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی ،مولانا عبدالسمیع رامپوری بلال،مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ آپ کے مریدوں میں شمار کئے جاتے تھے‘‘۔

(امداد صابری: تذکرۂ شعرائے حجاز اردو: دہلی۔ص ۱۳۴،۱۳۵)

حضرۃ مشتاق احمد انبیٹھویؒ لکھتے ہیں:

’’حضرۃ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی،صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بے شمار ہر دیار وامصار میں ہیں۔متاخرین چشتیہ صابریہ میں (باوجود قیام مکہ معظّمہ کے کہ وہاں حاضر ہوکر شہرت کا ہونا نادر ہے) حضرۃ ممدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔منجملہ آپ کے خلفاء کے حضرۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرۃ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرۃ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ مسلم علماء اور صلحاء گزرے ہیں۔

حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بھی آجکل بزرگ اور عالم باعمل مانے جاتے ہیں جیسے حضرۃ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند اور حضرۃ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور حضرۃ

مولانا رشید احمد گنگوہی کے صاحبزادے حضرۃ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب خاص گنگوہ میں مولانا کے جانشین اوراوقات کے پابند ہیں ۔راقم الحروف ان سے مل کرخوش ہوتا ہے اورجس طرح حضرۃ مولانا رشید احمد صاحب اس عاجز کے ساتھ نوازس وکرم سے پیش آتے تھے ،اسی طرح حکیم صاحب کمال شفقت ومحبت سے پیش آتے ہیں ۔ یہ حضرات تو مولانا کے خلفاء ہیں ۔مگر جناب مولوی شاہ ظہوراحمد انبیٹھوی کو جونسبت روح مقدس حضرۃ مولانا سے یہ عاجز راقم الحروف پاتا ہے وہ فنافی الشیخ کے درجہ سے کم نہیں ۔لہذا یہ بدرجہ اولی خلافت کے لائق ہیں ۔ بارک اللہ فی عمرہم وصلاحہم ،حاجی وارث حسن صاحب بھی حضرۃ مولانا رشید احمد صاحب کے عمدہ خلفاء میں ہیں اورمشائخانہ طریقہ اورلباس صوفیانہ رکھتے ہیں ۔

حضرۃ مکرمی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے عالم وجاہل دونوں کوفائدہ پہنچتا ہے روایات صحیحہ اورمضامین عالیہ نہایت آسان عبارت میں بیان فرماتے ہیں ۔ بڑے قادرالکلام ہیں زبردست مصنف ہیں ۔صدہا کتابیں تصنیف کرچکے ہیں‘‘۔

(مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی: انوارالعاشقین: حیدرآباد دکن ۱۹۱۴ء ص۸۲تا۸۰ (سے اقتباس)

مناجات کے چنداشعار ملاحظہ فرمایئے

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا — عجب نقش قدرت نمودار تیرا
عجب رنگ بے رنگ ہررنگ میں ہے — یہ ہے صنعت کا اظہار تیرا
تواول تو آخر تو ظاہر تو باطن — توہی توہے یہ کہ ہے آثار تیرا
جہاں لطیف گل ہے وہیں خارگل ہے — ہرگل خارمیں گل میں ہے خار تیرا
خوشی غم میں رکھی اورغم خوشی میں — عجب تیری قدرت عجب کارتیرا
دوائے رضا کیا کروں میں الٰہی — کہ داروبھی تیری اورآزار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب — ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
نہیں وہ جگہ اورنہیں وہ مکان ہے — کہ جس جانہیں ذکراذکارتیرا
نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں — تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا
الٰہی میں ہوں بس خطا وار تیرا — مجھے بخش، ہے نام غفاء تیرا
الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری — کہاں جائے اب بندہ لاچار تیرا
مرض لادوا کس سے چاہوں — تو شافی ہے میرا، میں بیمارا تیرا
الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار — اپنا لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا
ہوں ظلمات عصیاں سے حسنات روشن — جو ہو ابر رحمت نمودار تیرا
کہاں میرے عصیاں،کہاں تیری رحمت — کہاں خس، کہاں بحر ذخار تیرا
فنا ہو گیا جو تیری دوستی میں — تو ہے یار اس کا، وہ ہے یار تیرا
الٰہی مجھے ہوش دے اب تو ایسا — رہوں میں سدا مست ومیخوار تیرا

نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھ کو مطلب   تو مطلوب، میں ہوں طلبگار تیرا
ذرا آپ اپنے میں امداد آ تو   کہ ہے کون تو کیا ہے گفتار تیرا
اٹھا غم، رکھ امید امداد حق سے   تجھے غم کیا ہے اے غمخوار تیرا

آپ کے نعتیہ کلام کے چند نمونے ذیل دیے جاتے ہیں۔

کر کے نثار آپ پہ گھربار یارسولؐ   اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یارسولؐ
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا   ہوں امتی تمہارا گنہگار یارسولؐ
اچھا ہوں یا برا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں   پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یارسولؐ
کس طرح آہ میں کروں خدمت میں عرض   ہوں خجلت گناہ سے سرشار یارسولؐ
ذات آپ کی تو رحمت و الفت ہے سربسر   میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یارسولؐ
کریئے نہ میرے فعل بروں پر نگاہ تم   کیجو نظر کرم کی بس اک بار یارسولؐ
جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو کے پیش حق   اس دن نہ بھولنا مجھے زنہار یارسولؐ
لیجو خدا کے واسطے اس دن مری خبر   عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یارسولؐ
تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حال زار کی   اب جا کہاں بتاؤ یہ ناچار یا رسولؐ
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا   کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یارسولؐ
کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیاں و جرم سے   تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یارسولؐ
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد و غم نے آہ   اب زندگی بھی ہو گئی دشوار یارسولؐ
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں   اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسولؐ

۲

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یارسول اللہ   مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یارسول اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی   مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ
اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے   مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یارسول اللہ
شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم   تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللہ
پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم   کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یارسول اللہ
خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے   ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یارسول اللہ
کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم   ہمارے جرم وعصیاں پر نہ جاؤ یارسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں   بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ
مشرف کر کے مجھ کو کلمہ طیب سے اپنے تم   پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یارسول اللہ
پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر   مری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ
اگرچہ ہوں نہ لائق، ان کے پر امید ہے تم سے   کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یارسول اللہ
حبیب کبریا ہو تم امام انبیاء ہو تم   ہمیں بہر خدا حق سے ملاؤ یارسول اللہ
شراب بےخودی کا جام اک مجھ کو پلا کر اب   دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یارسول اللہ
بہت بھٹکا پھرا میں وادئ فرقت میں جوں وحشی   کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یارسول اللہ
مشرف کر کے دیدار مبارک سے مجھے اک دم   مرے غم دین و دنیا کے بھلاؤ یارسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو   بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یارسول اللہ

۳

کہے ہے شوق نبی یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا ہبر چلو مدینے چلو مدینے
صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے
خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی ہوئی ہے آخر
مریں گے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے
شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہے دولت
تو سر قدم ہو کر ورد یہ کر چلو مدینے چلو مدینے
یہ جذب عشق محمدیؐ ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مظطر چلو مدینے چلو مدینے
جو کفر وظلم وفساد و عصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے چلو مدینے
رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوق نبیؐ سے سینے
صدا یہ مکے میں کوبکو ہے چلو مدینے چلو مدینے
ہلاکت امداد اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

۴

مرا طالع خفتہ جاگے یقین ہے — اگر خواب میں منہ دکھائے محمدؐ
میں اس پر فدا جان اور دل سے قرباں — مرا جان و دل سب دائے محمدؐ
محمدؐ کی مرضی ہے مرضی خدا کی — خدا کی رضا ہے، رضائے محمدؐ
خجل ہو کے خورشید کا رنگ فق ہے — اگرمنہ سے پردہ اٹھائے محمدؐ
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے — ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمدؐ
عطا کر الٰہی تو اس کی تمنا — کہ ہے رنج بھی خاکپائے محمدؐ

(حاجی امداداللہ مہاجر مکی: کلیات امدادیہ (گلزار معرفت: کراچی: ص۲۰۶)

۵

سبز و شاداب گلستان تمنا ہو وے — کاش مسکن مراصحرائے مدینہ ہو وے
ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام — دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہو وے
مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہو نصیب — زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے
جب کہیں قافلے والے کہ مدینہ کو چلے — شوق میں پھر تو مراا ور ہی نقشا ہو وے
ننگے پاؤں وہیں ہو جاؤں میں اٹھ کر ہمراہ — تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنا ہو وے
یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا — جیسے جنگل میں بگولا کوئی اڑاتا ہو وے
گرم جولاں روش برق ہوشاداں خنداں — پاؤں پر پاؤں مراشوق میں پڑتا ہووے
کانٹے تلووں میں چھبیں برگ گل تر سمجھوں — خاک جواڑ کے پڑے آنکھوں میں سرما ہووے
ایسی صورت سے درشاہ عرب پر پہنچوں — حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہو وے
گرد آلودہ بدل خاک ملے چہرہ پر — اک تہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہو وے

خار پاؤں میں چھبے بال ہوں سر کے بکھرے — فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہو وے
باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز — خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردا ہو وے
یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو — وصل کا آج اشارہ شہؐ والا ہو وے
مری بیتابی و مسکینی پہ رحم آئے ضرور — خود در حجرۂ والائے نبیؐ وا ہو وے
دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا — دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہو وے
کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم — خاک پا آپ کی ان آنکھوں کا سرما ہو وے
گوہر اشک نثار قدم پاک کروں — جز تہی دستی جو کچھ اور نہ تحفا ہو وے
اور جب روئے مبارک کی تجلی دیکھوں — جلوۂ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہو وے
سن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب — فضل حق سے تری حاصل یہ تمنا ہو وے

٦

اے رسول کبریا فریاد ہے — یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی الفت میں میرا یا نبیؐ — حال یہ ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے مرے مشکل کشا فریاد ہے
چہرۂ تاباں دکھلا دو مجھے — تم سے اے نور خدا فریاد ہے
گردن و پاؤں سے مری زنجیر طوق — یا نبیؐ کیجئے جدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے — یا شہؐ ہر دوسرا فریاد ہے

آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ — دل ہوا غم سے وہ پارہ یا نبیؐ
طالب دیدار ہوں دکھلایئے — روئے نورانی خدارا یا نبیؐ
حق تعالیٰ کے تمہیں محبوب ہو — کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ
درد ہجراں کے سبب مجھ سے کیا — صبر و طاقت نے کنارا یا نبیؐ
باغ جنت سے ہے افضل لاکھ بار — مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ
مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف — زندگی ہو دے دوبارا یا نبیؐ
لیجئے در پر بلا، کب تک پھروں — دربدریاں مارا مارا یا نبیؐ
چین آتا ہے مرے دل کو تمام — نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ

....

اگرچہ بے خود و مستم ولے ہشیار می گردم
بباطن شاہ کونینم بظاہر خوار می گردم
چوں دیدم روئے خویش را بہر جائے بہر رنگے
ازیں در بحر و بر و کوچۂ و بازار می گردم
عجب بے خود و مستم کہ طرفہ ماجرا این است
کہ دل دارے ببر دارم پئے دل دار می گردم
مرا نافع نخواہد شد نصیحت ناصحا ہرگز
کہ سودا ایش بسر دارم نہ من بے کار می گردم
بیا نور محمدؐ کن دل امداد را روشن
کہ عکس نور بے کیفم پئے انوار می گردم

(۱)امدادصابری: تذکرۂ شعرائے حجاز اردو: دہلی: بلا تاریخ ص ۱۵۲

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے خلفاءؒ

۱۔مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۲۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
۳۔مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
۴۔مولانا اشرف علی تھانویؒ
۵۔مولانا احمد حسن امروہویؒ
۶۔مولانا محی الدین خاطرؒ
۷۔مولانا جلیل احمدؒ
۸۔مولانا حاجی سید محمد عابدؒ دیوبندی
۹۔مولانا منظور احمد
۱۰۔مولانا نور محمدؒ
۱۱۔مولانا عبدالواحد بنگالی
۱۲۔مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ
۱۳۔مولانا محمود حسن شیخ الہند
۱۴۔مولانا محمد افضل بخاری اکبرآبادیؒ
۱۵۔مولانا کرامت اللہ دہلوی
۱۶۔مولانا اشرف الحقؒ دہلوی
۱۷۔مولانا سید امیر حمزہؒ
۱۸۔مولانا محبّ الدین مکیؒ
۱۔مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادیؒ
۲۰۔مولانا عبدالسمیع رامپوری بیدلؒ
۲۱۔مولانا احمد حسن کانپوریؒ
۲۲۔مولانا عبداللہ انصاری انبیٹھویؒ
۲۳۔مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہویؒ
۲۴۔مولانا فدا حسین دربھنگویؒ
۲۵۔مولانا سید ابوالقاسم ہنسوی فتحپوریؒ
۲۶۔مولانا حیدر حسن ٹونکیؒ
۲۷۔مولانا انوار اللہ حیدرآبادی
۲۸۔مولانا سید میر مہر علی شاہ گولڑویؒ
۲۹۔مولانا قاضی محمد اسماعیل منگلوریؒ
۳۰۔مولانا فتح محمد تھانویؒ
۳۱۔مولانا قادر بخش سہسرامیؒ
۳۲۔مولانا شفیع الدین نگینویؒ

۳۳۔مولانا حافظ محمد یوسف تھانویؒ
۳۴۔مولانا محمد ابراہیم اجراڑویؒ
۳۵۔حافظ محمد سعد ہزاروی
۳۶۔مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواریؒ
۳۷۔مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ
۳۸۔مولانا منشی محمد قاسم نیانگریؒ
۳۹۔مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوریؒ
۴۰۔مولانا بدرالدین پھلواریؒ
۴۱۔مولانا حکیم ضیاء الدین سہارنپوریؒ
۴۲۔مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ
۴۳۔مولانا خلیل الرحمٰن مہاجر مکیؒ
۴۴۔مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ
۴۵۔مولانا محمد شفیع ادرنگ آبادی
۴۶۔مولانا عنایت اللہ مالویؒ
۴۷۔مولانا صفات احمد غازی پوری
۴۸۔مولانا شاہ وارث حسن
۴۹۔مولانا سید عبدالرحمٰن کاندھلوی
۵۰۔مولانا شاہ شرف الدین احمد
۵۱۔سید اصغر حسین دیوبندیؒ
۵۲۔مولانا محمد حسن پانی پتی
۵۳۔مولانا محی الدین میسوری
۵۴۔مولانا نور محمد (شاید نور احمد
۵۵۔مولانا حکیم زاہد حسن امروہوی
۵۶۔شیخ عبدالفتاح لازقیہ
۵۷۔مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
۵۸۔مولانا نیاز احمد جانشین حضرۃ حاجی صاحب
۵۹۔مولانا منور علی مہتمم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ
۶۰۔اسعد آفندی
۶۱۔قاضی مرتضیٰ حسین عاجز حیدرآبادی مہاجر مکیؒ
۶۲۔مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنو۔م ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷
۶۳۔مولانا کرامت علی صاحب انبالوی (احوال وآثار شیخ العرب والعجم ص ۲۳)
۶۴۔مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ
۶۵۔مولانا سخاوت علی انبیٹھویؒ (احوال وآثار ص ۲۲)

۶۶۔مولانا عبدالحی چاٹگامی (م ۱۳۳۹ھ) (احوال وآثار ص۲۲)

۶۷۔مولانا شاہ عبداللہ جلال آبادی (م ۱۹۲۴) (احوال وآثار ص۲۲)

۶۸۔مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنوی ناظم ندوۃ العلماء (سابقاً)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

’’شیخ، امام، علامہ، محدث رشید احمد بن ہدایت احمد بن پیر بخش بن غلام حسین بن غلام علی بن علی اکبر بن قاضی محمد اسلم انصاری حنفی رامپوری ثم گنگوہی۔۔محقق عالم اور مدقق فاضل تھے۔ صدق، عفاف، توکل، شہامت اور دین پر استقامت میں ان جیسا ان کے زمانہ میں کوئی نہ تھا۔

۶/ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ کو اپنے ننہیال کے ہاں گنگوہ میں پیدا ہوئے۔اصلاً قصبہ رامپور ضلع سہارنپور کے تھے۔فارسی کے رسائل اپنے ماموں محمد تقی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولوی محمد بخش رامپوری سے پڑھیں، پھر دہلی کا سفر کیا اور کچھ اسباق قاضی احمد الدین جہلمی سے پڑھے، پھر شیخ مملوک علی نانوتوی کی خدمت میں پہنچے اور اکثر درسی کتابیں ان سے پڑھیں اور کچھ مفتی صدر الدین دہلوی سے بھی۔حدیث اور تفسیر کا اکثر حصہ شیخ عبدالغنی اور کچھ احمد سعید بن ابی سعید دہلوی سے پڑھا۔یہاں تک کہ معقول ومنقول میں اپنے معاصرین سے بڑھ گئے اور پھر واپس گنگوہ آئے اور اپنے ماموں محمد تقی کی دختر خدیجہ سے شادی ہوئی، پھر ایک سال میں قرآن مجید حفظ کیا، پھر طریقت کی تحصیل شیخ اجل امداداللہ بن محمد امین تھانوی سے کی۔ان کی خدمت میں رہ کر، پھر گنگوہ میں صدارت تدریس پر فائز ہوئے۔اسی دوران ۱۲۷۶ھ میں انگریز حکومت کے خلاف کام کرنے کی پاداش میں چھ ماہ تک مظفرنگر کی جیل میں رکھے گئے۔جب کافی ثبوت نہ ملا تو بری کر دیئے گئے۔پھر ایک زمانہ تک درس وتدریس اور افادہ کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۲۸۰ھ میں حجاز گئے اور اپنے شیخ حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے ملے، حج کیا پھر مدینہ منورہ کا قصد کیا۔وہاں اپنے استاد شیخ عبدالغنی سے بھی ملے۔پھر ہند واپس آکر تدریس میں مشغول ہوگئے۔

دوبارہ ۱۲۹۴ھ میں حجاز کا سفر کیا۔ اس مرتبہ آپ کے ہمراہ نیک لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان میں مولانا محمد قاسم، شیخ محمد مظہر، شیخ یعقوب، شیخ رفیع الدین، شیخ محمود حسن دیوبندی، مولانا احمد حسن کانپوری اور دیگر حضرات شامل تھے۔ اپنے والدین میں کسی ایک کے لیے حج کیا اور پھر ۲۰ روز تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اپنے شیخ عبدالغنی سے ملے اور پھر مکہ مکرمہ واپس آ کر پورا ایک مہینہ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے۔ پھر واپس آ کر گنگوہ میں تدریس جاری رکھی۔

۱۲۹۹ھ میں پھر حجاز گئے اور اپنے والدین میں سے کسی ایک کے لیے حج کیا۔ مدینہ منورہ گئے، اپنے شیوخ سے مل کر واپس ہند آ گئے اور پھر گنگوہ سے ایک دو بار کے علاوہ کبھی کہیں نہیں گئے۔ حجاز کے تیسرے سفر سے قبل فقہ، اصول، کلام حدیث اور تفسیر سبھی علوم کی تدریس کرتے تھے۔ حجاز سے آخری حاضری کے بعد اپنے اوقات صحاح ستہ کی تدریس کے لیے فارغ کر لیے۔ ایک سال میں یہ تمام حدیث کی کتابیں پڑھانے کا معمول تھا۔ پہلے ترمذی شریف پڑھاتے۔ اس میں متن اور اسناد کی تحقیق میں پوری توجہ فرماتے۔ پھر ابوداؤد اور صحیح بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ کا درس دیتے تھے۔ تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ پھر بھی چند تصانیف تصفیۃ القلوب امداد السلوک، ہدایۃ الشیعۃ، زبدۃ المناسک، ہدایۃ المعتدی، سبیل الرشا، براہین قاطعہ اور اختلافی مسائل میں بعض رسائل۔ آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ آپ کے احباب نے جمع کیا ہے اور فتاوی کا مجموعہ تین جلدوں میں ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا محمد یحیٰی بن اسماعیل کاندھلوی نے جامع ترمذی کے درس میں آپ کے افادات کو لکھ کر ''کوکب الدرامی'' کے نام سے طبع کرایا اور اپنی تعلیقات کے ساتھ ''لامع الدرامی'' کے نام سے چھپوایا۔

آپ تقوی، اتباع سنت، شریعت پر استقامت، بدعات کے استیصال سنت کے

پھیلانے اور شعائر اسلام کے بلند کرنے اور دین کے معاملہ میں کسی کی پروانہ کرنے میں اللہ کی نشانی تھے۔ علم و عمل، مریدین کی تربیت اور تزکیہ نفوس کی ریاست اس پر منتہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے انہیں ایسے شاگرد اور خلفاء دیئے کہ اس زمانہ میں ان جیسوں کا وجود بہت کم تھا۔ وہ بھی دین کے معاملہ میں آپ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

آپ کے کبار خلفاء میں شیخ خلیل احمد سہارنپوری، شیخ محمود حسن دیوبندی، شیخ عبدالرحیم رائے پوری اور شیخ حسین احمد فیض آبادی مدنی ہیں اور مشہور ترین شاگردوں میں شیخ محمد یحیٰی کاندھلوی، شیخ ماجد علی المانوی اور شیخ حسین علی الوانی اور دیگر حضرات ہیں۔ جمعہ کے دن آذان کے بعد جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(مولانا حکیم عبدالحی۔ نزھۃ الخواطر: حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء ج: ص ۱۴۸ تا ۱۵۲ (عربی سے اردو)

مولانا محمد میاں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کے رفیق اور مخلص دوست تھے۔ زمانۂ طالب علمی کے ساتھ ہوا جو آخر تک قائم رہا۔ حجۃ الاسلام علمِ کلام کے امام ہیں اور حضرۃ امامِ ربانی فقہ و حدیث کے، آپ نے مسائل فقہیہ کو احادیث پر منطبق کر کے درسِ حدیث کا ایک ایسا طرز قائم فرمایا جو یقیناً بے نظیر اور بہت زیادہ ضروری تھا''۔

حضرۃ علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے:

''امامِ ربانی نہ صرف مذاہب ابوحنیفہ کے ماہر تھے۔ بلکہ چاروں مذاہب کے فقہیہ تھے۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذہبوں کا ماہر ہو''۔

یہ دونوں بزرگ ۱۸۵۷ء میں حضرۃ حاجی صاحب (امداد اللہ) کے وزیر اور تحریک کے روحِ رواں تھے۔ انتظامی تحریک پر امام ربانی گرفتار کئے گئے۔ مگر در حقیقت یہ قدرت کا کرشمہ تھا

کہ اس تمام سرگرمی کے باوجود خداوند وعالم نے نجات دلا دی۔ابھی مقدمہ پیش تھا کہ عام معافی کا اعلان ہوگیا۔تاہم چھ ماہ تک حوالات یا جیل خانہ میں رہنا پڑا۔

جب دارالعلوم دیوبند کی تحریک شروع ہوئی تو آپ اس کے سربرآوردہ رکن تھے۔ حضرۃ حجۃ الاسلام (مولانا محمد قاسم) کے مشیرِ خاص تھے۔ان کی وفات کے بعد دارالعلوم کے سرپرست مقرر کئے گئے''۔

(مولانا سید محمد میاں ''علمائے حق'' مراد آباد۔ستمبر ۱۹۴۶ء حصہ اول ص ۸۳ تا ۸۴)

مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

''آپ دارالعلوم کے بانیوں میں ہیں اور سربراہ کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

۱۔دینی خدمات:علم حدیث،فقہ اور تصوف سے بہت زیادہ شغف رہا۔ہزاہا انسانوں نے آپ سے استفادہ حاصل کیا۔آپ نے علماء کی دینی تربیت فرمائی اور انہیں دین کے بارے میں اتنا راسخ اور مستحکم بنا دیا کہ ان افراد پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز نہ ہوسکا۔

۲۔سیاسی خدمات:۱۸۵۷ء کے انقلاب میں حضرۃ نانوتویؒ کے دوش بدوش قائدانہ حصہ لیا اور نو ماہ تک اسیرِ فرنگ رہے۔جن لوگوں نے ان سیاسی اور جہادی خدمات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے خواہ اپنی لاعلمی اور معاملات سے بےخبری کی بنا پر یا اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے ان کی مصلحت اندیشی لایعبأ بہ اور باخبر لوگوں کے نزدیک لغو ہے۔

(مولانا قاری محمد طیب قاسمی دارالعلوم دیوبند دہلی۔۱۹۶۵ء ص ۵۶)

پروفیسر عبدالقیوم صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا رشید احمد گنگوہی جو مفتی صدر الدین آزردہ،مولانا مملوک علی نانوتوی اور شاہ عبدالغنی دہلوی کے تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں اور سرپرستوں میں سے تھے۔اپنے عہد

کے ایک علم باعمل اور صوفی تھے۔آپ نے عربی و اسلامی علوم پر اردو میں بہت کام کیا ہے۔۱۹۰۵ء میں آپ کی وفات ہوئی اور براہین قاطعہ،ہدایۃ المھتدی اور سبیل الرشاد وغیرہ آپ کی اہم مؤلفات ہیں''۔(پروفیسر عبدالقیوم۔تاریخ ادبیات جامعہ پنجاب ۱۹۷۲ء ص ۴۱۷ تا ۴۱۸ بحوالہ پاکستان کا معمارِ اول سرسید ص ج)

ڈاکٹر زبیدا احمد لکھتے ہیں:

''عہد انگلیسی میں یہاں دیوبند اور ندوۃ العلماء یکے بعد دیگرے تعلیم علوم اسلامیہ وعربیہ کے مرکز ہے۔مولانا محمد قاسم،رشید احمد گنگوہی،محمود الحسن اشرف علی تھانوی،شبیر احمد عثمانی ،انور شاہ وغیرہ آسمان علم وفضل کے شموس واقمار تھے،جو دیوبند کے مطلع سے چمکے۔موجودہ علمائے دیوبندی میں جناب حسین احمد مدنی،مولانا حفظ الرحمٰن وغیرہ کے برکات علم وفضل تمام اطراف ہندوستان کو گھیرے ہوئے ہیں۔یہی فیض پاکستان میں مفتی محمد شفیع،جناب ظفر احمد اور مولانا احتشام الحق وغیرہ سے جاری ہے..........ان سے پہلے ذوالفقار علی دیوبندی ادیب ماہر گزر چکے ہیں۔جن کا اردو ترجمہ حماسہ وغیرہ کا کافی مشہور ہے حیدرآباد میں مولانا مناظر حسن بھی ایک بلند پایہ عالم ہیں''۔

دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار مولانا نسیم احمد فریدی لکھتے ہیں:

''رشید احمد گنگوہی مشہور محدث،مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی کے فرزند تھے۔ان کی پیدائش ۶/ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء کو بروز شنبہ بوقت چاشت قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں شیخ المشائخ حضرۃ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خانقاہ کے متصل مکان میں ہوئی۔ان کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرۃ ابوایوب انصاریؓ تک اور دادی کی طرف سے گیارھویں پشت میں قطبِ عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے مل جاتا ہے۔

ان کے والد مولانا ہدایت احمدؒ ایک جید عالم تھے اور طریقت میں حضرۃ شاہ غلام علی نقشبندی دہلویؒ سے توسل و تعلق رکھتے تھے۔۱۲۵۲ھ میں مولانا ہدایت احمد کا گورکھپور میں انتقال ہو گیا۔رشید احمد کی عمر اس وقت سات سال کی تھی۔باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد ان کے دادا نے ان کی تربیت کی۔ان کی والدہ ایک راسخ العقیدہ ،دین دار اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ بچپن ہی سے رشید احمد میں نیکی اور عظمت کے آثار نمایاں تھے۔وہ بہت خوش الحان تھے۔انہوں نے فارسی ،کرنال میں اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد تقی سے پڑھی ،جو فارسی کے مسلم الثبوت استاد تھے۔فارسی کی کے بعد عربی کا شوق ہوا۔صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں محمد بخش رامپوری سے پڑھیں ۔صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد انہی کی ترغیب سے علوم درسیہ کی تکمیل کے لیے ۱۲۶۱ھ میں سترہ سال کی عمر میں دہلی گئے اور وہاں مولوی قاضی احمد الدین جہلمی کی شاگردی اختیار کی ۔اس کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت دہلی کالج (اجمیری دروازہ دہلی) کے مدرسِ اول تھے۔۱۲۶۰ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی مولانا مملوک علی کے ہمراہ دہلی آ گئے تھے۔یہ بھی ہم سبق ہو گئے اور آپس میں ایسا تعلق پیدا ہوا کہ آخری وقت تک جدوجہد میں رفیق رہے۔دارالعلوم دیوبند کی تاسیس و اہتمام میں بھی باہمی تعاون رہا۔ انہوں نے مفتی صدرالدین سے اکتسابِ علم کیا اور حدیث شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھی۔درسیات سے فارغ ہو کر انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔

تحصیل علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی سے تھانہ بھون آئے اور حضرۃ حاجی امداداللہ تھانوی سے بیعت ہوئے۔انہوں نے کچھ عرصہ وہیں رہ کر اپنے مرشد کی رہنمائی میں تمام منازل سلوک طے کیں اور چاروں سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

غلام قادر گرامی نے ان کی شان میں یہ رباعی کہی ہے۔

خاکِ گنگوہ را نوید است رشید — گنجینۂ فقر را کلید است رشید
امداداللہ مہاجر مکی را — اللہ اللہ عجب مرید است رشید

۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں وہ تحریکِ آزادی میں حصہ لینے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات مین رکھنے کے بعد رہا کر دیئے گئے۔انہوں نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء سے ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء تک ،صرف چند سال چھوڑ کر ،تقریباً پچاس برس انہوں نے گنگوہ میں تفسیر ،حدیث اور فقہ کا درس دیا اور بڑے بڑے ذی استعداد طلبہ نے ان سے حدیث حاصل کی۔

۱۳۱۴ھ/۱۸۹۵ء کے بعد ان کی بصارت جاتی رہی۔پھر وفات تک درس وتدریس کی بجائے اصلاح باطن اور تربیت مریدین میں مشغول رہے۔

مولانا رشید احمد کی زندگی سراپا سنت تھی۔انہوں نے درسِ حدیث نبوی کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا۔ان کے درسِ حدیث سے تین سو سے زائد جید علماء فیض یاب ہوئے جنہوں نے ملک اور بیرون ملک میں علم حدیث کی اشاعت کی۔ان میں بڑے بڑے علماء کے نام شامل ہیں۔

سلسلہ طریقت کے خلفاء میں بھی سربرآوردہ علماء کے نام ملتے ہیں۔مثلاً شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (مدرس اول دارالعلوم دیوبند) شاہ عبدالرحیم رائے پوری۔مولانا خلیل احمد انبیٹھوی (مؤلف بذل المجہود ،شرح ابی داؤد) مولانا سید حسین احمد مدنی وغیرہ۔

علامہ محمد قاسم نانوتویؒ اور رشید احمد گنگوہیؒ ۱۸۵۷ء میں شاملی اور تھانہ بھون وغیرہ میں جہاد حریت کے علمبردار رہے تھے اور حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی سرپرستی میں بڑے بڑے کارِ

نمایاں کر چکے تھے ۔ برطانوی دور میں وہ خاص طور سے معتوب رہے ۔لیکن خدانے گزند سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

مولانا رشید احمد چاروں طریقوں میں بیعت کرتے تھے ۔لیکن عام تعلیم چشتیہ صابریہ طریقے کی تھی (دیکھئے سید حسین احمد مدنی: مکتوبات،۱: ۳۹۶ مطبع معارف اعظم گڑھ)

۱۲ یا ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کو وہ نوافل ادا کرنے حجرے میں گئے ۔ جہاں پاؤں کی دوانگلیوں کو ناخن سے ذرا نیچے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا،جس کی شدت سے بخار ہوگیا۔ ہر چند علاج کیا گیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور باختلاف روایت ۸ یا ۹/ جمادی الأخری ۱۳۲۳ھ /۱۱/ اگست ۱۹۰۵ء کو بعد نماز جمعہ وفات پا گئے ۔تذکرۃ الرشید میں ان کی کم وبیش پندرہ تصانیف کا ذکر آیا ہے ۔(جملہ صحاح ستہ پر آپ کی تقریریں ضبط کی گئی ہیں ،جن میں سے الترمذی پر الکوکب الدری دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے ۔ایک اور تقریر اردو میں النفح الشذی کے نام سے طبع ہو چکی ہے ۔) مکاتیب اور فتاویٰ کے مجموعے بھی ہیں ۔(ماخذ : تذکرۃ رشید۲: ۳۲۹ تا ۳۳۳ ۔ ۲۔محمد ادریس نگرامی: تذکرۂ علمائے حال ص ۲۶، ۲۷ مطبع نول کشور لکھنو ۱۸۹۷ ۔۳۔عبدالحی :نزہتہ الخوالخرج ۸، ۴۔عبدالرشید: بیس بڑے مسلمان ۔لاہور ۵۔ظفر احمد عثمانی : شاہ ولی اللہ کی خدمت حدیث،اور معارف،اعظم گڑھ جون ۱۹۴۴ھ) نسیم احمد فریدی وادارہ۔

(دائرہ معارف اسلامیہ ج: ۱ ص ۲۶۷ تا ۲۶۹)

فہرست خلفاء مجازین

۱۔مولانا حافظ خلیل احمد انبٹیھویؒ
۲۔مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
۳۔مولانا حافظ عبدالرحیم رائے پوریؒ
۴۔مولانا صدیق احمد انبٹیھویؒ
۵۔مولانا محمد روشن خان مرادآبادیؒ
۶۔مولانا مولوی محمد صدیق مہاجر مدنیؒ
۷۔مولانا حسین احمد مدنیؒ
۸۔مولانا سید احمد مہاجر مدنیؒ
۹۔مولانا حکیم محمد اسحاق نہٹوریؒ
۱۰۔مولانا حافظ محمد صالح نکودر ضلع جالندھریؒ
۱۱۔مولانا قدرت اللہ مرادآبادیؒ
۱۲۔مولانا عبدالصمد سونی پتیؒ
۱۳۔مولانا حکیم محمد صدیق مرادآبادیؒ
۱۴۔مولانا حافظ محمد یٰسین نگینویؒ
۱۵۔مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ
۱۶۔نمبردار الحاج نصیرالحق کاندھلویؒ
۱۷۔مولانا محمد اکرم صاحبؒ (گرسہائے)
۱۸۔شیخ عبدالغفور جے پوری
۱۹۔مولانا مخلص الرحمٰن بنگالی۔
۲۰۔مولانا رمیض احمد بنگالی
۲۱۔مولانا ضمیرالدین بنگالی
۲۲۔مولانا عبدالباری بنگالی
۲۳۔قاری محمد ابراہیم بنگالی۔
۲۴۔مولانا عبداللطیف بنگالی
۲۵۔مولانا صادق الیقین کرسویؒ
۲۶۔مولانا محمد مظہر نانوتویؒ
۲۷۔مولانا داؤد احمد گنگوہیؒ
۲۸۔مولانا قادر علی دہلویؒ
۲۹۔مولانا حافظ عبدالرحمٰن پوربیؒ
۳۰۔مولانا بہاء الدین کابلیؒ
۳۱۔مولانا حافظ قمرالدین سہارنپوریؒ
۳۲۔مولانا قاری مغیث الدین ساڈھوریؒ

(تذکرۃ رشید ج ۲ ص ۱۶۰)

۳۳۔مولانا محمد عبدالمجید خان پنگنوریؒ (آمینہ وانمباڑی ص ۱۲۹)

۳۴۔مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

۳۵۔مولانا عبدالودود چاٹگامیؒ (مشاہیر ص ۳۴۰)

۳۶۔مولانا فدا حسین دربھنگویؒ (مشاہیر ص ۳۹۵)

۳۷۔مولانا سراج احمد رشیدیؒ

۳۸۔مولانا شیخ عبدالحق شاہجان پوری (مشاہیر ص ۶۱۰)

۳۹۔مولانا محمد فاروقی جالندھری (مشاہیر، ص ۵۳۷)

۴۰۔مولانا شاہ وارث حسن (مشاہیر، ص ۶۵۹)

آپ کے چند ممتاز شاگرد:

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۹۶۔۱۳۷۷ھ) (۱۸۷۹۔۱۹۵۷ء)

آپ ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ / ۱۱۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء میں بانگرمئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد سید حبیب اللہ (۱: ۔مولانا حبیب اللہ مشہور بزرگ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآباد کے خلیفہ تھے) ایک اردو مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔تقریباً تین سال کے تھے کہ آپ کے والد صاحب نے اپنا تبادلہ بانگرمئو سے اپنے وطن اللہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں کرالیا وہاں رہ کر ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی ۔صفر ۱۳۰۹ھ میں ۱۳ سال کی عمر میں آپ کے والد صاحب نے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جہاں آپ کے دو بڑے بھائی مولانا محمد صدیق اور مولانا سید احمد پہلے سے زیر تعلیم تھے۔۱۳۱۵ھ میں مولانا محمود حسن، مولانا غلام رسول ہزاروی اور دیگر اساتذہ سے کتبِ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی ۔۱۳۱۶ھ میں آپ کے والد صاحب نے مع اہل وعیال مدینہ منورہ ہجرت کی تو وہاں مسجد نبوی میں ۱۸ سال تک درس حدیث دیتے رہے ۱۳۳۳ھ میں آپ کے استاذ مولانا محمود حسن حجاز پہنچے تو آپ نے وہاں قیام کیا۔کچھ عرصہ بعد ۱۳۳۵ھ میں انگریزوں نے تحریک آزادی کی پاداش میں جب مولانا محمود حسن کو حجاز سے گرفتار کیا تو گو آپ کی گرفتاری کے آرڈر نہیں تھے مگر اپنے استاذ کی رفاقت ومعیت کی خاطر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کردیا۔وہاں سے لے جا کر ''مالٹا'' میں قید کردیئے گئے اور ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ / ۸ جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچا کر سب کو رہا کردیا گیا۔اسی سال اکابر کے حکم سے جامعہ اسلامیہ امروہہ میں صدارتِ تدریس کی خدمات انجام دیں۔پھر ۱۳۳۹ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ

میں صدر مدرس رہے مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں ہی جامعہ اسلامیہ سلہٹ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوگیا اور علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ڈابھیل تشریف لے جانے پر آپ شوال ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنائے گئے۔آپ بڑے درجہ کے محدِّث اور حدیث کے مشہور اسکالر تھے آپ کا درسِ حدیث بہت مقبول تھا۔۱۳۴۵ھ سے ۱۳۷۷ھ تک ۳۲ برس دارالعلوم میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے۔اس دوران میں ۴۴۸۳ طلبہ نے آپ سے بخاری اور ترمذی پڑھ کر دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی ۔۔۔بہرحال مجموعی حیثیت سے آپ عالِم ،فاضل ،شیخِ وقت ،مجاہد، جفاکش ،جری اور اولوالعزم فضلاء دارالعلوم دیوبند میں سے تھے۔(مولانا قاری طیب قاسمی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: کراچی۱۹۷۲:ص ۶۶)

تصنیفی خدمات:۔

آپ کی تصانیف میں نقشِ حیات (۱۔۲) مکتوباتِ شیخ الاسلام مرتب مولانا نجم الدین اصلاحی (۱۔۴) سفرنامہ اسیر مالٹا، مجالسِ سبعہ (۱۹۴۳ء میں مُرادآباد کی جیل میں جو درسِ قرآن دیا یہ ان کا مجموعہ ہے) معارفِ مدینہ۔آپ کے شاگرد مولانا سید طاہر حسن نے ترمذی شریف پر آپ کی تقریر چھاپ دی ہے اسی طرح آپ کے دوسرے شاگرد مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک نے ترمذی ہی پر آپ کے درسی افادات کو جمع کر کرے ''حقائق السنن'' کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ تیسرے شاگرد مولانا سلیم اللہ خان جامعہ فاروقیہ کراچی نے بخاری شریف (کتاب المغازی) کی شرح ''کشف الباری'' کے نام سے چھاپ دی ہے اور اس میں بخاری شریف پر آپ کے درسی افادات سے خاصا استفادہ کیا گیا ہے۔نیز چوتھے شاگرد مولانا سرفراز خان صفدر ہزاروی نے بھی آپ کے درسی افادات کتابی شکل میں پیش کئے ہیں۔

صوفیانہ مسلک:۔

۱۳۲۶ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر والد ماجد کے ہمراہ مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔اس دوران میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشاد پر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی روحانی فیض حاصل کرتے رہے۔۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہی نے یاد فرمایا تو اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق کے ہمراہ گنگوہ پہنچے۔اسی عرصۂ قیام کے دوران میں ایک دن حضرت گنگوہی نے یاد فرمایا اور دستار بندی کرادی اور ساتھ ہی پوچھا کچھ جانتے بھی ہو یہ کیا ہے؟ مولوی صدیق نے دبی زبان سے عرض کیا کہ ''دستارِ فضلیت'' ارشاد ہُوا ''دستارِ خلافت ہے''(ا:۔مولانا عاشق الٰہی میرٹھی :تذکرۃ الرشید :میرٹھ :ص ۱۵۸۔۱۵۹) پھر ہزاروں مسلمان مولانا حسین احمد مدنی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان میں سے جن خوش نصیبوں نے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی ان کی تعداد ۱۶۶ ہے۔ان میں بڑے بڑے علماء کے بھی نام آتے ہیں۔مولانا سید حسین احمد مدنی کو حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کی طرف سے بھی اجازت حاصل تھی۔

وصال:۔

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ / ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ساڑھے ۸۱ سال کی عمر میں دیوبند میں وصال ہوا۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی امامت میں ہزاروں مسلمانوں نے نماز جناہ پڑھی اور مقبرۂ قاسمی میں تدفین ہوئی۔(رحمہ اللہ تعالیٰ)

اولاد:۔

اولاد میں تین فرزند مولانا سید اسعد، مولانا ارشد اور اسجد اور پانچ بیٹیاں۔ریحانہ، صفوانہ، رخسانہ، عمرانہ، اور فرحانہ ہیں۔

مزید مطالعہ کے لئے خودنوشت ''نقشِ حیات'' الجمعیۃ کا مدنی نمبر سید محمد میاں کی حیات

شیخ الاسلام ،مولانا قاضی زاہد الحسینی کی ''چراغِ محمد ﷺ'' مفتی عزیز الرحمٰن کی انفاسِ قدسیہ اور تذکرہ مشائخِ دیو بنداور اعجاز احمد سنگھانوی کی سوانح حیات'' حکایات وعملیاتِ مدنی ۔فرید الوحیدی کی مولانا حسین احمد مدنی ،ڈاکٹر رشید کی شیخ الاسلام کے حیات وکارنامے اور ڈاکٹر ابوسلمان کی شیخ الاسلام حضرت مدنی مفید رہیں گے ۔(:فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور:۱۹۷۶ء ج ۱: ص ۱۴۷۔:فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور انکے خلفاء: کراچی :۱۹۸۴ء: ص ۲۳۸ تا ۲۶۰) میں نے اپنے بزرگ دوست مولانا لطافت الرحمٰن سواتی سے درخواست کی کہ ان پر ایک قصیدہ عربی میں بھیجوادیں جس پر انہوں نے درج ذیل قصیدہ ارسال فرمادیا:

رثاء

شیخ العرب والعجم السید حیسن احمد المدنی رحمه اللّٰه تعالیٰ

(مولانا لطافت الرحمن)

الیوم اَذکرمولانا وسید نا حیسن احمد شیخی بعد ازمان

آج میں بہت زمانے کے بعد اپنے آقا اور سردار
اور اپنے شیخ حضرت مولانا حسین احمدؒ کا ذکر کرہا ہوں۔

علامة الدهر استاذالوری المدنی شیخ المشائخ من افذاذاقران

اس مدنی کا جو زمانہ کے علامہ اور مخلوق خدا کے استاذ ،علماء کرام کے شیخ اور یگانۂ روزگار تھے

حویٰ علوماً واخلاقاً ومنزلةً رفیعةً جاوزت مجهورانسان

جنہوں نے اتنے علوم اور ایسے اخلاق اور بلند درجات پر احاطہ کیا۔
جو انسان کی طاقت کی پرواز سے بالاتر ہیں۔

وجاهةً ووقاراً عظمة وتقیً وسوددالعلم فی حلم وخضعان

جنہوں نے وجاہت وقار وعظمت اور تقویٰ وعلمی سیادت کو صبر وتواضع کیساتھ جمع کیا۔

دروسه فی الکراسات التی کتبت فی الترمذی والبخاری حرزایمان

ان کے درس کی تقریریں جو ترمذی اور بخاری کی کاپیوں کی شکل میں محفوظ ہیں
ایمان کی حفاظت کے لئے نسخۂ کیمیا ہے۔

وشانه شان شیخ الهند قدوته وقدوة الرشدو التقویٰ وعرفان

ان کی شان اپنے شیخ حضرت شیخ الهندؒ کی طرح تھی
جو رُشد وتقویٰ اور معرفت الٰہیہ میں پیشوا اور مقتدا تھے

فلم یکن ننگ اسلان جهابدة بل المذکر اسلاناًذوی شان

درحقیقت وہ ننگ اسلاف نہیں تھے بلکہ شان اور عظمت والے علمائے سلف کی یادگار اور نمونہ تھے۔

محدّثاثقة ثبتافلیس له فی زمرة العلماء الجلّ من ثانٍ

محدث ،معتمد ثقہ تھے۔ بڑے بڑے علماء کی مجلس میں ان کا ثانی نہیں تھا۔

وکان طوراًعظیمافی عزائمه فنال فضلاومجداحسب امکان

اپنے ارادوں میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے۔
انہوں نے کمالات اور بزرگی سے حتی الامکان اپنا دامن خوب بھرلیا تھا۔

عظیم هم رحیب الصدرمتئدٌ حاشا عن الضعف فی سرٍّواعلانٍ

بڑی ہمت والے کشادہ دل اور مستقل مزاج تھے
ضعف وکمزوری سے خلوت وجلوت دونوں میں کوسوں دور تھے

مُحیِ اللیالی بذکراللّٰه مبتهل یتلو علی ظهرِ قلب جزء قراٰن

راتوں کو جاگنے والے تھے اور ذکر اللہ میں عاجزی کے ساتھ مشغول رہتے تھے
نیز یاد سے قرآن کریم کا ایک حصہ تلاوت فرماتے تھے .

والیوم واللیل فی درس الحدیث لہ   کلاھما فی رضاء الرّبّ منان

دن رات احادیث رسول ﷺ کے درس میں مشغول رہتے تھے۔
شب و روز رب العالمین کی رضا میں سرشار تھے .

درس الحدیث مُدیٰ عمر وظیفة   بشوق قلب بحب اللّٰہ ملآن

پوری عمر حدیث کا درس دینا دل میں شوق حدیث لئے ہوئے
ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اور دل اللہ کی محبت سے لبریز تھا۔

وجودہ لا کجود الحاتم الطائی   بل المزید بعلم ثم احسان

ان کے سخا کے ساتھ حاتم طائی کی سخاوت کی کیا نسبت۔
علم اور احسان اس پر مزید اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

وقدتوارث من استاذہ شغفا   بان یخلص ھند امن بریطانی

اپنے استاذ سے یہ مشغلہ وراثت میں ملا تھا کہ سرزمین ہند کو برطانیہ کے پنجہ سے آزاد کرائے۔

فکان ماانفک مشغولاً بحرب عدیً   حرب السیاسة فی تحریر بلدان

پس ہمشہ وطن کی آزادی کے سلسلہ میں دشمنوں سے برسرپیکار رہے۔
وطن کی آزادی میں ان کے سیاسی محارب و مدمقابل تھے

محرر الھند اشیاخ ذورھممٍ   وفرّ انکلیزفی ذل وخسران

ہمت والے مشائخ نے ہندوستان کو آزادی بخشی اور انگریز نے ذلت اُٹھاتے ہوئے اپنا بستر لپیٹا۔

وھٰذہٖ نفشات بھا   بامرا کرم خلان واخوان

یہ چند کلمات ہیں جو میں نے اپنے دوستوں میں سے معزز ترین دوست کے حکم کی
بجا آوری کے طور پر کہے ہیں۔

المقرء الحافظ الحاوی علیٰ جللٍ   من الفیوض فیوض اللّٰہ رحمانٖ

جو اچھے قاری حافظ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان بخششوں پر احاطہ کیا
یعنی قاری فیوض الرحمٰن صاحب

ارثی بھا بیھقی الوقت تارکنا   ایتام علم علیٰ یاس وحرمان

میں اس قصیدہ کے ذریعہ بیہقی وقت کا مرثیہ کہہ رہا ہوں
جس نے ہمیں علم میں یتیم ناامیدی اور محرومی کے عالم میں چھوڑا

نعم تلامیذہ فاتو الالوف وھم   شموس دین علی افلاک اوطان

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کے شاگرد ہزاروں سے زیادہ ہیں
اور سب اپنے اپنے علاقے کے آسمان پر دین کے خورشید تاباں بنے ہوئے ہیں .

فاللّٰہ اولاہ فی الفردوس تکرمة   واللّٰہ اٰواہ فی جنات رضوان

پس اللہ ان کو جنت الفردوس میں اکرام وعزت عطا فرمائے۔
اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضامندی کی جنت میں ٹھکانہ عطا فرمائیں

وان تلمیذہ الادنی اللطافة من   ابناء دیوبند عبدمذنب فانٖ

مولانا محمد بدر عالم میرٹھی

۱۹۰۱ء......۱۹۶۵ء

آپ ۱۹۰۱ءکو''بدایوں''،ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔والد صاحب کا نام حاجی تہور علی تھا۔

قرآن مجید کی تعلیم کے بعد ابھی اسکول کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔کہ انہی ایام میں الہ آباد میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک وعظ سن کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔چنانچہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ءکو''مظاہر العلوم''سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ءکو حضرت مولانا خلیل احمد سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے ممتاز تلامذہ (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الخلیل: کراچی ۱۹۷۱ء :صفحہ ۲۳۴) میں سے تھے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد''مظاہر علوم''میں تدریس (مولانا محمد شاہد سہارنپوری: تاریخ مظاہر :سہارنپور ۱۳۹۵ھ ج ۲،صفحہ ۲۵۳) پہ مامور ہوئے اور دو سال درس دینے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دوبارہ امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری سے دورۂ حدیث پڑھ کر دوسری سند حاصل کی۔

قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:

''آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔فراغت تحصیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کے درجہ ابتدائی کے مدرس رہے۔فن حدیث میں خاص دلچسپی اور لگاؤ ہے۔فارغ التحصیل ہوجانے کے بعد کئی بار حضرت شاہ صاحبؒ کے یہاں ترمذی اور بخاری کی

سماعت فرمائی۔آپ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کے خاص ترجمان ہیں۔فیض الباری شرح صحیح بخاری آپ کی تالیفات کا شاہکار ہے۔حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ سے بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز ہیں۔آپ کا سلسلہ ارشاد وہدایت الحمدللہ وسیع ہے۔تقسیم ملک کے بعد پاکستانی قومیت اختیار کی۔اور ٹنڈو الہ یار کے مدرسہ میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا اور درس حدیث میں مشغول رہے پھر پاکستان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور اب وہیں مقیم ہیں۔آپ کا سلسلۂ بیعت وارشاد خصوصیات سے افریقہ میں بہت پھیلا ،بکثرت افریقی آپ سے بیعت ہیں۔زمانہ حج میں جو قافلے ایسٹ یا ساؤتھ افریقہ سے آتے ہیں وہ اکثر وبیشتر آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر واپس ہوتے ہیں۔آپ کی تصنیف وتالیف میں''ترجمان السنۃ''علم حدیث میں ایک شاہکار تصنیف ہے جس میں اکابر دارالعلوم اور بالخصوص حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کے علوم کو جمع کر کے خود اپنے علم اور علمی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔اس مبارک کتاب کی تین ضخیم جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو چکی ہیں جو خواص وعوام میں مقبول ہیں۔''

(مولوی قاری محمد طیب قاسمی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: دہلی: ۱۹۲۵ء :صفحہ ۷۸،۷۹)

''مظاہر علوم''سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں سترہ سال تک تدریس حدیث میں مشغول رہے،زاں بعد مدرسہ''جامع العلوم''بہاولنگر میں ایک سال کی تدریس کے بعد دہلی تشریف لے گئے،وہاں ندوۃ المصنفین کے''رفیق خصوصی''بن کر''ترجمان السنۃ'' کی تالیف کا کام شروع کیا۔دوسری جلد زیر تالیف تھی کہ ملک تقسیم ہوگیا،اور آپ کراچی آگئے۔پھر جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں تدریس حدیث کرتے رہے۔ایک عرصہ تک جامع کے ناظم اعلیٰ رہے۔ٹنڈو الہ یار سے ۱۳۷۲ھ میں

مدینہ منورہ ہجرت کی اور پاک زمین کو اپنی آماجگاہ بنالیا۔۵، رجب ۱۳۸۵ھ، ۲۹، اکتوبر ۱۹۶۵ء کو جمعہ کی شب میں انتقال فرمایا۔

(مولوی محمد شاہد سہارنپوری: تاریخ مظاہر سہارنپور: ۱۳۹۵ھ ج ۲)

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:

ان بزرگوں کے علاوہ کئی اور علماء نے بھی اردو زبان میں عربی ادب اور علوم کی نشرواشاعت اور ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے جن میں مجوب الارث کے مصنف مولانا بدر عالم میرٹھی جو ایک بلند پایہ عالمِ، محدث اور مفسر اور ترجمان السنۃ کے مصنف ہیں۔

(سید فیاض محمود: تاریخ ادبیات: جامعہ پنجاب ۱۹۷۲ء ج، صفحہ ۴۲۰۔)

تصنیفی خدمات:

۱۔ فیض الباری شرح بخاری (عربی) مطبوعہ مصر۔

۲۔ ترجمان السنۃ چار جلدوں میں۔

۳۔ جواہر الحکم۔تین جلدوں میں

۴۔ مستزاد الحقیر۔

۵۔ زبدۃ المناسک۔

۶۔ ترجمہ الحزب الاعظم۔

۷۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

۸۔ آوازحق۔

۹۔ شانِ حضور۔

۱۰۔ قسمت کا ستارہ۔

۱۱۔ فریادمظہر۔

۱۲۔ عزیزوں کے نام ایک مکتوب۔

۱۳۔ مجوب الارث۔

معاصرین علماء کی نظر میں

مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کی ذاتِ گرامی علم وعمل اور شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی۔

(حافظ محمد اکبر شاہ بخاری: مولانا بدر عالم میرٹھی: البلاغ، کراچی: صفر ۱۳۹۷ھ، صفحہ ۵۴)

مولانا خیر محمد جالندھری فرماتے ہیں کہ:

حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھی بہت بڑے عالم، فقیہہ اور عارف تھے اور حضرت علامہ انورشاہ کشمیری قدس سرہ کے علوم ومعارف کے ترجمان تھے۔

(حافظ محمد اکبر شاہ بخاری: مولانا بدر عالم میرٹھی: البلاغ: کراچی: صفر ۱۳۹۷ھ صفحہ ۵۴)

مولانا محمد یوسف بنوری محدث لکھتے ہیں:

مولانا بدر عالم صاحبؒ دورِ حاضر کے ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کی بدولت علم ودین کی ساکھ قائم ہے جن سے مدرسے آباد اور منبر بارونق ہیں۔

(حافظ محمد اکبر شاہ بخاری: مولانا بدر عالم میرٹھی: البلاغ: کراچی: صفر ۱۳۹۷ھ صفحہ ۵۱)

اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:

مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی اپنے دور کے ایک جید عالم، عظیم محدث، قابل مدرس، فاضلِ مقرر، کامیاب اور مقبول مصنف تھے۔اور عربی کے ادیب اور شاعر تھے۔اپنے علمی

کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماء سلف کی یادگار تھے۔

(حافظ عبدالرشید ارشد: دارالعلوم دیوبند نمبر: لاہور: ۱۹۷۶ء، صفحہ ۳۸۱، ۳۸۲،)

آپ کی ایک اردو نعت نظر سے گزری ہے۔(بحوالہ نمبر۱)

درس و تدریس کے ساتھ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے علامہ شبیر احمد عثمانی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ اکابر علماء کی جدوجہد اور تحریک میں ان کے شان بشانہ حصہ لیا اور ۱۹۵۱ء میں اسلامی آئین کی ترتیب و تدوین میں ہر مکتب فکر کے جید علماء کی میٹنگ میں شرکت کی۔

(حافظ محمد اکبر شاہ: مولانا بدر عالم میرٹھی: البلاغ: کراچی: صفر ۱۳۹۷ھ صفحہ ۵۲)

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں۔

وہ میرے دورہ کے سال ۱۳۳۸ھ میں ترمذی شریف کے درس و شریک ہوتے تھے اور مظاہر علوم سے فارغ ہو کر اس مقصد سے دیوبند آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں میری ان کی تین بار ملاقات ہوئی۔ آخری دفعہ ۱۳۸۴ھ میں، میں نے ان کے گھر پر ملاقات کی۔ اس وقت وہ مریض تھے۔ گھنٹوں بٹھائے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ اپنی بعض تالیفات بھی ہدیہ کیں۔ رجب ۱۳۸۵ھ میں وفات پائی۔(مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی: مکتوب: ۱۹۷۷ء: صفحہ۲)

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

(۱۸۷۶ء......۱۹۳۴ء)

آپ ۲۷، شوال ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۶ء کو کشمیر کے ایک معزز گھرانے میں مولانا سید معظم شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ۴ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب سے قرآن مجید شروع کیا۔ غیر معمولی ذہانت و ذکاوت اور بے مثل قوتِ حافظہ ابتدائے عمر سے موجود تھی چنانچہ ڈیڑھ سال کی قلیل ترین مدت میں قرآن مجید کے ساتھ فارسی کی چند ابتدائی کتابیں ختم کر کے علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ مولانا غلام محمد ساکن صوفی پورہ سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۴ سال کی عمر میں ضلع ہزارہ کے مرکزی مدارس میں رہ کر تین سال تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم:

۱۳۰۸ھ، ۱۸۹۱ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور چار سال بعد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر تکمیل کی۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سندِ حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ حضرت گنگوہی کے خلفاء(۱) میں سے تھے۔

(۱) روایت مولانا محمد انور لائلپوری فاضل دیوبند۔

تدریس:

کچھ عرصہ تک دہلی اور وطن میں درس و تدریس میں مشغول رہنے کے بعد ۱۳۲۷ھ میں

دارالعلوم دیوبند میں بطور مدرس عربی آپ کا تقرر رہا۔ ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۵ء میں قائم مقام صدر مدرس مقرر فرمائے گئے۔ پھر ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء میں مستقل صدر مدرس ہوئے اور اوئل ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء تک صدر مدرس رہے۔ اس بارہ سالہ مدت میں آپ سے حدیث پڑھ کر ۸۰۹ طلبہ نے فراغت حاصل کی۔

۱۳۴۶ھ کے اوائل میں دارالعلوم کے اہتمام سے بعض اختلافات کے باعث فرائض صدارت سے دست کش ہوکر جنوبی ہند کے مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل میں تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ، ۱۹۳۲ھ تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ جاری رہا۔

تصانیف:

(۱) آپ کی ایک درجن سے زائد تصانیف میں صحیح بخاری کو تقریر فیض الباری (عربی) (مطبوعہ، چار ضخیم جلدوں میں) ہے۔ جسے آپ کے قابل شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھی نے مرتب فرمایا ہے۔
(۲) العرف الشذی، شرح ترمذی ۲ جلدوں میں (۳) ضرب الخاتم (۴) عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام (۵) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (٦) خزائن الاسرار اور (۷) شرح ابوداؤد ۲ جلدوں میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

وصال:

بیمار ہوکر دیوبند (جسے آپ اپنا وطن بنا چکے تھے) چلے آئے اور ۳ صفر ۱۳۵۲ھ ۲۹، مئی ۱۹۳۴ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے وصال پر علامہ سید سلیمان ندوی نے جو تعزیتی نوٹ لکھا اس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"دین ودانش کی دنیا کا مہر انور ۳، صفر ۱۳۵۲ھ (۲۹، مئی ۱۹۳۴ء) کی صبح کو دیوبند کی خاک میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ مرحوم کم سخن لیکن وسیع النظر عام تھے، ان کی مثال اس

سمندر کی سی تھی جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گراں قیمت خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اس عہد میں بے مثال تھے۔ علوم حدیث کے حافظ اور نکتہ شناس، علومِ ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعر وسخن سے بہرہ مند اور زہد وتقویٰ میں کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نوازشوں کی جنت میں ان کا مقام اعلیٰ کردے کہ مرتے دم تک علم ومعرفت کے اس شہید نے قال اللہ وقال الرسول کا نعرہ بلند رکھا، مرحوم معلومات کے دریا، حافظہ کے بادشاہ اور وسعتِ علمی کی نادر مثال تھے، ان کو زندہ کتب خانہ کہنا بجا ہے۔ شاید ہی کوئی کتاب مطبوعہ ہو یا قلمی ان کے مطالعہ سے بچی ہو۔" (۱)

(۱) سید سلیمان ندوی: یاد رفتگان: کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۱۶۹، ۱۷۰

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ: "شاہ صاحب اگر ایک طرف اپنے معاصرین میں تبحر علمی کے لحاظ سے اپنا ثانی نہ رکھتے تھے تو دوسری جانب زہد وتقویٰ میں بھی ان کی ذات بے مثل تھی، وہ ایک باکمال مفسر، محدث، فقیہہ اور فلسفی تھے، آدمی میں ایک کمال کا ہونا بھی کم نہیں ہوتا مگر ان کی دستارِ کمال میں متعدد لعل آویزاں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وجود سے علمی دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا تھا، تشنگان علوم کی جس کثیر تعداد نے اس بحر العلوم سے سیرابی حاصل کی وہ اپنی مثال آپ ہے، روم سے لے کر چین تک ان کے فیضان علمی کا سیلاب موجیں مارتا رہا۔ اور ہندو بیرون ہند کے ہزاروں تشنگانِ علوم نے اس سے اپنی پیاس بجھائی، ہند، عرب، ایران، افغانستان، چین، مصر، جنوبی افریقہ، اور انڈونیشیا میں بکثرت آپ کے تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں۔ قدرت کی جانب سے حافظہ ایسا عدیم النظر بخشا گیا تھا کہ ایک مرتبہ کی دیکھی ہوئی کتاب کے مضامین ومطالب تو در کنار عبارتیں تک مع صفحات وسطور کے یاد رہتیں۔" (۲)

(۲) سید محبوب رضوی: تاریخ دیوبند: دہلی: تاریخ طباعت ندارد ص ۱۵۲

یہ بھی لکھا گیا ہے یہ دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز علماء میں سے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری بھی ہیں جو ذہانت وفطانت ،قوت حافظہ،تقویٰ وزہداور وسعت علم کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں ۔ مصر کے مشہور عالم علامہ رشید رضا جب دیوبند آئے تو ان سے بہت متاثر ہوئے۔(۳)(۴)

(۳) بے ساختہ بار بار کہتے تھے مارایت مثل ھذا الاستاذ الجلیل: کہ میں نے اس جلیل القدر استاد جیسا کوئی نہیں دیکھا۔(۴) تاریخ ادبیات عربی: لاہور پنجاب یونیورسٹی دوسری جلد،ص ۴۰۸،۴۰۹

مولانا قاری محمد طیب قاسمی آپ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔

’’آپ حضرت شیخ الہند کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں،علم کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے،آپ تمام علوم منقولات ومعقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔قوت حافظہ میں یگانۂ روزگار تھے۔کئی مشہور محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ کا درسِ حدیث اپنے دور کا مشہور درس تھا جو ایک خاص امتیازی طرز لئے ہوئے تھا،آپ کے تبحر علمی نے درس حدیث کو جامع علوم وفنون بنا دیا تھا۔آپ کے درس نے نقل وروایت کی راہ سے آنے والے فتنوں کے لئے آنے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔آج بھی نمایاں علماء اور صاحب طرز فضلاء زیادہ تر آپ ہی کے تلامذہ ہیں جو ہندو پاک میں علمی مسندوں کو آراستہ کئے ہوئے ہیں۔آپ کے یہاں ردّ قادیانیت کا خاص اہتمام تھا،اور اس فتنہ کو اعظم الفتن شمار کرتے تھے۔اس سلسلہ میں کئی معرکۃ الآرا کتابیں خود بھی تصنیف فرمائیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے تلامذہ سے بھی لکھوائیں۔اس بارے میں بڑے شغف کے ساتھ لکھنے والوں کو علمی مدد دیتے تھے اور کوئی بھی اپنا نوشتہ لا کر سناتا تو غیر معمولی خوشی کا اظہار فرما کر دعائیں دیتے تھے۔تقریباً ۱۳۲۷ھ سے آپ نے دارالعلوم

میں درس کا آغاز فرمایا،۱۳۳۴ھ سے ۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم کے صدر مدرس رہے اس دوران تقریباً ایک ہزار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔جن میں سے آپ کے دورصدر مدرسی میں ۸۰۹ طلبہ نے درس حدیث لیا اور فن پاک کو تقریراً وتحریراً اور درساً وتدریساً دور دور تک پھیلایا۔(۱)

(۱) مولانا قاری محمد طیب: دارالعلوم دیوبند: ۱۹۶۵ء،ص ۶۵،۶۶

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں کہ ’’علامہ اقبال مرحوم کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسلام سے جو شغف پیدا ہو گیا تھا۔اس میں شاہ صاحب کے فیضان صحبت کو بھی بڑا دخل حاصل ہے علامہ موصوف نے اسلامیات میں شاہ صاحب سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا،چنانچہ علامہ اقبال مرحوم آپ کا بے حد احترام کرتے اور عقیدت ومحبت کے جذبات کے ساتھ شاہ صاحب کی رائے کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے،مختلف اسلامی مباحث پر عربی اور فارسی میں ایک درجن سے زائد تصانیف جو نہایت معرکۃ الآراء مسائل پر مشتمل ہیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور ان سے کہیں زیادہ کتابیں طباعت کی منتظر ہیں۔(۱)

(۱) سید محبوب رضوی: تاریخ دیوبند: دہلی،ص ۱۵۵

القصیدة الانوریّة فی مدح خیر البریّة

۱ . تبارک من أسری واعلیٰ بعبده — الی المسجد الاقصی الی الملاء الاعلیٰ

۲ . الی سبع اطباق الی سدرة کذا — الی رف ابهی الی نزلة اخریٰ

۳. وسوی له من حفلة ملکیة — لیشهد من ایات نعمة الکبریٰ

۴. براق یساوی خطوه مد طرفه — اتیع له واختیر فی ذلک المسری

۵. وابدی له طی الزمان فعاقه — رویداً عن الاحوال حتاه ماجری

٦ . هنا موطن فوق الزمان ثباته   على حالة ليست به غير تترىٰ

٧.وكانت لجبريل امين سفارة   الى قاب قوسين استوى ثم ما اقصىٰ

٨. اذاخلف السبع الطباق وراء ه   وصادف مااولى لرتبة المولىٰ

٩ . نعم طائر القدس المنيع بشافه   خوافيه تطوىٰ موطن السرأواخفىٰ

١٠ . وكان عياناً يقظه لايشم به   منام ولاقدكان من عالم الرؤيا

١١ .قدالتمس الصديق ثم فلم يجد   وصحح عن شداد البيهقى كذا

١٢ .راى ربه لما دنابفؤا ده   ومنه سرى للعين مازا غ لايطغى

١٣ . راى نوره أنّى يراه مؤمل   وأوحى ليه عند ذاك بما اوحى

١٤ .بحثنا البحث اثبات رؤيةٍ   لحضرته صلى عليه كمايرضىٰ

١٥ .وسلم تسليماً كثيراً مباركاً   كما بالتحيات العلىٰ ربه حتىٰ

١٦ . كمااختاره الحبرا بن عم نبينا   واحمد من بين الائمة قدقوى

١٧ .فقال اذاما المروزى استبانه   راٰه راى المولىٰ فسبحان من أسرىٰ

١٨ .رواه ابوذر بأن قدراية   وانى اراه ليس للنفى بل ثنيا

١٩ . نعم رؤية الرب الجليل حقيقة   يقال لها الرؤ يا بالسنة الدنيا

٢٠ . والافمراٰى جبريل عوادة   وليس بديعا شكله كان اواؤفىٰ

٢١ . وذلک فى التنزيل من نظم نجمه   اذا مارعى الراعى ومغزاه قدوفّٰى

٢٢ .وكان ببعض ذكر جبريل فالسرى   الى كله والطول فى البحث قد عنّٰى

٢٣ . وكان الى الاقصىٰ سرىٰ ثم بعده   عروجاً بجسم ان من حضرة أخرىٰ

٢٤ .عروجاً الى ظللته ضبابة   ولغيثى من الانواراياه مايغشىٰ

٢٥ .ويسمع للاقلام ثم صريغها   ويشهد عينا ماله الرب قدسوى

٢٦ . ومن عض فيه من هنات تفلسفٍ   علىٰ جرفٍ هارٍ يقارف ان يردى

٢٧ .كمن كان من اولاد ماجوج فادعى   نبوته بالغتى والبغى والعدوىٰ

٢٨ .ومن يتبع فى الديناا هواء نفسه   علىٰ كفره فليعبد اللّٰات والعزّٰى(١)

(١)علامہ محمد انور شاہ کشمیری: القاسم: دیوبند محرم ۱۳۴۴ھ، ص۳۲، وربیع الاول ۱۳۴۴ھ، ص۳۳، ۳۴

نعت النبى صلى الله عليه وسلم

١ .شفيع مطاع نبى كريم   قسيم جسيم نسيم وسيم

٢ .شفيع الانام مطاع المقام   كريم الكرام نبى الانيم

اسيل رسيل كحيل جميل   صبيح مليح مطيب الشميم

٤. مقاض الجبين كبدر مبين   بشغر بسيم كدر يتيم

٥ .شفاء العليل رواء الغليل   ببشر المحياو نشر لخيم

٦ .رسول وصولى ولى خفى   امين مكين عزيز عظيم

٧.صدوق فروق فصيح نصيح   عروف عطوف رؤف رحيم

٨.شفيق رقيق خليق طليق   صفوح نصوح عفو حليم

٩ .مجيب ،منيب ،نقيب،نجيب   حسيب نسيب ونور قديم

١٠ . بشير نذيرسراج منير   خبير بصير دليل عظيم

١١ . دليل وهاد سبيل الرشاد   وخيرالعباد ثمال العديم

۱۲. تقی نقی صفی وفی　　وجیہ نبیہ مبین حکیم

۱۳. ھدی مقتدیٰ مصطفی الاصفیاء　　صبور شکور مقف مقیم

۱۴. ومزمل ثم مدثر　　سعید رشید خلیل کلیم

۱۵. عفیف حنیف حبیب خطیب　　ھو القدوۃ الاسوۃ المستقیم

۱۶. نبی النبیین والمرسلین　　وطٰہٰ ویٰس فیض عمیم

۱۷. نبی الوریٰ سید الانبیاء　　نجی الالہ جلیل فخیم

۱۸. امام الھدیٰ رحمۃ العالمین　　غیاث الوریٰ مستغاث الھضیم

۱۹. احید وحید مجید حمید　　وخیر البرایا بضلٍ جسیم

۲۰. واسریٰ بہ ربہ فی السماء　　کنور تجلی بلیل بھیم

۲۱. واتاہ ماشاء من علاء　　واوحی الیہ بوحی رقیم

۲۲. واکرام بشان سنی بھی　　وعزّ عزیزٍ وجاہٍ قویمٍ

۲۳. فیارب صلِّ وسلم علیہ　　متیٰ فاح حطیب ووافی نسیم

۲۴. وان عافنی واعفنی من اثام　　الٰھی بجاہ النبی الکریم(۱)

(۱) مولانا محمد انوری: احادیث الحبیب المتبر کہ: لائل پور، ۱۹۴۹ء، ص ۳۳ تا ۳۸، ودار العلوم نمبر لاہور، مولانا محمد اجمل ص ۵۲۹ تا ۵۳۱،

”نظم عربی“
مشتمل بر ترغیب تحصیل علم

پہلے زمانے کے عالموں کے تبحر علمی اور حافظ وغیرہ کے حالات سن کر تعجب ہوا کرتا تھا اور بمشکل یقین آتا تھا، لیکن اس زمانے کے بے نظیر عالم مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے وجود نے اس مشکل کو حل کر دیا۔ مولانا کا حافظہ اور جامعیت علوم دیکھ کر علمائے سلف کے حالات کا بھی عین الیقین ہو جاتا ہے، مولانا ممدوح مدرسہ اسلامیہ دیو بند کے تعلیم یافتہ ہیں۔

الایا قوم عھد ابالدیار　　دیار قد الفتم لازدیار

ووقفا بالحمیٰ ثم استماعا　　روایات العنادل والقماری(۲)

یتابعھا بمرصل شجی　　ھتوف من حمام اوھزار

یقاء للربی مرأی لوردٍ　　ورندٍ اوعرارٍ اوبھار

تبسمت الازاھیر علیھا　　وقد بکت السحائب بالقطار

وتحدیثا واخباراً وصدحا　　باثارٍ لاصحاب خیار

وانباء بما قد صح عنھم　　عزیزاً فی العوالی کالدراری(۳)

واسنادًا لما کنتم رویتم　　حدیثا عن قدیم فی الفخار

بمرفوع ومشھور صحیح　　کبارًا عن کبارٍ عن کبار

فقد کانوا اجھا بذکرۃً کراماً　　واعلاماً وارکان اقتدار

جبالاً شامخاتٍ فی المعالی　　حصونا راسخاتٍ فی الوقار

تواترت العلی عنھم فاحیوا　　بلاداً بالغوادی والسواری

والبقو ابعدهم للناس طرا   ماثر لا عتبار واذّكار
فلاتنسى اذا حيت لقاع   قفار منة الديم الغزار
وابدواعن سنا قمر منير   بانوار على راس المنار
فاضحى الدهر تدليسا عليها   وقد وضح الطريق عن التوارى
فدس الدهرُ تدليساً عليها   وارسل بالحفاء على النهار
وتابى الشمس ان يسطو(١) عليها   ظلام باختفاء واستتار
وان الصبح لايخفى لعين   بانكارالمكابر ثم زار

(٢)الروى راء والياء وصل وقد تجئ الياء الاصلية وصلا٢ ١ ،

(٣) الياء وصل لاروى وقد جاء عنهم ٢ ١ منه مدظله

(١) قال فى الخلاصة وبعضهم اهل ان حملا على ما اختها حيث استحقت عملا٢ ١

القصيدة الغراء للسيد الاستاذ الجهذ مولانا انور شاه الكشميرى مدظله العالى

المعلم الاول فى جامعه دارالعلوم ديوبند

حى التحية من يحى محياه   يشفى الصدور وربشراه وذكراه
وافى على طلب كالغيث فى حبب   تحى البلاد على آثار ممشاد
كالشمس طلعة والبدرابهته   وابلكرامة مغداه ومسراه
ويملاالصبح حضنا عن تبسمه   اذا تنفس عن مرأى ومعناه

وتحمل الريح عرفا عن كرائمه   اذاتهلل عن تبشير لقياه
ويكسب المزن فيضا عن مصادره   بمنطق الفصل اولاه واحراه
يشنف القلب عن تبيانه دررا   يهدى السبيل لارضاه واهداه
وينتحى الغيث ارعادوابراقا   وينشوى الحق اقضاه واصفاه
تحفه بركاب الغيب مرتديا   مطارف الفضل والانوار تنشاه
كالقطر فى كرم وانشر فى شيم   على التوكل مجراه ومرساه
كالغيث فى نعم والصبح فى ظالم   والنجم فى حكم والعلم رباه
ذاك الذى يشتفى من لم يرج له   برء السقام اذامستته يمناه
كالشمس فى نسب والبدر فى حسب   قد غامر الجداقصاه وادناه
ابن الامام جليل القدر قاسمهم   والطائر الصيت فى ارجاء منحاه
الباحر الفضل سامى الحال ظاهره   الحجة الحافظ المشهور ذكراه
حق على الناس ان يدعوا له صدقا   نخيرهم كلهم فى طرل محياه
والعبد فى تعب لم يوف مدحته   وشكره ثم ماولاه مولاه
لكنه يدعى اخلاص نيته   جهدا المقل دموع عند جدواه
فالله سهل فى كل الشئون له   مايرتضيه لاولاه واخراه
امين يارب تامينا يوافقه   ملائك وكما ترضى ونرضاه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الایا عباداللہ قوموا وقومو   خطوبا المت مالھن یدان (۱)

خبردار اے خدا کے بندو تیار ہو جاؤ اور جو نا قابل

برداشت مصائب ٹوٹ پڑے ہیں ان کو درست کرو

(۱) اس شعر میں حضرت شاہ صاحب کی غرض امت مرحومہ اور بالخصوص جماعت علماء کو قادیانی فتنہ کی طرف توجہ دلانا ہے۔

وقد کان ینقض الھدیٰ منارہ   وزحزح خیر مالذاک تدان (۲)

بہت قریب ہے کہ ہدایت اور نشان ہدایت گر جائیں

اور خیر دور ہو گئی ہے جو پھر نزدیک ہونے کو نہیں ہے

(۲) ہدایت اور نشان ہدایت گر جانے کے سے آیات قرآنی میں دغل قسل اور انبیاء علیہم السلام کی توہین وتذلیل کئے جانے کی طرف اشارہ ہے۔

یسب رسول من اولی العزم فیکم   تکاد السماء والارض تنفطران (۳)

ایک اولوالعزم رسول تمہارے سامنے ذلیل کیا جارہا ہے۔

قریب ہے کہ آسمان اور زمین پھٹ پڑیں۔

(۳) رسول اور اولوالعزم سے مراد یہاں حضرت عیسیٰ ہیں جن کی توہین وتذلیل میں مرزا قادیانی نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

وطھرہ من اھل کفر ولیہ   وابقی لنار بعض کفر امانی (۴)

جس رسول کو حق تعالیٰ نے کافروں کے ناپاک ہاتھوں میں سے پاک کیا

اور محض دوزخ کے لئے بعض کفر جھوٹی نبوت کی خیال بندیوں کو چھوڑ دیا۔

(۴) اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھوں لیس مامون رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

وحارب قوم ربھم ونبیہ   فقومو لنصر اللہ اذھودان (۵)

ایک قوم نے اپنے خدا اور نبی سے لڑائی باندھی۔

پس تم اللہ کی مدد پر کھڑے ہو جاؤ تمہارے قریب ہے۔

(۵) قوم سے مراد یہاں ملاحدہ اور شیاطین کی ایک مخصوص جماعت قادیانی گروہ ہے۔

وقد عیل صبری فی انتھاک حدودہ   فھل ثم داع اومجیب اذانی

خدا کی حدود توڑی جانے کی وجہ سے میرا صبر مغلوب ہو گیا۔

پس ہے کوئی اس جگہ بلانے والا یا میری آواز کا جواب دینے والا؟

واذعز خطب جئت مستنصراً بکم   فھل ثم غوث یالقوم یدانی

اور جب مصیبت حد سے بڑھ گئی تو میں تم سے مدد چاہنے آیا۔

پس اے قوم ہے کوئی فریادرس جو میرے نزدیک ہو۔

لعمری لقد نبھت من کان نائما   واسمعت من کانت لہ اذنان

قسم ہے مجھے کہ میں نے سوتے کو جگایا   اور جس کے کان تھے اس کو سنایا

ونادیت قوما فی فریضۃ ربھم   فھل من نصیر لی من اھل زمان

اور قوم کو اس کے خدا کی فرض کی طرف بلایا   پس ہے کوئی زمانہ میں جو میرا مددگار ہو؟

دعوا کل امر واستقیمو لمادھی   وقد عاد فرض العین عند عیان (۶)

سب کو چھوڑ دو اور جو فتنہ درپیش ہے کہ اس لئے تیار ہو جاؤ۔

اگر آنکھ کھول کر دیکھے تو ہر شخص پر فرض عین ہو گیا ہے۔

(۶) ان اشعار میں اس فتنہ کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تمام فتنوں سے بڑھ کر یہ فتنہ ہے۔ اس کے انسداد کی فکر ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

فشانی شان الانبیاء مکفر　　ومن شک قل ھذا الاول ثان (۷)

انبیاء کی توہین کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ پہلے کا دوسرا ہے

(۷) اس شعر میں مرزا کے کفر کی وجوہات میں سے ایک وجہ کفر سمجھا گیا ہے یعنی اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین وتذلیل کی ہے جو اس کے کفر کی علت اور سبب ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والی ایک دوسری جماعت (لاہوری) کے کفر کی بھی تصریح فرمائی ہے۔

واکفر منہ من تنبّأ کاذبا　　وکان انتھت ماامکنت بمکان

اور اس سے بھی بڑھ کر وہ شخص کافر ہے جس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا۔ حالانہ نبوت ختم ہو چکی تھی۔

ومن ذب عنہ او تاوّل قولہ　　یکفر قطعاً لیس فیہ تکون (۸)

اور جس نے اس کے قول کی تاویل یا اس کی طرفداری کی وہ بھی یقیناً بلاتوقف کافر کہا جائے گا۔

(۸) کسی مدعی نبوت کے قول میں تاویل کرنا یا اس کے قائل کی تحسین کرنا بھی ویسا ہی کفر ہے جیسا کہ اس کلمہ کفر کا کہنا ہے۔

کانی بکم قد قلتموا لم کفرہ　　فھاکم نقولاً جلیت لمعان (۹)

غالباً تم مجھ سے پوچھو گے وہ کیوں کافر ہے؟
تو تم لے لو نقلیں اس کے کفر کی جو باتوفیق کے لئے ظاہر ہیں۔

(۹) اس شعر میں علامہ مرحوم کا مقصد اس امر کا سمجھا جانا ہے کہ آئندہ اشعار میں جھوٹے مدعیان نبوت کے واقعات اور ان کے متعلق علماء امت کے فیصلہ جو تنظیم کئے گئے ہیں وہ مرزا کے کفر کے نظائر ہیں جن سے مرزا کے لئے بھی فتویٰ لیا جائے۔

فماقولکم فی من حبا مثل ذلکم　　مسلیمۃ الکذاب اھل ھوان

تمہارا اس شخص کے حق میں کیا عقیدہ ہے جس نے مسلیمہ کذاب
(مدعی نبوت) کے حق میں ایسی مہربانی کی جو مسلیمہ ذلیل وخوار اور رسوا ہے۔

فقال لہ التاویل او قال لم یکن　　نبیاً ھو المھدی لیس بجان

پس وہ کہنے لگا کہ مسلیمہ کے لئے بھی تاویل ہے
یا کہا کہ مسلیمہ نبی نہ تھا وہ تو مہدی تھا مجرم نہیں ہے۔

وھل ثم فرق یستطیع مکابر　　وحیث ادعیٰ فلیا تنا ببیان

اور کیا کوئی منہ زور مسلمہ اور اس جھوٹے نبی میں فرق کر سکتا ہے
اور اگر کوئی مدعی فرق ہے تو بیان کرے

وکان علی احداثہ وجہ کفرہ　　تنبوہ مشھود کل اوان

مسلیمہ کے کفر کی وجہ باوجود اور بہت سے مخترعات کے
دعویٰ نبوت ہی مشہور وجہ ہر وقت ہوئی ہے۔

کذافی احادیث النبی وبعدہ　　تواتر فیما دانہ الثقلان

احادیث نبی میں اور اس کے بعد تمام جن وانس میں دعویٰ نبوت ہی اس کے کفر کی وجہ متواتر رہی۔

فان لم تکن اوقد وجوہ لکفر　　فاسیرھا دعواہ تلک کمانی (۱۰)

مسلیمہ کے کفر کی وجوہ اور ہوں یا نہ ہوں مگر بڑی چلتی ہوئی
مشہور وجہ دعویٰ نبوت ہے جیسے مانی (کذاب) کے کفر کی وجہ دعویٰ نبوت تھی۔

(۱۰) مانی کذاب مدعی نبوت کی طرح مسلیمہ کذاب کی تکفیر کا سبب بھی ادعا ہی نبوت ہوا ہے اور دونوں باتفاق امت دعویٰ نبوت کی بناء پر کافر قرار دیئے گئے اور قتل کئے گئے۔

واول اجماع تحقق عندنا   لفیه باکفار وسبنی عوانی(۱۱)

اورسب سے پہلا اجماع جوہمارے علم میں ثابت ہوا ہے

وہ مسلیمہ کی تکفیراوران کی عورتوں کواسیر کرنے میں ہوا ہے۔

(۱۱)مسلیمہ نبی کریم کے آخری زمانہ میں مدعی نبوت ہوااورآنجنابؐ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق اورخلیفہ وقت نے مسلیمہ پر چڑھائی کی اورنصرت وکامیابی کے ساتھ قتال کیا اوران کی عورتوں کواسیر کرکے لائے۔

وکان مقرا بالنبوۃ معلنا   لخیر الوریٰ فی قولہ واذان(۱۲)

باوجودیکہ نبی خیرالبشرؐ کی نبوت کا اپنے قول اوراذان میں اعلان اوراقرار کرتا تھا۔

(۱۲)مسلیمہ بھی نبی کریمؐ کی نبوت کو مانتا تھا۔مگر یہ کہتا تھا کہ مجھے بھی نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔چنانچہ اس نے جوخط نبی کریمؐ کی خدمت میں بھیجا تھا اس میں لکھا تھا(رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی خدمت میں ،یہ ہے کہ میں امر میں شریک کیا گیا ہوں یعنی مجھ کونبوت میں خدا کی طرف سے شریک کیا گیا ہے)

وماقولکم فی العیسوته اولوا   رسولا لامیین خیر کیان

تمہارا کیا فتویٰ ہے فرقہ عیسویہ میں جوکہتا ہے

کہ نبی خیرالکائنات کی رسالت صرف امتیوں ہی کے لئے ہے۔(۱۳)

(۱۳)عیسیٰ اصبہانی ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف نسبت کرکے یہودیوں کی ایک جماعت کوعیسویہ کہا جاتا ہے اس شخص کا خیال تھا کہ جناب محمد رسول برحق ہیں مگر آپ کی بعثت اوررسالت صرف امیوں ہی کی طرف ہوئی ہے۔ہمارے لئے رسول بنا کرنہیں بھیجے گئے۔

وهل ثم مالافیه تاویل ملحد   ومن حجر التاویل رمی لسان

اورکون سی جگہ ہے جہاں ملحد تاویل نہ کرسکے۔

اورکون ہے جوتاویل کرنے والے کی زبان ہانکنی بند کردے

وهل فی ضروریات دین تاوّل   بتحریفها الا ککفرعلان

اورکیا ضروریات دین میں تحریف کرکے تاویل کرنا صریح کفرنہیں ہے؟

ومن لم یکفر منکریها فانه   یجرله الانکار یستویان

اورجوضروریات دین کے منکر کی تکفیرنہیں کرتا وہ انکارضروریات کواپنے سرلیتا ہے

وما الدین الایبعه معنویة   وماهو کالانساب فی السریان(۱۴)

دین توصرف ایک بیعت معنویہ ہے   وہ نسبوں کی طرح چلنے والا ہے۔

(۱۴)ان دوشعروں میں مرزااوراس کے ماننے والی جماعت کے کفر کی تیسری وجہ بیان کی گئی ہے۔ختم نبوت رسالت اورختم شریعت کا مسئلہ ایک اجماعی اورقطعی اورضروریات ومتواترات فی الدین سے مانا گیا ہے جس کا منکر ماوّل قطعاً کافر ہے۔

فانهم لایکذبونک فاتلها   ولکن بایٰات مال معانی(۱۵)

مشرکین بھی نبی کریمؐ کی تکذیب نہیں کرتے تھے۔

پڑھ لو**ولکن الظٰلمین** الخ مگر خدا نے مآل اورانجام کے اعتبار سے ان کومنکر قرار دیا۔

(۱۵)اس شعر میں آیت کا اقتباس ہے۔**فانهم لایکذبونک ولکن الظٰلمین بایٰات الله تجحدون** یعنی اے محمد! کفار تیری تکذیب نہیں کرتے لیکن وہ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔گوکفار مکہ نے نبی کریمؐ کوجھوٹا نہ کہا آپ کے مقولوں کو نہ جھٹلایا کیونکہ آپ کی راست بازی اورسچائی کو ہرایک جانتا تھا لیکن انہوں نے خدا کی آیتوں پس جحود کیا اورخدائی احکام کو بالآخر نہ مانا۔اس لئے خداتعالیٰ کی طرف سے ان پرکفر کا الزام ہوا اورانجام کاران کو آیتوں کا منکر

قرار دیا۔مولف کی غرض اس میں مرزا کے کفر کی چوتھی وجہ بیان کرنی ہے کیونکہ اس کی نبوت سے خدا کی آیتوں کا انکار لازم آتا ہے۔

تنبا ان لایمتریٰ ببطالة   کحجام ساباط صریح غوان (۱۶)

ساباط کے رہنے والے حجام کی طرح ایک نازنینوں کے پچھاڑے ہوئے
نے بیکاری سے بچنے کی وجہ سے دعویٰ نبوت کیا۔

(۱۶) ساباط ایک جگہ کا نام ہے، یہاں ایک حجام رہتا تھا جس کی عادت تھی کہ اپنی ماں کو چوراہے پر بٹھا کر اس کی حجامت بنایا کرتا تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ہو کہ یہ بیکار ہے اور اس کے پاس کوئی حجامت بنوانے نہیں آتا اسی طرح مرزا کو بھی سوجھی کہ مدعی نبوت ہی بن جاؤ، اس دام میں آ کر مخلوق خدا پھنس جائے گی۔

ومعجز ہ منکوحة فلکیة   یصادفها فی رقیة الکروان (۱۷)

اور اس کا معجزہ ایک منکوحہ آسمانی ہے جس کو منتر الطرق کری اطرق کری
ان النعامۃ فی القری کہہ کر پانے کی امید کرتا ہے۔

(۱۷) منکوحۂ آسمانی سے محمدی بیگم کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس پر مرزا صاحب کی رال ٹپک گئی تھی اور بہت سی تدبیریں کیں کہ کسی طرح یہ شکار ہاتھ آئے۔کبھی اس کے والد کو خط لکھے اور کبھی معجزہ کی دھمکی دی۔مدتوں الہامات میں نکاح کے مدعی رہے۔اس کے بعد وعید کا بھی خوف دلایا۔نکاح ہونے کو قضاء مبرم بھی ٹھہرایا بہر حال آخر کار مرزا اس حسرت وآرزو کو اپنے ساتھ ہی لے گئے۔

ومنّی له الشیطان فیها بوحیه   رفاء ووصلاً خطبة وتهانی

اور اس منکوحہ کے قصہ میں شیطان نے مرزا کو اپنی وحی

سے آسائش اور منگنی اور وصل کی آرزو دلائی۔

ففضحه رب السماء بحوله   وقوته والله فیه کفانی

رب السمٰوات نے اپنی طاقت وقوت سے اس کو خوب ہی رسوا کیا اور اس میں ہم کو اللہ کافی ہوا۔

وکان ادعیٰ وخیا سنین عدیدة   فجاء یحائی فعلة الظربان

مرزا اس معاملہ میں مدتوں وحی کا دعویٰ کرتا رہا۔اور بالآخر وہ مثل حرکت ظربان کے نکلی

ودلاه شیطانا ه فی ذاک برهة   ولم یدر شیطانان لایفیان (۱۸)

مرزا کو دو شیطانوں نے ایک زمانہ تک پھسلایا
اور اس نے یہ نہ جانا کہ اس میں دو شیطان وفا نہیں کریں گے۔

(۱۸) دو شیطانوں سے مراد اس کے دو مرید ہیں جن کو دو فرشتے کہتا تھا۔

وماذا ب فی العمر الطویل له فذا   مجاء خیارا الخلق غب لعان

اور اس کو تو اپنی طویل زندگی میں سوائے برگزیدہ لوگوں کی
ہجو اور لعنت کرنے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

تفکه فی عرض النبیین کافر   عتل زنیم کان حق مهان (۱۹)

کافر فحش گو اصیل بنے ہوئے نے انبیاء کی آبروریزی میں
خوب مزہ درست کیا جو خود ہی حقیقی معنی سے نفس الامر میں ذلیل تھا۔

(۱۹) مرزا کی ساری زندگی برگزیدہ لوگوں کی ہجو میں گزری اور ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے مزہ اٹھایا۔

یلذله بسط المطاعن فیهم   ویجعل نقلا عن لسان فلان

اس کو انبیاء علیہم السلام پر طعن کرنے میں لذت آتی ہے۔

اورطریقۂ طعن دوسروں کی زبانی بنایا ہوا ہے۔

یصوغ اصطلاحا ان ٰھذا مسنیحکم   کما سب اما ھکذا اخوان

مرزا مسیح ابن مریم پر اصطلاحیں گھڑ گھڑ کر طعن کرتا ہے کہ اے نصاریٰ!

یہ تمھارا مسیح ہے جیسے دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو گالی دیں دوسرے کی ماں کہہ کر۔

وھذا کمن وانیٰ عدوًّا یسبہ   بجمعٍ اشد السب من شنان

اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دشمن کے سامنے آیا ایسے حال میں کہ وہ ایک جماعت کے روبرو اس کو سخت گالیاں عداوت سے دے رہا تھا۔

فصیّرہ رؤیا وقال باٰخر   اذاانف تحت عینی من الخفقان

پس اس دشمن گالیاں دینے والے نے اس کو خواب کی صورت میں ڈھال دیا

اور کہا پھر اخیر میں میری نیند سے آنکھ کھل گئی۔

وقد یجعل التحقیق ذالک عندہ   اذاما خلاجوّ کمثل جبان

اور کبھی نامرد کی طرح میدان خالی دیکھ کر ان ہی امور کو

(جو دوسروں کے حوالہ سے نقل کرتا تھا) واقعی اور تحقیق بنالیتا ہے۔

وینفث فی اثناء ذالک کفرہ   ویعرب فی عیسیٰ بما ھوشانی

اور اس اثنا میں مرزا کفر اگلتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بغض دلی کو ظاہر کرتا ہے۔

وکان ھناشئی لتحریف عھدھم   فصیرہ حقا لخبث جنان

حال یہ ہے کہ نصاریٰ کے عہد قدیم وجدید کے محرف ہونے کی وجہ سے ایک شے تھی

جس کو مرزا نے اپنے خبثِ باطن سے حق بتایا۔

وقد اخذو افی مالک بن نویرۃ   بصاحبکم للمصطفیٰ کادانی (۲۰)

(۲۰) صحابہ کرامؓ نے مالک بن نویرہ کو نبی کریمؐ کی شان میں لفظ صاحبکم ادنیٰ درجہ کا لفظ کہنے پر گرفت کر کے قتل کیا۔

مالک بن نویرہ ایک شخص تھا جس نے حضرت نبی کریمؐ کی شان میں لفظ ''صاحبکم'' (جو ادنیٰ اور گھٹیا درجہ کے لوگوں کے حق میں استعمال کیا جاتا تھا) استعمال کیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے اس لفظ پر گرفت کی اور قتل کر دیا۔

وقصۃ دبّاء رائی القتل عندھا   ابو یوسف القاضی ولات اوان (۲۱)

امام ابو یوسفؒ نے ایک شخص کو یہ کہنے پر قتل کر دیئے جانے کا حکم دیا

کہ مجھے کدو پسند نہیں اور وہ وقت معافی کا نہ تھا۔

(۲۱) امام ابو یوسفؒ ایک مرتبہ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے اور رغبت سے کھایا کرتے تھے اس پر ایک شخص جماعت میں سے اٹھا اور بہت اونچی آواز اور سخت لہجہ سے کہنے لگا کہ مجھے تو پسند نہیں۔ جس پر امام موصوف نے اس کے قتل کا حکم دیا اور بالآخر اس نے توبہ کی جس سے اس کی معافی ہوئی

وقد اعملت حکم الشریعۃ فیھم   حکومۃ عدل للامیر امان (۲۲)

امیر امان اللہ خان جلالت مآب کی عادحکومت نے اس مسئلہ میں حکمِ شریعت پر عمل کر کے فیصلہ کیا۔

(۲۲) اس شعر میں نعمت اللہ خاں مرتد کے قتل کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق حکومت افغانستان کی طرف سے قتل کا فیصلہ دیا گیا اور قرآن وحدیث کے مطابق اس فیصلہ کا نفاذ ہوا ہے۔ مرزائی جماعت نے بہت شور وغل مچا کر اس فیصلہ کو خلاف تعلیم قرآن بنانے کی کوشش کی۔

تحطّم فی جمع الحطام ونیلھا   وبسط المنیٰ فی حاصلات مجانی

مرزا بوڑھا ہو گیا دنیا کے خس وخاشاک جمع کرنے میں

اور تمنائیں پوری کرنے میں چندہ کی رقمیں جمع کر کر کے۔

وکل صنیع اردھا ء فعندہ　　　یسئل المنیٰ بالطر دوالدورات

اور جو تدبیر یا مکر ہے اس کے یہاں الٹا سیدھا کر کے اپنے مطالب ہی حاصل کرنے میں ہے۔

اھذا مسیح اومثیل مسیحنا　　　تسربل سربالاً من القطران

کیا یہی مسیح یا مثیل مسیح　　　جس نے کرتہ پہن لیا گندھک کا۔

وکان علیٰ ماقال ماجوج اصلہ　　　فصار مسیحاً فاعتبر بقران

مرزا اپنی تحقیق کی بنا پر ماجوج کی نسل سے تھا۔ پھر بن بیٹھا مسیح پس عبرت کو اس جوڑ سے

نعم جآء فی الدجال اطلاقہ کذا　　　فقدادرکتہ خفة السرعان(۲۳)

ہاں دجال پر بھی مسیح کا اطلاق آیا ہے۔　　　پس مرزا کو غلطی لگی اوچھے پن سے جلد بازوں کی۔

(۲۳) یعنی احادیث میں مسیح کا لفظ دجال اور مسیح میں مشترک تھا جس اشتراک سے مرزا کو غلطی ہوئی۔ یعنی تھا تو وہ حقیقت میں مسیح دجال اور بن گیا مسیح بن مریم۔

الم یھد للقرآن یحفظہ ولم یحج لفرض صدہ الحرمان

کیا مرزا کو قرآن حفظ کرنے کی ہدایت نہ ہوئی اور حج کا فرض ادا نہ کیا۔ حرمین نے اسے روک دیا۔

فیسرق فی الفاظہ باطنیة　　　وقرمطة وحی اتاہ کدانی

چراتا ہے اپنے الفاظ میں فرقہ باطنیہ اور قرامطہ سے　　　یہ وحی ہے اس کی دوغلی یا کادیانی

وتابعہ من فیہ نصف تنصر　　　ومن فیہ کفر مودع بھبانی

مرزا کی متابعت ایسے لوگوں نے کی جو پہلے سے نیم نصرانی تھے

اور جن کی سرشت میں کفر ودیعت رکھا تھا۔

وکفر من لم یعترف بنبوة　　　لہ وھو فی ھذا لاول جان

اور مرزا نے اس شخص کی تکفیر کی جس نے اس کی نبوت کو نہ مانا اور حال یہ ہے

کہ وہ خود اس میں اول مجرم ہے یا اول پھل پانے والا ہے۔

الافاستقیموا واستھیموا الدینکم　　　فموت علیہ اکبر الحیوان

خبردار درست ہو جاؤ اور اپنے دین پر سرگشتہ ہو جاؤ اور دین پر مرنا ہی بڑی زندگی ہے۔

وعند دعاء الرب قوموا وشمروا　　　حنانا علیکم فیہ اثر حنان

اور خدا کی آواز پر لبیک کہہ کر تیار ہو جاؤ　　　اس میں خدا کی تم پر مہربانیوں پر مہربانی ہے

وکن راجیا ان یظھر الحق وارتقب　　　لاولاد بعنی فی السھیل یمانی

اور حق کے غالب ہونے کی خدا سے امید رکھو

اور برساتی کیڑوں کے مٹ جانے کا بوقت طلوع (ستارہ) سہیل کا انتظار کرو۔

وللحق صدع کالصدیع وصولة　　　وطعن وضرب فوق کل بنان

حق صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور حق کے لئے صولت، نیزہ اور مار ہے ہر سر انگشت پر

واٰخر دعوانا ان الحمدللذی　　　لنصرة دین الحق کان ھدانی

اور آخر پکار ہماری یہ ہے کہ حمد کی مستحق وہی ذات ہے

جس نے دین حق کی حمایت میں ہم کو ہدایت کی۔

وصلی علی ختم النبیین دائما　　　وسلم مادام عتلی القمران

اور خدا کی رحمتیں حضرت خاتم الانبیاءؐ پر نازل ہوتی رہیں

جب تک چاند اور سورج بلند ہوتے رہیں۔

نوٹ: پوری نظم کے ۱۷۳، اشعار ہیں جن میں صرف ۱۶۱، اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ پوری نظم کے لئے ملاحظہ ہو کفار ملحدین، ص ۸۶، ۹۰

مرثیہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب

رائے پوری قدس سرہ العزیز

(از حضرت حجۃ الاسلام عارف باللہ علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز)

امما دهاک الامر تذری وتدمع　　　فهل فی بکی من مفزع لک مفزع

کی اس حادثۂ جانکاہ کے پیش آجانے کی وجہ سے تیرے آنسو بہہ رہے ہیں، اور کیا
ملجا و ماویٰ کے ہاتھ سے نکل جانے پر رونے کی وجہ سے کوئی ٹھکانہ مل سکتا ہے۔

وقد عیل صبری والجزع میتا　　　اذافاته ذکریحن ویجزع

میں صبر کے اختیار سے بالکل باہر ہو گیا ہوں اور جب کہ خشک لکڑی کا ایک تنا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ کا ذکر سننے سے محروم ہو گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا (سنن حنانہ)

وشط مزار بعد ماکان احتظی　　　فصبرا و ان الامر ادهی وافزع

حضرت شیخ کی زیارت سے اکثر شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، لیکن اب یہ شرف کوسوں دور ہے، تو اب کسی نہ کسی طرح صبر کرنا ہی چاہئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے حادثہ جانکاہ حادثہ ہے۔

تکلفنی مالا یدان لحمله　　　ولیس مردة للقضاء ومدفع

میں ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے پر مجبور ہوں، اور خداوند تعالیٰ کے حکم کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔

اتجهل خطبی لاابالک اوتری　　　خلیا وخی البال لایتوجع

خدا کے بندے! کیا اس مصیبت عظیمہ سے جو مجھ پر پڑی ہے تو غافل ہے،
اور کیا تو نے کوئی شخص بھی دیکھا ہے جو کہ محبت سے خالی اور نرم دل ہو، مگر کبھی غمگین نہ ہوا ہو۔

ومن ثم مثل الشیخ یهدی ویهتدی　　　ومولیٰ الوریٰ عبدالرحیم فاقنع

اب دنیا میں شیخ العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم کا سایہ ہدایت
کرنے والا ہدایت یافتہ کون ہے کہ میں اس پر قناعت کر سکوں۔

اعدذکر نعمان لنا ان ذکره　　　هوالمسک ماکررته یتضوع

نعمان یعنی حضرت شیخ کا بار بار ذکر کرو کیونکہ ان کا ذکر
تو کستوری کی طرح ہے اس کو جس قدر لگاؤ گے خوشبو ہی دے گا۔

ولی رضی سیرة وسریرة　　　صفی وفی ثم ارضی واطوع

آپ خدا کے دوست تھے، پسندیدہ اخلاق والے تھے، آپ کے اخلاق و عادات سبھی اچھے تھے۔

منار الهدیٰ معروفه وجنیده　　　مقاما وحالا صادق الوعدانصح

آپ نشان ہدایت تھے مقام اور حال کے اعتبار سے ہدایت میں آپ حضرت معروف کرخیؒ
اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ہم پلہ تھے۔ صادق الوعد با اخلاص تھے۔

له خطوة افضت الیٰ غایة العلی　　　واخری علی الارشاد امضی واسرع

آپ کا ایک قدم تو مدارج علیا کے منتہی پر پہنچ چکا تھا،
دوسرا قدم مخلوق کی ہدایت کے لئے نہایت تیزی کے ساتھ چل رہا تھا۔

جناح له بسط الی طی منزل　　　واخر مخفوض لدی الناس یخشع

آپ کا ایک بازو مقامات عالیہ کو طے کرنے میں مصروف تھا
اور دوسرا بازو مخلوق کے سامنے انکسار اور تواضع کے طور پر جھکا ہوا تھا۔

ومن کوثر یرو یک ذوقا ومشربا　　　ومن سنة یهدیک والصبح یصد

آپ کے کلمات مبارکہ نہر کوثر کے پانی کی طرح مزیدار تھے اور تشنگان ہدایت کو سیراب کرتے تھے، اور سنت نبویہ کے طریقوں کی تعلیم کر کے ہدایت کرتے تھے اور صبح صادق کی طرح جہل کی

ظلمت کودور کرتے تھے۔

وانفاسه کالنشر تشفی وتشتفی　　　واخلاقه کالصبح اوتلک اوسع

آپ کےانفاس مبارکہ خوشبوکی طرح مہکتے تھےاورمریضان ضلالت کوکامل شفابخشتے

تھے،اوراخلاق آپ کےصبح کی طرح منور تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

یواسی کسیر البال یشفی کلیمه　　　وبائس قلب مادریٰ کیف یصنع

آپ شکستہ دلوں کی غم خواری اورزخمی دلوں کاعلاج کرتے تھے،اوراس مصیبت زدہ کی امداد کرتے

تھےجس کوشدت غم کے باعث یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس مصیبت سے رہائی کا کیا طریقہ ہے۔

ودعوته فی ازمنته المحل والردی　　　وقلب رداء ان حالاسیر جع

سخت قحط اور کے زمانے میں آپ کی دعایا قلب رداءکا

مسنون طریقہ حالات کے جانے کاایک یقینی نشان تھے۔

فسبحان من اعلیٰ مقاما عباده　　　قوادمهم فی النور اوتلک ارفع

وہ خدابزرگ وبرتر ہےجس نے اپنے بندوں کواعلیٰ مقام عطا کئے،

ان پرنور خداوندی محیط ہے، بلکہ وہ اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں۔

اقامهم فی مقعد الصدق مرة　　　واخری بجوف اللیل واللیل اسمع

خداوندنے توفیق بخشی کہ وہ دن کومجالس خیر میں تشریف فرماہوں،کبھی اس امرکی توفیق دی

توراتوں کواٹھ کردعاؤں میں مشغول ہوں اوررات کی دعائیں زیادہ قبول ہوتیں ہیں۔

تری هدیهم فی الحب والانس ثابتا　　　ووقتهم للفرق والجمع اجمع

تم دیکھوگے کہ ان کومحبت خداوندی میں بلکہ راسخ حاصل ہوگیا ہے

اوران کاوقت فرق اورجمع کا جامع ہے۔

ف: یہ اصطلاحات صوفیہ ہیں۔فرق۔جمع۔اورجمع الجمع۔

دیکھوملفوظات حضرت رائے پوری قدس اللہ اسرارہم۔

وثم عبادفی الفناء بقاء هم　　　حیاتهم فی الموت والشیخ اجمع

خدائے قدوس کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کی بقاءفنا میں ہےاوران کی

حیات موت میں ہے،مگرحضرت رائے پوری ان تمام اوصاف کے جامع تھے۔

اقام علیٰ مرمی ابی ذردهره　　　کان ابا وقت مطاع مطوع

مولانارائے پوری نے تمام عمرابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کےطریقہ کےموافق گزاردی

ان کےاوقات بیکارنہ تھے۔تمام مخلوق ان کی مطیع تھی اوروہ خداوندتعالیٰ کےمطیع تھے۔

معارف معروف وآداب حاتم　　　سلامة سلمان فهل تلک ترجع

مولانارائے پوری میں حضرت معروف کرخی کے سےاوصاف تھےاورحضرت حاتم اصم کے سے

آداب تھے،اورحضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سی سلامت روی تھی،توکیااس قسم کے جامع

صفات حمیدہ انسان ہم کوان کے بعد دیکھنے نصیب ہوں گے۔

وهل تسمع الدنیا بهدی کهدیه　　　ومامان اریٰ دهرایواتی ویصنع

اورکیازمانہ کسی ایسےشخص کوہمارےسامنےلاسکےگاجس کی صفات مولانائے رائے پوری

جیسی ہوں،میرےخیال میں زمانے سےایساہرگزنہیں ہوسکےگا۔

خلیفة حق نول صدق لشیخنا　　　رشید البرایافائت شاوترفع

حضرت قطب العالم مولاناوشیخنارشیداحمدقدس سرہ کےخلیفہ برحق تھےاوربیش بہاعطاتھے۔

مقیم علیٰ ذکروفکر زمانه　　　قریر بقراٰن یناجی ویسمع

مولانارائےپوری ہروقت ذکرخداوندی اورفکرمیں مشغول رہاکرتےتھے۔قرآن پاک

کی تلاوت کے ذریعے سے خداوندتعالیٰ سے باتیں کرتے اور سنتے خوش دل رہا کرتے تھے۔

فیاعجبا کیف استطاع علومه　　　وان جبالا تزال تصدع

بہت قابل تعجب یہ امر ہے کہ انھوں نے قرآنی معارف کو باوجودیکہ
ان سے پہاڑوں کے جگر بھی شق ہوتے ہیں، کیسے تھام لیا۔

ویاعجبا من راسخ الحال ثبته　　　علی قدم کالطور راسی واوقع

آپ کے حالات راسخ تھے، آپ کو درجہ ثبات حاصل تھا۔ شریعت کے بارے میں
آپ کے قدم بڑے پہاڑوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ مضبوط تھے۔

خطیرة قدس همة واهمة　　　ومالتلونی ان تری الرب یرفع

خداوندتعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنا ہی آپ کا اصل مقصود تھا یا یوں کہو کہ ان تمام مقاصد میں سب سے زیادہ ان کے نزدیک ضروری تھا۔ اور اگر دیکھو کہ خداوندتعالیٰ خود ہی کسی کو مراتب رفیعہ عطا فرماتا ہے تو پھر مراتب کے حاصل کرنے میں کاہلی کرنا مناسب نہیں۔

انیس بذکر الله فی طول عمره　　　سمیر بخطب القوم کیف یرقع

مولانا کو تمام عمر ذکر الٰہی سے ہی دلچسپی رہی اور شب و روز مسلمانوں کے تذکرے
آپ کی خدمت میں کئے جاتے تھے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی سبیل نکل آئے۔

متی تأته تعشوا الیٰ نور صدره　　　تجل نوره کالصبح او ذاک اصدع

جب تو ان کے پاس ان کے سینے کے نور سے مستفیض ہونے کی غرض سے جائے۔
تو تم کو معلوم ہوگا کہ ان کا نور صبح صادق کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔

تحل صعاب الامر انفاس روعه　　　خفض جناح کیف ماجئت یخضع

ان کے انوار بڑے بڑے مشکل امور کی گرہ کھول دیتے تھے اور اس قدر منکسر المزاج تھے

کہ تم کسی شان سے ان کے پاس جاؤ ان کے انکسار میں فرق نہ آتا تھا۔

یقوم بامر الله فی کل حالة　　　وفی روضة الجنات یرعی یرتع

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مراعات وہ ہر حال کرتے تھے۔
اور اب وہ باغ جناں میں خدا کی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

امیر هم فی ماأتیٰ وسمیرهم　　　وغرته تجلو الظلام وتدفع

مسلمانوں کے تمام حوائج میں وہ ان کے سالار قافلہ ہوتے تھے
اور ان کی روشن پیشانی کا نور اندھیرے کو دور کر دیتا تھا۔

فلله در الحب حتی اقامتی　　　علی غصص الایام ارثی وادمع

اللہ تعالیٰ اس محبت کا بھلا کرے جو مجھے مولانا سے ہے۔ ان کی موت کے مصائب کے باوجود میں اس وقت کھڑے ہو کر ان پر آنسو بہانے اور ان کا مرثیہ پڑھنے کے قابل ہوں،

وارثی جمالا او کمالا وسیرة　　　وزهدا وحلماثم علمافشیعوا

میں مولانا کا مرثیہ تو کیا پڑھ رہا ہوں بلکہ دراصل جمال
اور کمال، زہد، حلم اور علم پر رو رہا ہوں۔ اب ان کو اپنے سے جدا ہونے والا ہی سمجھو۔

وماثم الاعبرة بعد عبرة　　　کذالک اللیالی لاتوانی وتصنع

اور اب دنیا میں تو عبرت پر عبرت کے سوا رکھا ہی کیا ہے اور زمانہ تو کسی وقت غافل رہتا ہی نہیں۔

ولما حسبت العام عند رحیله　　　فجاء دعاء یستجاب ویسمع

مولانا کے وصال کے وقت جب میں نے سن تاریخ کا خیال کیا
تو اسی وقت قلب میں یہ دعائیہ کلام پڑا جو یقیناً قبول ہو گیا ہے۔

سقی الله مثواه بارعیٰ کرامة　　　وسقی ورعی منه اولیٰ وانفع

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی جائے اقامت پر اپنی رحمت کی بارشیں فرماتا رہے۔
کیونکہ مخلوق خداوندی نے مولانا کی ذات سے بہت زیادہ نفع حاصل کئے ہیں۔
اپنے شیخ مولانا رشید احمد گنگوہی کی مدح میں لکھتے ہیں:

قفايا صاحبي عن السفار   بمرای من عرار أو بهار
يسير بنشرها نفحات أنس   وريّاً عند محی (۱) من قطار
يفيض لروحها رشحات قدس   حياة للبراری والقفار
وقد عادت صباحا من رباها   بأنفاس يطيب بها الصحاری
فيسری فی قلوب الصحب وجد   بأطراف الحديث لدی اعتبار
اطيب لشنره نفسا ونفسا   فاروی من روايات الكبار
اتابعهم ويملنی دمرعی   حدثنی من شيوخی لادكار
اجلهم وابجلهم مقاما   ابومسعود هم جبل الوقار
لقد فرع الوری عملا وعلما   مكارم ساعدت كرم النجار
امام قدوة عدل امين   ونور مستبين كالنهار
فقيه حافظ علم شهير   كصبح مستنير هدی سار
اليه المنتهی حفظا وفقها   واضحی فی الرواية كالمدار
ففی التحديث رحلة كل راو   وفی الاخبار عمدة كل قاری
فقيه النفس مجتهد مطاع   وكوثر علمه بالخير جاری
واحی سنة كانت اميت   واذوضح النهار فلاتماری
واصبح فی الوری صدراًوبدراً   منيرا وريا حلك التواری

واصبح مفردا علما رفيعا   كرفع المفرد العلم المنار
وآية رحمة فضلا وفيضا   عبابا مستطا باللقواری
وغرة دهره علما ودينا   طراز زمانه مثل النضار
يقوم بشكره آثاره فی   مدارس اومسجد كالدراری
متی ماجاد جود قام شكرا   له العزمات من باد وقار
واما فضله ذوقا وحالا   ففردفيه لااحد يجاری
علو مقامه قدما وسبقا   فلامن طائر فيه مطار
فضيل زمانه ورغا وزهدا   وحاتم عصره عند امتياز
كان جبينة بدر مبين   تهلل نوره عنده الزوار
وهمة كصبح مستطير   اوالغيث المغيث لدی انتظار
لقد نفع الوریٰ شرقا وغربا   واشرق نوره عند اعتكار
وزحزح عن حريم الحق نكرا   فحصحص فی البسيط علی الجهار
ودارمع استقامة مدارا   اصيل الاصل محمر الزمار
فرحمة ربه ابدا عليه   وطاب ثراه من رضوان باری

(۱) كذا فی الاصل

حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ

1882--------1965

مجازِ بیعت حضرت حکیم الامت تھانویؒ

مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کا سلسلۂ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے۔ آپ کے آباؤاجداد شرافت ودیانت، پاکیزگیٔ عمل اور دینداری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے والد حکیم مولانا گل احمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب، ایک سنجیدہ عالمِ دین ،متورع، متقی اور عبادت گزار انسان تھے۔

پیدائش:

آپ کی پیدائش 27 اگست 1882ء کو ضلع کیمبل پور میں ہوئی۔ آبائی وطن کیمبل پور ہونے کی وجہ سے نسبت کیمبل پور ہونی چاہیے تھی؛ مگر یہ نسبت آپ کے نام سے مناسبت نہیں رکھتی تھی اس لیے کمالِ تقوی وعلم کی وجہ سے کاملپورے نسبت مشہور ہوئی۔ حضرت حکیم الامت کی لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی اور لطافت طبع مشہور ہے۔ آپ کے بارے میں اسی سبب سے فرمایا کرتے تھے کہ کاملپوری نہیں کاملپورے ہیں۔ بچپن ہی سے آپ میں خداترسی، رحمدلی، خوش خلقی، سنجیدگی اور عابدانہ زندگی کا اثر نمایاں تھا۔ تعلیم کا آپ کو بچپن سے شوق تھا، ماحول زراعت کا تھا؛ مگر آپ نے اس طرف توجہ نہ دی، قرآن مجید کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی مگر چونکہ گھر کے عیش وآرام کی وجہ سے بہبودی میں مزید تعلیم مشکل تھی؛ اس لیے آپ گاؤں کے قریب کسی جگہ حصولِ تعلیم کے متمنی تھے چنانچہ فارسی وعربی کی ابتدائی کتب کے لیے شمس آباد تشریف لے گئے۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل حق سے پڑھیں جو حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب

مہاجر مکی کے شاگرد تھے اور پھر پنڈی سرہال تشریف لے گئے۔ جہاں قاضی عبدالرحمان فاضل دیوبند سے شرح جامی اور ملاحسن تک کی کتابیں پڑھیں اور پھر مکھڈ تشریف لے گئے جو اس وقت بہت بڑا علمی وروحانی مرکز تھا، یہاں مولانا حسن الدین صاحب وغیرہ اساتذہ سے منطق وفلسفہ کے اونچے درجے کی کتابیں پڑھیں۔ سرحد وپنجاب کے یکتا ومشہور اساتذہ سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کا عزم کیا۔ ۱۳۳۰ھ/1912ء میں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا، اس زمانہ میں مظاہرعلوم میں مولانا خلیل احمد، مولانا عنایت علی، مولانا عبدالوحید، مولانا عبداللطیف اور مولانا یحییٰ کاندھلوی جیسے اکابر مدرسین موجود تھے۔ دورہ حدیث کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سے پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ میں مظاہر علوم سے سندفراغت حاصل کی۔ ہندوستان کے ایک علمی چشمہ سے سیرابی کے بعد آپ کی علمی تشنگی دور نہیں ہوئی بلکہ علم کی پیاس بجھانے کے لیے آپ کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی خدمت میں حاضر ہوکر دورہ حدیث پڑھوں۔ آپ نے اپنے استاد مولانا خلیل احمد صاحب سے دیوبند میں حدیث پڑھنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ فراغت کے بعد تدریس مظاہر علوم میں کرنی ہوگی چنانچہ ۱۳۳۲ھ/1914ء دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کی کتابوں میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا محمد احمد قاسمی صاحب اور مولانا غلام رسول بفوی ہزاروی سے مختلف علوم وفنون اور کتب احادیث پڑھیں۔ مظاہر علوم کی طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

تدریس:

۱۳۳۳ھ میں مظاہر علوم میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا، ۱۳۴۴ھ میں جب مولانا خلیل احمد صاحب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جارہے تھے تو مولانا عبدالرحمان صاحب کو اپنی جگہ مدرسہ مظاہر

علوم کا صدرالمدرسین مقرر فرمایا۔۱۳۴۴ھ سے تقسیم ملک ۱۳۶۶ھ تک آپ نے اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہتے ہوئے افادہ علمی جاری رکھا۔آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں۔

سفرحج:

قیام مظاہر علوم کے دوران 1936 میں آپ نے حج ادا کیا۔آپ کے ایک خصوصی شاگرد اور متوسل جناب مولانا محمود داؤد یوسف صاحب آپ کے رفیق سفر اور خادم خاص تھے۔

مرشد اول کا انتخاب

آپ کو اپنی روحانی تسکین کے لیے دور جانے کی ضرورت نہ پڑی۔طالب علمی کے آخری دور میں آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا جو صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ شیخ طریقت اور آسمان روحانیت کے آفتاب تھے۔آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت کی۔

مرشد ثانی:

ہندوستان میں اس وقت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات اقدس مرجع خاص وعام تھی۔چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت سے اس راہ میں بڑا کام لیا۔ مولانا عبدالرحمان کاملپوری نے اپنی مخلصانہ خدمات کا وہ ثبوت دیا کہ حضرت حکیم الامت کی نگاہوں میں خاص مقام پا گئے اور آپ کی تربیت باطنی کی خط وکتابت کو معیار بناتے ہوئے مکاتیب الرحمان کے زیر عنوان اشرف السوانح کا حصہ بنا دیا اور یہ کام خود حکیم الامت کے ارشاد پر ہوا۔آپ کی اس باضابطہ تربیت اور کمال عقیدت اور کمال عبدیت وفنا کا نتیجہ تھا کہ ابھی تربیتی تعلق کے دوسال بھی پورے نہ ہونے پائے تھے اور اصلاحی مکاتیب کا سلسلہ جاری تھا کہ بیعت سے پہلے ہی خلافت سے سرفراز فرما دیئے گئے۔

تبدیلی احوال:

حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ کی طبیعت یکسر تبدیل ہوگئی۔لیل ونہار کے نظام الاوقات میں انقلاب آگیا،معمولات میں فرق محسوس ہونے لگا،پہلے زیادہ تر وقت مطالعہ کتب میں خرچ ہوتا،اب ذکر اللہ اور تدبر وتفکر میں بیشتر وقت صرف ہوتا تھا؛ اگرچہ آپ کی پوری زندگی دینداری اور پرہیزگاری میں گذری تھی؛لیکن بادۂ طریقت سے سرشار ہونے کے بعد آپ کی دینداری میں تقوی وورع کا اور بھی زیادہ گہرا رنگ پیدا ہوگیا،ذکر جلی اور خفی کا دور دورہ زیادہ ہونے لگا،طبیعت میں خاموشی پہلے سے تھی؛مگر اب سراپا سکوت بن گئے،خلوت بنسبت جلوت اب زیادہ محبوب ہوگئی۔

مکاتیب الہامیہ:

آپ نے جس رفتار اور جس ترتیب واخلاص سے سلوک کے منازل طے کئے اور جس قدر سرعت سے مراتب عالیہ پر فائز ہوئے تاریخ تصوف وسلوک میں اس کی مثال کم ملے گی۔حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں : مولانا عبدالرحمان کامل پوری نے بہت اچھی طرح باقاعدگی سے سلوک کی منازل کو طے کیا ہے۔حضرت تھانویؒ نے جو گرانقدر مکاتیب،تجدید دین کا کام جس عظیم الشان طریق پر کیا اہل نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔آپ بھی کسی ایسے ہی جامع شیخ کی تلاش میں تھے،قلب و نظر نے حضرت تھانویؒ کی طرف ایسی جاذبیت اور کشش محسوس کی جو بعد میں رجوع پر منتج ہوئی، حضرت حکیم الامت کی طرف رجوع کرنے کے بعد آپ نے اصلاح وتزکیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تخلیہ اور تحلیہ کی طرف توجہ فرمائی آپ نے 30 جمادی الآخری ۱۳۴۷ کو حضرت تھانوی کی خدمت میں پہلا مکتوب ان الفاظ میں تحریر کیا:

احقر کا ارادہ حضرت اقدس کے سلسلے میں داخل ہوکر ذکر واذکار کرنے کا حسب تجویز

اقدس ہے؛لہذا گزارش ہے کہ بندہ کے مناسب حال جو حضرت تجویز فرمائیں گے انشاءاللہ اہتمام کے ساتھ عمل کروں گا۔"

حضرت حکیم الامت نے اس تعلق کو منظور فرمایا اور آپ کے علمی مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کمال تواضع سے فرمایا کہ : گو میں حضرات اہل کمال کی خدمت کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن تاہم خدمت سے عذر نہیں"۔

تھانہ بھون میں پہلی حاضری:

حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے جب آپ نے تھانہ بھون حاضر ہونے کی درخواست کی، تو حضرت حکیم الامت نے اجازت دیتے ہوئے یہ جملہ جواب میں تحریر فرمایا :

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کو آپ سے کیسا اُنس و تعلق تھا۔ آپ کا حضرت مولانا سے تعلق عجیب تھا۔ جب آپ نے سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کی اور اصلاح و تربیت کا آغاز ہوا تو آپ کو نہ کسی دوسرے خلیفہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور نہ تعداد مکاتیب کی قید رکھی۔ اور آپ نے بھی حضرت حکیم الامت کی خدمت میں لکھے وہ اپنے سوالات و مندرجات کے اعتبار سے اس قدر رفیع تھے کہ خود حضرت حکیم الامتؒ نے ان کے جوابات کو الہامی فرمایا۔ مولانا ظہور الحسن فرماتے ہیں : کہ حضرت تھانوی نے ایک بار فرمایا : مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری کے مکاتیب محفوظ کر لیے جائیں؛ کیونکہ انہوں نے مجھ سے ایسے سوالات کئے ہیں کہ ان کے جوابات میرے قلب پر من جانب اللہ القاء ہوئے۔ اس متاع گراں مایہ کی قدردانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشرف السوانح میں حضرت حکیم الامت کے ایماء سے آپ کے مکاتیب کو

مکتوبات عبادالرحمان کے عنوان سے من وعن شامل کیا، خواجہ صاحب نے اشرف السوانح میں انموذج المکتوبات کے تمہیدی نوٹ میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

خلافت سے سرفراز:

بیعت کے بعد خلافت مل جانا کوئی بڑی بات نہیں اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے؛ مگر بیعت سے قبل خلافت سے سرفراز ہونا واقعی کمال عبدیت اور راہ معرفت سے واقفیت کی دلیل ہے اور طریقت و سلوک میں ایک نادر مثال ہے۔ حضرت حکیم الامت کے خلفاء میں صرف آپ کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کو بیعت سے قبل ہی خلافت سے نوازا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد یعنی جمادی الاولی 1347ھ میں موصوف نے بیعت کی درخواست کی۔ خلافت کی اطلاع دینے کے لیے حضرت تھانوی قدس سرہ کی جانب سے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا گیا ہے:

مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری سلمہ اللہ تعالیٰ!

"السلام علیکم ! بے ساختہ قلب پر وارد ہوا ہے، کہ آپ کو مع دوسرے بعض احباب کے بیعت و تلقین کی اجازت دوں، پس توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس وارد پر عمل کرنے کے لیے آپ کو اطلاع دیتا ہوں اگر کوئی طالب حق آپ سے اس کی درخواست کرے تو قبول فرمالیں اس سے متعلم کے ساتھ معلم کو بھی نفع ہوتا ہے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے خاص محبین پر اس کو ظاہر بھی فرمادیجئے"۔

والسلام ! بندہ اشرف علی از تھانہ بھون!

حضرت حکیم الامت کو جو اعتماد حضرت مولانا صاحب پر تھا، اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ آپ فرماتے تھے: مولانا کاملپوری نہیں کاملپورے ہیں اور بقول مولانا منظور نعمانی بیعت ہونے والے اکثر علماء وفضلاء کو حضرت قدس سرہ تربیت کے لیے حضرت کاملپوریؒ ہی کے سپرد فرماتے تھے۔

شیخ سے عشق:

آپ کو اپنے شیخ سے انتہائی محبت تھی مگر عشق و محبت کے ساتھ ہوش اور حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ مولانا محمود یوسف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب حکیم الامت کا انتقال ہو گیا اور میں تھانہ بھون میں حاضر ہونے کے لیے سہارنپور پہنچا، حضرت استاذ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے اچھی طرح اس بات کا احساس تھا کہ حضرت استاذ کی طبیعت پر کافی اثر ہے۔ تھانہ بھون سے واپسی پر حضرت اقدس قدس سرہ کی ایک کرامت جس کو بعض حاضرین نے عین وفات کے وقت مشاہدہ کیا تھا، بطور تذکرہ حضرت استاذ کے سامنے بیان کیا، تو فرمانے لگے کہ: شیخ اس کا چرچا مت کرو، ہم لوگ تو حضرت اقدس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ عقیدتمند ہیں؛ مگر خواہ مخواہ نکتہ چین لوگ اس پر تبصرہ کریں گے جس کو سن کر کوفت ہو گی''۔

وطن واپسی:

1947ء میں آپ بہودی تشریف لائے اور وہاں سے مدرسہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے جہاں تین سالہ قیام کے دوران 108 طلباء آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ 1949ء میں جامعہ عباسیہ بہاول پور کی طرف سے شیخ الفقہ کے عہدہ پر آپ کو دعوت دی گئی مگر آپ نے وہاں جانا منظور نہیں فرمایا۔ شوال 1369ھ سے شعبان 1372ھ تک دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں تین سال قیام فرمایا، بعد میں وطن واپس تشریف لے گئے۔

31 دسمبر 1965ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو تجلیات رحمانی، مرتبہ مولانا قاری سعید الرحمان صاحب، جامعہ

اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر)

مولانا حافظ محمد حامد میرٹھی کراچوی

۱۸۹۷......۱۹۷۷ء

لیکچرار اسلامیات۔ اسلامیہ کالج پشاور

آپ الحاج سید تہور علی صاحب میرٹھی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد پولیس انسپکٹر تھے جب وہ اٹاوہ میں تھے تو آپ کی ۱۸۹۷ء میں وہیں ولادت ہوئی۔ آپ کی زندگی کا کچھ حصہ الہ آباد میں گزرا۔

تعلیم:

والد صاحب کی خواہش پر آپ نے پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر کچھ انگریزی پڑھنے کے بعد مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے لیا اور مختلف علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۳۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ دورۂ حدیث کے امتحان میں آپ اول آئے تھے۔

مولوی محمد شاہد صاحب لکھتے ہیں۔

''ان فضلاء میں اول نمبرات سے فارغ ہونے والے مولوی حافظ محمد حامد پسر جناب سید تہور علی میرٹھی نے دوسو چھیالیس نمبرات حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی جنکو کئی کتابوں کے علاوہ انعام میں پانچ روپے بھی دیے گئے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں تدریس پر مامور ہوئے اور ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۳۹ھ اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ مظاہر علوم کے اساتذہ میں ۶۳ ویں نمبر آپ کا نام آیا ہے پھر

راجکوٹ کاٹھیاواڑ کے مدرسہ میں تدریس شروع کی وہاں کی جامع مسجد کے خطیب بھی رہے۔ ازاں بعد ارشاد العلوم ضلع متھرا میں بطور صدر مدرس تدریس کرتے رہے۔ الہ آباد سے عالم وفاضل دونوں امتحان امتیاز سے پاس کیے اور ان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے 'مولوی فاضل' کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ شملہ میں نواب سر عبدالقیوم بانی مدرسہ اسلامیہ واسلامیہ کالج سے اچانک آپ کی ملاقات ہوگئی۔ نواب صاحب کے شدید اصرار پر آپ نے اسلامیہ کالجیٹ میں بطور صدر مدرس اسلامیات تدریس شروع کی اور تیس سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ خود لکھتے ہیں:۔

''جس اخلاص کے ساتھ میں نے یہ خدمت سرانجام دی اس کو اپنی قلم سے تحریر نہیں کر سکتا۔ میری یہ خدمات مقبول ہوئیں اور میں اسلامیہ کالج میں دینیات کا لیکچرار مقرر کیا گیا۔ یہ کالج بعد میں گورنمنٹ کالج بنا پھر یونیورسٹی کے ماتحت آگیا اور میری ملازمت یونیورسٹی کے ماتحت آگئی۔ تیس سال تک صوبہ سرحد میں علمی خدمات انجام دیں اور وہاں کے باشندے جو میرے ساتھ تعلق رکھتے تھے اس کی گہری یاد میرے دل میں اب تک زندہ ہے اور جب وہاں کا شاگرد مل جاتا ہے تو میں اپنے دل میں نئی فرحت محسوس کرتا ہوں''۔

۱۹۵۷ء میں آپ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے چونکہ آپ کے اکثر رشتہ دار کراچی آگئے تھے اس لئے آپ بھی کراچی چلے گئے۔

کچھ عرصہ ٹنڈو الہ یار کے مدرسہ میں تدریس کی پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵ میں مدرس ہو کر آ گئے پھر علامہ سید محمد یوسف بنوری نے آپ کو جامعہ کا ناظم تعلیمات مقرر کر دیا اور ایک عرصہ تک یہ خدمات انجام دیں۔

ریڈیو پاکستان سے اسلام کے موضوع پر اکثر آپ کی تقاریر نشر ہوتی رہی ہیں۔

تصنیفی خدمات!

آپ نے صوبہ سرحد کے پرائمری اور مڈل سکولوں کے لئے نصاب بھی مرتب کیا تھا جو سالہا سال تک سکولوں میں چلتا رہا۔

ایک کتاب تاریخ اسلام پر ''نبوت اور سلطنت'' کے نام سے لکھی جو مطبوعہ ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی پر بحث کی گئی ہے۔ علمی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی ہے۔[1]

وصال:

آپ کا وصال شوال ۱۳۹۷ھ/۱۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ہوا اور نماز جنازہ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے پڑھائی جس کی وُہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور اس کے ایک ہفتہ بعد مولانا بنوری بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔[2]

۱؎ مشاہیر علماء: ج۲ صفحہ ۱۳۷۔۱۵۷

۲؎ تاریخ وفات مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب غزنوی کی عنایت سے ملی اور انہیں یہ تاریخ مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب نے بتائی۔

مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ

آپ مولانا عنایت الرحمٰن صدیقی بن مولانا خلیل الرحمٰن صدیقی کے گھر۔ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ والد کی طرف سے سلسلۂ نسب قاضی ضیاء الدین سنامیؒ تک پہنچتا ہے جو دہلی کے مشہور قاضی اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہم عصر تھے۔ آگے سلسلۂ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک کتابوں میں محفوظ ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب اسی سلسلۂ نسب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد حج بیت اللہ کے سفر میں انتقال کر گئے جب آپ بچے تھے۔

قرآن مجید حافظ رحیم بخش کاندھلویؒ سے حفظ کیا، اس کے بعد آپ کے بڑے بھائی حافظ فضل الرحمٰن وکیل درجہ اول آپ کو اپنے ہمراہ بھوپال لے گئے وہاں سلیمانیہ میں پیر ابو احمدؒ سے آپ نے چند کتابیں پڑھیں۔ بھوپال سے واپسی پر آپ کے ماموں اور ہونے والے خسر مولانا محمد اسماعیل (جو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پیر بھائی تھے) آپ کو خانقاہ امدادیہ میں حضرت تھانویؒ کے ہاں لے گئے۔ ہدایہ اور مشکوۃ تک کی کتب حضرت تھانویؒ اور دیگر اساتذہ سے پڑھیں پھر انہی کے ارشاد پر ۱۳۲۷ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ میں مولانا خلیل احمد صاحب سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں کچھ عرصہ تک افتاء کے منصب پہ فائز رہے پھر علم طب کی تحصیل مولانا صدیق احمد و مولانا رضی الحسن سے کی اور جلال آباد ضلع سہارنپور میں کامیاب مطب کیا وہاں بھی ایک عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر وہاں سے مدرسہ اشرفیہ چھتہ لال میاں دہلی تشریف لے گئے پھر وہاں سے مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری دہلی میں ۱۸ سال تک اعلیٰ

تدریسی خدمات انجام دیں۔اس عرصہ تدریس میں دورۂ حدیث کی کتب بھی بار ہا زیر درس رہیں۔

اکتوبر ۱۹۴۶ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی دعوت پر بھوپال تشریف لے گئے اور مدرسہ احمدیہ میں محدث اول کے عہدہ پر فائز ہوئے۔دسمبر ۱۹۵۰ء تک بھوپال میں قیام رہا۔

ریاست کے انڈیا میں ضم ہو جانے کی وجہ سے سرکاری مدارس بند ہو گئے مگر اس کے باوجود مولانا محمد عمران ندوی کے اصرار پر تاج المساجد بھوپال میں دارالعلوم کا افتتاح ہوا اور ایک سال تک مسندِ حدیث کو آپ نے زینت دی۔

سیاسی مسلک کے لحاظ سے چونکہ آپ مسلم لیگ سے وابستہ تھے اس لئے پہلے ہی سے پاکستان ہجرت کا مستقل ارادہ تھا۔اتنے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خط پر آخر نومبر ۱۹۵۰ء میں بذریعہ بحری جہاز بمبئی کے راستے سے پاکستان تشریف لے آئے، کراچی میں مولانا محمد یحییٰ تھانویؒ کے ہاں مقیم رہے۔اور جنوری ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو آلہ یار سندھ پہنچ گئے۔آخری وقت تک وہاں تدریس حدیث اور افتاء کی ذمہ داری انجام دیتے رہے۔

۱۹۵۵ء میں پہلی بار فالج کا حملہ ہوا مگر صحت یاب ہو گئے مگر دسمبر ۱۹۵۷ء میں دو مرتبہ حملہ ہوا اور آخری حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ/جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ کا وصال ہوا۔ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور دارالعلوم اسلامیہ کے احاطہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

صوفیانہ مسلک!

آپ خانقاہ امدادیہ کے تربیت یافتہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجاز صحبت تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ’’ہمیں خانقاہ میں خود کو مٹانے ہی کی تعلیم دی گئی ہے‘‘۔

اولاد!

اولاد نرینہ میں۔مولانا حافظ حبیب الرحمٰن، مولانا حافظ حامد الرحمٰن، مولانا حافظ عابد الرحمٰن اور مولانا ساجد الرحمٰن موجود ہیں۔

تصانیف!

۱۔الطیب الشذی۔عربی زبان میں جامع ترمذی کی نہایت مفصل شرح ہے، صرف ابواب الطہارۃ مطبوع ہیں۔بقیہ کتاب غیر مطبوع آپ کے فرزند مولانا حامد الرحمٰن صدیقی کے پاس محفوظ ہے اس کتاب کے مطبوعہ حصہ پر حضرت تھانویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی نہایت عمدہ تقاریظ ہیں۔ ۲۔سنن نسائی پر حاشیہ۔جو مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوئی۔ ۳۔کشف المعظا شرح مؤطا۔(مطبوعہ کارخانہ تجارت کراچی) ۴۔مراۃ التفسیر وہی مطبع ۵۔مقدمہ قرآن احسن البیان فی مقدمۃ القرآن کے نام سے دہلی میں کئی مرتبہ شائع ہوا۔ ۶۔تنبیہ الوسنان فی احکام رمضان۔مطبوعہ دہلی ۷۔احکام الشعراء واللحی۔مطبوعہ ۸۔نور العینین فی تحقیق رفع الیدین ۹۔تنسیق الکلام فی وجود صانع النظام ۱۰مناقب ابی حنیفہ۔عربی غیر مطبوعہ۔ ۱۱۔تفسیر سورۃ فاتحہ۔مطبوعہ ۱۲۔الارتداع عن الابتداع۔ ۱۳۔شرح شمائل ترمذی (غیر مطبوعہ) ۱۴۔سنن ابی داؤد پر حاشیہ (غیر مطبوعہ) ۱۵۔رفع الحجاب عن کید البہا والباب ۱۶۔افسانہ عبرت یعنی بدعتیوں کے دھوکہ کا رد ۱۷۔نوالین شرح جلالین (عربی) ۱۸۔نور الضحی فی ما یتعلق باللحی۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

ولادت نام ونسب اور خاندان!

آپ کا آبائی وطن یو پی کا مردم خیز قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے۔آپ کے والد جناب محمد اسماعیل صاحب بھوپال میں محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے۔وہیں ۱۹۰۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔والد صاحب کی طرف سے صدیقی اور والدہ صاحبہ کی طرف سے فاروقی ہیں ۔آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔مثنوی مولانا رومؒ کے خاتم جناب مفتی الٰہی بخش صاحب اور مولانا فخر الدین صاحب رازی آپ کے اجداد میں ہیں۔

ابتدائی تعلیم!

مولانا محمد میاں صاحب صدیقی کی روایت کے مطابق ۹ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ابتدائی دینی تعلیم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی زیر نگرانی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم!

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔باقی ماندہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۳۳۶ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری اور مولانا ثابت علی صاحبؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔اس وقت آپ کی عمر انیس ۱۹ سال تھی۔

مظاہر علوم سہارنپوری سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیو بند کا رُخ کیا اور وہاں ۱۳۳۷ھ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے دوبارہ دورۂ حدیث پڑھ کر دوسری سند حاصل کی۔آپ کے اساتذہ میں حضرت شاہ صاحب کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا مفتی

عزیز الرحمٰنؒ اور علامہ محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ بھی شامل ہیں۔

تدریسی خدمات!

فراغتِ دارالعلوم دیو بند کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں تدریس کا آغاز کیا پھر ۱۳۳۸ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔آپ کے فرزند مولانا محمد میاں صدیقی نے لکھا ہے کہ ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔سب سے پہلے مدرسہ امینیہ دہلی سے تعلق قائم ہوا۔لیکن وہاں صرف ایک سال رہے۔آئندہ سال دارالعلوم کی کشش آپ کو دیو بند کھینچ لائی۔

’’تاریخ دارالعلوم دیو بند‘‘(از قاری محمد طیب صاحب)ص۱۲۔پر دارالعلوم دیو بند میں آپ کی تدریس کا ابتدائی سال ۱۳۳۸ھ لکھا گیا ہے اور تقویم تاریخی،از عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق ۱۳۳۸ء میں عیسوی سال ۱۹۱۹ء و ۱۹۲۰ء تھا اس لئے ان کا ۱۹۱۲ء کو مدرسہ امینیہ میں آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز لکھنا تاریخی طور پر درست نہیں۔

حیدر آباد دکن میں!

علامہ محمد یوسف بنوی نور اللہ مرقدہ آپ کے دارالعلوم دیو بند کو چھوڑ کر حیدر آباد دکن جانے کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم سے حضرت شاہ صاحبؒ نے استعفاء دیا

اس لئے حضرت مرحوم(مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب)کو یہ پسند نہ تھا کہ وہاں اپنے تدریسی شغل کو جاری رکھیں۔نیز حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم سے تعلقات تھے ان کو بھی ناراض کرنا مشکل تھا۔اس لئے مرحوم دارالعلوم کو خیر باد کہہ کر حیدر آباد دکن جا کر وکیل فیض الدین مرحوم کے ہاں اقامت پذیر ہوئے۔وکیل صاحب مرحوم کو بڑا علمی ذوق تھا۔بڑا عظیم الشان کتب

خانہ جمع کیا تھا حضرت مرحوم کے قیام کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر، انہوں نے صحیح بخاری کا درس لینا شروع کر دیا اور صد ماہوار مشاہرہ بھی مقرر کیا۔ حضرت مرحوم کو یہ فرصت لے لمحات بڑے مغتنم مل گئے۔

تمام رات فتح الباری کا مطالعہ کرتے تھے اور جتنی فتح الباری مطالعہ کی اتنا ہی سبق پڑھا دیا کرتے تھے۔ اور کچھ تصنیفی کاموں کے لئے بھی فرصت مل گئی۔ اسی دوران حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا۔ اور وکیل فیض الدین کی رفاقت میں سفر کیا گیا۔ حج ادا کرنے سے پہلے حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں بقصد بیعت تشریف لائے۔ دیو بند پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت امام العصر رحمہ اللہ تبدیلی آب و ہوا کے لئے بجنور تشریف لے گئے ہیں۔ بہت ہی بے چینی سے بجنور پہنچے حضرت امام العصر شاہ صاحب کا قیام مولانا مشیت اللہ بجنوریؒ کے ہاں تھا اور راقم الحروف (بنوری) اس وقت پہلی مرتبہ خادم خصوصی کی حیثیت سے شرفِ خدمت سے سرفراز تھا۔ یہ ماہ شوال کے آخر ۱۳۴۶ھ کا واقعہ ہے۔ میری موجودگی میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے اوراذ کار کی تلقین کی۔

اس اقتباس سے حیدر آباد جانے کی وجہ بھی معلوم ہوئی حیدر آباد دکن کے مشاغل کا بھی پتہ چلا۔ نیز آپ کی پہلی بیعت کا بھی علم ہوا۔

اسی عرصۂ قیام میں آپ نے ''التعلیق الصبیح''عربی مشکوۃ المصابیح''لکھی اور دمشق جا کر اس کی چار جلدیں طبع کرائیں۔ ۱۳۴۷ء سے ۱۳۵۷ء تک آپ کا قیام حیدر آباد دکن میں رہا۔

پھر دار العلوم میں!

۱۳۵۸ھ میں آپ نے دوبارہ دار العلوم دیو بند میں سندِ درس کو رونق بخشی اور یہ سلسلہ ۱۳۶۸ھ تک جاری رہا۔ اسی سال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں امیرِ

ریاست بہاولپور کی دعوت پر بطور شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً دو سال تک آپ نے تدریس کی۔

جامعہ اشرفیہ میں!

مولانا محمد میاں صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

''لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ خاص حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی سعی و کاوش سے جامعہ اشرفیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ تقسیمِ ہند کے خونچکاں ہنگاموں اور واقعات نے علم و حکمت کے جن موتیوں کو بکھیر دیا تھا مفتی صاحب انہیں سمیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مولانا محمد ادریس صاحب جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر لاہور تشریف لائے اور مفتی صاحب کی نگاہِ انتخاب نے ان کو چن لیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت مولانا سے فرمایا''۔ میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں''۔ مولانا نے بلا تامل جواب دیا کہ''۔ حضرت! خدمتِ دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔''

مولانا کو احساس تھا کہ جامعہ عباسیہ سے وابستگی کی صورت میں شاید خدمتِ دین کا حق ادا نہ ہو سکے۔ اس لئے ان تمام مادی منافع سے قطع نظر کر لی جو سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے۔ چنانچہ لاہور چلے آئے اور زندگی کے آخری لمحہ تک جامعہ اشرفیہ سے وابستہ رہے۔''

اس چوبیس ۲۴ سالہ عرصۂ تدریس میں بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں طلبہ نے آپ سے درسِ حدیث لیا اور فراغت کے بعد آج خود اپنی اپنی جگہ درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

تبلیغی خدمات!

یوں تو ملک بھر میں آپ نے تبلیغی فرائض انجام دیئے۔ بڑے بڑے شہروں میں بلائے جاتے اور

تبلیغ دین کی غرض سے شمولیت فرماتے۔لیکن آپ کی تبلیغ اور دعوت وارشاد کا اصل مرکز نیلا مرکز نیلا گنبد رہا۔جامع مسجد نیلا گنبد میں خطبہ ارشاد فرمانے کا معمول تھا۔اس مسجد میں ممتاز وکلاء ،مصنف اور بڑے بڑے ذمہ دار افسر خطبہ سننے کے لئے آتے اور محظوظ ہوتے۔آپ کے بعض خطبات جمعہ کتابچوں کی صورت میں شایع بھی ہوئے۔

تصنیفی خدمات!

آپ نے تدریس کے ساتھ تقریباً تمام دینی موضوعات پر قلم اٹھایا۔اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس پر لکھنے کا حق ادا کر دیا۔آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔

التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح! کے بارے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلۂ فرماتے ہیں کہ التعلیق الصبیح آپ کا علمی شاہکار ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دارالعلوم کراچی فرماتے ہیں کہ۔مولانا موصوف کے علمی کمالات کا کچھ اندازہ ان کی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے۔حدیث کی کتاب مشکوۃ شریف پر آپ کی مفصل شرح تو عرصۂ دراز سے علماء وطلبہ میں خاص مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

مولانا علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ التعلیق الصبیح جو مشکوۃ المصابیح کی شرح ہے وہ موصوف کی ابتدائی تصنیفات میں سے ہے۔اس کی طباعت کے لئے شام کا سفر کیا اور دمشق میں قیام فرما کر طبع کرائی۔آخری جزء طبع نہ ہوسکا۔رقم ختم ہوگئی۔اس کے بعد کی تصانیف میں زیادہ اتقان ہے۔

تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری!

اس کے بیس اجزاء ہیں۔پہلے تین اور آخری جزء زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔باقی مخطوطہ محفوظ ہیں۔علامہ محمد یوسف بنوریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''تحفۃ القاری بحل

المشکلات البخاری'' قابلِ قدر سرمایہ ہے جس کے ابتدائی چند جزء طبع ہوگئے ہیں اور آخری جزو بھی طبع ہو چکا ہے جو نہایت محققانہ انداز میں ہے۔بلکہ اجزائے سابقہ میں اپنے تحقیقی معیار میں ممتاز ہے''۔

الکلام الموثوق فی تحقیق القرآن کلام اللہ غیر مخلوق!

مولانا بنوریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کلام باری میں ان کا یہ رسالہ نہایت عمدہ رسالہ ہے اور تقریباً سالہ محنت ومطالعہ کا نتیجہ ہے۔دارالعلوم دیوبند کے آخری دور میں اس موضوع کا مطالعہ اور لکھنا شروع کیا تھا میری ناقص رائے میں یہ کتاب تحقیقی معیار اور حسنِ ترتیب کے اعتبار سے تمام تالیفات میں امتیازی شان رکھتی ہے۔ابتداءً حافظ ابن تیمیہ وحافظ ابن القیم سے متاثر تھے لیکن آخر میں امام ابوبکر باقلائی کی ''الانصاف'' سے متاثر ہوئے۔اور آخری تحقیق جمہور متکلمین کے بالکل موافق ہوئی اور یہی رنگ تمام کتاب میں واضح ہے۔

فن حدیث میں آپ کی دوسری تالیفات ''الباقیات الصالحات فی شرح حدیث انما الاعمال بالنیات''احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان''اور تحفہ الاخوان بشرح حدیث شعب الایمان میں۔

سیرۃ المصطفیٰ!

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔سیرت نبوی کے متعلق کے آپ کی تصنیف ''سیرۃ المصطفیٰ'' تین جلدوں میں بہترین تصنیف ہے۔

مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں کہ تصانیف میں سیرۃ المصطفیٰ نہایت عمدہ، منقح اور قابل اعتماد سیرتِ نبوی اردو میں تالیف فرمائی۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں۔ ''سیرۃ المصطفیٰ'' کے نام سے کئی جلدوں میں محققانہ سیرت لکھی جس میں آزاد خیال مصنفوں پر علمی انداز سے تنقید کی ہے اور ان کے بہت سے شکوک وشبہات کے مسکت جواب دیئے ہیں۔

معارف القرآن (تفسیر)!

اس کے بارے میں مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی تفسیر معارف القرآن کے نام سے تالیف فرما چکے ہیں جلد پنجم طبع ہوگئی جو سورۂ توبہ پر ختم ہے۔ بلاشبہ عمدہ، قابل قدر اور ان کی علمی پختگی کی شاہکار ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں افسوس ہے مولانا کی تفسیر قرآن مکمل نہ ہوسکی مگر اس کی جتنی جلدیں چھپی ہیں وہ بھی اپنی جگہ علماء وطلبہ کے لئے بڑا مفید ذخیرہ ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔

کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ!

قادیانیت کے رد میں اور حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ہے۔

مسک الختام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام! اس کا موضوع بھی وہی ہے۔

مرزائیوں سے اصولی اختلاف! موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۹۔علم الکلام ۱۰۔شرح مقاماتِ حریری ۱۱۔لامیۃ المعراج۔عربی قصیدہ

۱۲۔تائیۃ القضاء والقدر ۱۳۔مسئلۃ رفع الیدین۔ یہ بھی آپ کا ایک عربی قصیدہ ہے جو لامیۃ رفع الیدین کے نام سے مشہور ہے۔

۱۴۔عقائد اسلام ۱۵۔اصول اسلام ۱۶۔خلافت راشدہ ۱۷۔اسلام اور نصرانیت

۱۸۔دعاوی مرزا ۱۹۔حجیت حدیث ۲۰۔شرائط مفسر ومترجم وغیرہ کتب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تفسیر اور حدیث اور عقائد کے علاوہ آپ کے سب سے زیادہ رسائل عیسائیت اور قادیانیت کی رد میں ہیں۔

ادبی ذوق!

عربی شعر کا بہت قابل قدر ذوق تھا بے تکلف اور برجستہ شعر کہتے تھے (مولانا بنوری) قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں۔ عربی ادب میں خاص مہارت ہے، عربی اشعار برجستگی سے کہتے ہیں فارسی میں بھی آپ کی نظمیں ہیں۔

آپ کے قصائد محفوظ ہیں اور اکثر چھپ چکے ہیں۔ مقامات حریری کی شرح کی ابتداء میں آپ نے علم ادب کا مقدمہ لکھا ہے اور مقدمہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا ہے جو بحر متقارب میں ہے۔ بہت رواں اور سہل ہے۔ اسی طرح لامیۃ المعراج بحرِ طویل میں ہے جو آپ کی اپنی تشریح کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب نے بھی اس کی بہت تعریف کی ہے۔ بعض فارسی قصائد ''حجیت حدیث'' کے آخری میں بھی ہیں۔

سیاسی مسلک!

آپ کے فرزند مولانا محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں کہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے خصوصی شاگرد ہونے کے علاوہ قدرت کے ان سے خاندانی رشتے بھی قائم کر دیئے اور پھر مولانا کو تحریک پاکستان کے بارے میں علامہ عثمانیؒ کی رائے اور نظریات سے کامل اتفاق تھا۔ عملاً سیاست میں حصہ نہ لینے کے باوجود ہمیشہ اپنی ذاتی اور علمی مجلسوں میں نظریۂ پاکستان اور دوقومی نظریے کی زبردست تبلیغ کرتے رہے ہمیشہ یہی فرماتے کہ

مجھے سب سے زیادہ بغض ہندو سے ہے۔کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی ہندو مسلم اتحاد کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔نظریۂ پاکستان سے والہانہ عشق ۱۹۴۹ء میں پاکستان لے آیا۔

روحانی مسلک!

آپ کی پہلی بیعت حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے تھی۔ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی طرف رجوع فرمایا اور پھر انہی سے اکتسابِ فیض روحانی کرتے رہے۔

وصال!

آپ کو تقریباً ایک سال سے گردہ کی تکلیف تھی چنانچہ اسی تکلیف سے رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء بروزِ اتوار۔بوقتِ پانچ بجے صبح آپ کا وصال ہوا۔نماز جنازہ آپ کے بڑے فرزند جناب مولانا محمد مالک صاحب نے اسی دن بعد دوپہر جامعہ اشرفیہ میں پڑھائی۔اور بعد ازاں آپ کو ''شادمان کالونی'' کے قبرستان میں ''روزنامہ مشرق'' کے بانی عنایت اللہ مرحوم کی قبر کے ساتھ ہزاروں عقیدت مندوں کے سامنے سپردخاک کردیا گیا۔

مولوی عبدالحق ہزاروی

۱۸۹۵ـــ۱۹۶۹ء

مولوی عبدالحق مولانا محمد الیاس علوی کے فرزند تھے۔۱۸۹۵ء کو والولی تحصیل ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔۱۹۰۶ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول مانک رائے سے پانچویں کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔پھر گاندھیاں (کھلابٹ) کے مولانا عبداللہ سے پڑھنے کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا،اور ۱۳۳۶ء میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔آپ کے دورہ حدیث میں شریک ساتھیوں میں مولانا بدر عالم مہاجر مدنی،مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ،مولوی سید عبدالرؤف کاملپوری،اور مولوی عبدالغفور کاملپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ اسلامیہ ہائی سکول شیرنوالہ گیٹ لاہور میں بطور منشی فاضل درس و تدریس میں مصروف رہے،ساتھ ہی مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔آپ ایک کامیاب ترین مدرس اور بلند پایہ محقق تھے۔آپ کچھ عرصہ پیسہ اخبار سے بھی متعلق رہے۔آپ نے ردالمختار کی جلد اول کا ''تجرید الشامی'' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا بعد ازاں دوسرے حصہ کا بھی ترجمہ کیا یہ مطبوعہ ہے۔آپ کا ہفتہ کے دن ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو وصال ہوا۔

مولانا قاری محمد زمان ہزاروی

۱۸۹۶۔۱۹۷۹ء

آپ فیض اللہ خان جدون کے فرزند ہیں۔ ۱۸۹۶ء کو ڈھیری کہیال ایبٹ آباد ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم اپنے علاقہ اور اٹک کے علماء سے حاصل کی پھر دو سال مدرسہ حسینیہ دہلی میں پڑھتے رہے۔ اسی دوران میں مولانا احمد سعید، مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا عبدالعلی سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ پھر ۱۹۲۳ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۶ء میں مولانا خلیل احمد سے حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ سہارنپور کے عرصہ قیام میں علم تجوید کی تحصیل حضرت قاری عبدالخالق سے کی۔ مکمل شاطبیہ انہی سے پڑھی۔ علم طب کی تحصیل لاہور اور ملتان میں کی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ (فیصل آباد) میں ۱۲ سال خطیب رہے۔ پھر ۱۹۳۹۔۱۹۶۶ تک لورالائی میں خطیب رہے۔ ساتھ ہی درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۱۹۳۹ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

تصانیف میں گلدستہ وعظ، روحانی عملیات اور طبی مجربات غیر مطبوعہ ہیں۔

بیعت کا تعلق حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجی سے تھا۔

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ/۶ نومبر ۱۹۷۹ء بروز منگل ساڑھے گیارہ بجے شب وصال ہوا اور کہیال میں تدفین ہوئی۔ اولاد نرینہ میں تین فرزند۔ عبدالباری، عبدالہادی اور پروفیسر عبدالرزاق ہیں۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ

۱۹۰۴۔۱۹۹۴ء

آپ پروفیسر مولانا سعید احمد تھانوی کے فرزند ہیں۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں مولانا اشرف علی تھانوی کے زیر نگرانی حاصل کی پھر ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۲ھ میں مولانا خلیل احمد، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا عبداللطیف اور مولانا اسعد اللہ سے کتب دورۂ حدیث پڑھ کر امتیاز سے فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ حیدرآباد دکن کے مدارس میں تدریس کی پھر مظاہر علوم سہارنپور میں تدریس پہ مامور ہوئے۔

۱۳۶۰ھ میں مولانا اشرف علی تھانوی کی تیمارداری کے لئے تھانہ بھون پہنچے اور وہاں مدرسہ امدادالعلوم میں تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

۱۳۷۰ھ میں پاکستان آئے اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریسی اور فقہی خدمات انجام دیں۔

تدریس کا سلسلہ ۱۳۹۱ تک اور صدر مفتی آخر تک رہے۔ بڑے بڑے علماء آپ کے فتویٰ پر اعتماد کرتے تھے۔

سہارنپور کے عرصہ قیام میں دو دینی وتبلیغی رسالے المظاہر اور دیندار نکالے جو عرصہ تک کامیابی کے ساتھ نکلتے رہے۔

آپ اردو، عربی اور فارسی کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔

آپ کی تصانیف میں مسدس اصلاحِ کالج ، احکام القرآن منزل ثالث اور رابع (سات جلدیں) مقالاتِ سیرت ،مقالاتِ قرآن ،دلائل وجوب قربانی، مدراس البلاغۃ ،بہشتی مسائل ،نصاب دینی مدارس ،داڑھی کی وضع ،فرضیتِ رجم ،خصوصیاتِ اسلام، حدود وتعزیرات، دعوت التجارۃ ، جمال الاولیاء، پوتے کی میراث، توہین رسالت اوراسکی سزا، فدیہ وقضاء، تراجم الحماسین مختصرقواعدمیراث ،القول الشغول فی مقدمات الفنون غیرمطبوعہ، الفحابی علی الطحاوی، التحریرالنادر فی حرمۃ نبش القبر للشیخ عبدالقادررائے پوری، البحث والسفر ،دعوت التبلیغ ، نبی کل کائنات، عظمتِ حدیث اورفضائلِ بیعت خاص طور پرقابل ذکر ہیں۔

آپ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اورمولانا اسعداللہ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے خلافت حاصل کی ۔۱۲رجب ۱۴۱۵ھ /دسمبر۱۹۹۴ء کولاہور میں وصال ہوا۔تلامذہ ہزاروں میں ہیں۔

اولاد میں مولانا مشرف علی تھانوی، ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی اورڈاکٹر مولانا قاری خلیل احمد آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی نگرانی کےعلاوہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مشرف علی تھانوی کوڈاکٹرعبدالحی عارفی خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

۱۲۹۲...............۱۳۷۲ھ

۱۸۷۵...............۱۹۵۳ء

آپ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء کوشاہجہان پور (روہیل کھنڈ، یو،پی) محلّہ سن زئی میں شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیراللہ بن عباداللہ کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلۂ نسب شیخ جمال یمنی سے جاملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم:

پانچ سال کی عمر میں شہر کے ایک محلّہ میں حافظ برکت اللہ صاحب کے مکتب میں داخل ہوئے اور یہیں قرآن مجید ختم کیا، اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم محلّہ ورک زئی میں حافظ نسیم اللہ کے مکتب میں ہوئی اسی زمانہ میں محلّہ خلیل شرقی میں مولوی اعزاز حسن صاحب کا مدرسہ اعزازیہ قائم ہوا تھا۔مکتبی تعلیم سے فارغ ہوکر اسی مدرسہ میں داخل کئے گئے انہوں نے فارسی اعلیٰ اورعربی کی ابتدائی کتابیں حافظ بدھن خان صاحب سے پڑھیں۔ یہاں کے اساتذہ میں ایک ولایتی افغان عالم مولاانا عبیدالحق خان صاحب تھے بچپن ہی سے مفتی صاحب کی ذہانت وطباعی آشکارا تھی۔ان کے استاذ ان سے محبت کرتے تھے۔مولانا عبیدالحق صاحب نے اپنے ہونہار شاگرد کی طرف بیش از بیش توجہ کی اورشیخ عنایت اللہ صاحب کومجبور کرکے ۱۳۱۰ھ میں مرادآباد کی شاہی مسجد کے مدرسہ میں بھجوادیا جہاں انہوں نے وہاں کے مدرسین مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی مدرس اول سے جوحضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے شاگرد تھے اور بعدکو مدرسہ عبدالرب دہلی میں صدر مدرس ہوئے اورمولوی محمد حسن صاحب سہوانی سے کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم:

مفتی صاحب دوسال کے بعد یہاں سے ۱۳۱۲ھ میں مدرسہ دیوبند چلے گئے اور وہاں کے مدرسین میں مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی، مولانا حکیم محمد حسن صاحب، مولانا غلام رسول صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوری سے اسباق پڑھے، اور کتبِ حدیث کا درس مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے حاصل کیا ۔۱۲۱۵ھ میں ۲۲ برس کی عمر میں دیوبند سے فراغت ہوئی۔

تدریس:

مولانا عبیدالحق صاحب نے شاہجہان پور میں ۱۳۱۴ھ میں ایک مدرسہ ''عین العلم'' قائم کیا تھا۔ مولانا کفایت اللہ صاحب جب فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو شفیق استاذ نے ان کو اسی مدرسہ میں جگہ دی اور تقریباً پانچ سال اس میں کام کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں شاہجہان پور میں قادیانیت کی تحریک پہنچی تو اس کے رد میں ۱۳۲۱ھ میں ''البرہان'' نام کا ماہانہ رسالہ جاری کیا۔ مدرسہ عین العلم میں جن اصحاب نے آپ سے پڑھا ان میں سے حسبِ ذیل اصحاب کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب استاذ الادب والفقہ دیوبند، مولانا مفتی سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند (م ۲۸ اپریل ۱۹۷۶ء)، مولوی اکرام اللہ خان صاحب ندوی ایڈیٹر کانفرنس گزٹ علی گڑھ۔

مدرسہ امینیہ میں:

مدرسہ امینیہ دہلی کو جس سے مفتی صاحب کو پچاس برس تعلق رہا، ان کے رفیقِ درس

مولوی امین الدین صاحب ایلولوی نے ۱۳۱۵ھ میں قائم کیا تھا، موصوف ایلولہ احاطہ بمبئی کے باشندہ تھے مگر اپنی علمی اور عملی کوششیں دہلی میں خرچ کیں اس مدرسہ کے سب سے پہلے مدرس حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مقرر ہوئے تھے۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ صاحب کی تشریف بری کے بعد مولوی امین الدین صاحب شاہجہان پور جا کر مفتی کفایت اللہ صاحب کو ۱۳۲۱ھ میں یہاں لے آئے اور مولوی صاحب کی زندگی تک وہ صرف مدرس رہے۔ ۱۳۴۰ھ مطابق ۶ رجون ۱۹۲۰ء میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا تو اہل شوریٰ نے مفتی صاحب کو مہتمم بھی بنا دیا، جس کے کام کو وہ آخر تک نباہتے رہے۔

مولانا پروفیسر حافظ سید رشید احمد ارشد لکھتے ہیں کہ ''مدرسہ امینیہ کے ذریعے حضرت مفتی صاحب نے علوم اسلامیہ کی تعلیم وتدریس کے سلسلے میں زبردست خدمات انجام دیں، یہیں سے آپ پاک وہند کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے فتاویٰ کا جواب تحریر فرماتے تھے اور یہیں آپ علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ دور دراز ممالک کے طلبہ بھی آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے آتے تھے۔ بالخصوص پاک وہند کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہیجہاں آپ کے فارغ التحصیل علماء اسلامی خدمات سرانجام دیتے ہوئے نظر نہ آئیں۔ ان ممتاز علماء میں مشہور ترین علماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند ۲۔ مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ مفتی دارالعلوم دیوبند ۳۔ سحبان الہند حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب دہلوی سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند ۴۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی عبدالغنی صاحب پٹیالوی حال شیخ الحدیث ومفتی مدرسہ امینیہ ۵۔ استاذ محترم مولانا خدا بخش صاحب سابق مدرس امینیہ وحال شیخ الحدیث دارالعلوم سرگودھا ۶۔ حافظ سید محمد حسین فرزند ارجمند پیر جماعت علی شاہ

۷۔حضرت مولانا مفتی عبدالصمد صاحب مکرانی قاضی القضاۃ سابق ریاست قلّات
۸۔مولانا محمد تقی صاحب امینی مؤلف ''اسلام کا زرعی نظام'' وغیرہ ۹۔مولانا محمد شفیع صاحب ملتانی ۱۰۔مولانا محمد اسماعیل بسم اللہ مفتی علاقہ گجرات (ہند) وسابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت۔

آپ کے بارے میں مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''محدث مدرسہ امینیہ دہلی مفتی اعظم ہندوستان اپنے زمانہ کے مشہور و مسلم مفتی اور فقیہہ تھے۔حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔نکتہ رس علماء میں سے تھے۔تدریس وافتاء کے ساتھ سیاسی لائن میں بھی نمایاں کام انجام دیا۔آپ ہی جمعیۃ العلماء ہند کے سب سے پہلے صدر ہوئے اور عرصۂ دراز تک صدر رہے۔جمعیۃ العلماء اور کانگریس کی تحریکوں میں قائدانہ حصہ لیا۔کئی مرتبہ جیل گئے۔آپ کا علم وفہم علماء میں تسلیم شدہ تھا۔حضرت تھانویؒ جیسی مردم شناس ہستی نے فرمایا کہ ''میں مفتی کفایت اللہؒ کے تدبر اور مولوی حسین احمد کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں''۔
مجموعی طور پر آپ فقیہہ، محدث مفتی، مجاہد، علماء دیوبند میں سے تھے۔

تصانیف:

(۱) تعلیم الاسلام (اردو، سوالاً جواباً) چار حصوں میں پاک وہند سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کئی مدارس میں داخلِ نصاب ہے۔اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔
(۲) ''روض الریاحین'' (عربی) یہ قصیدہ ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۹ء میں مطبع افضل المطابع دہلی میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا تھا۔ان اشعار کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ بھی آپ کے قلم سے ہے، حواشی بھی آپ ہی کے ہیں۔ (۳) حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ کے حالات پر ایک رسالہ لکھا۔مطبوعہ ۱۹۱۸ء (۴) مسلمانوں کے مذہبی اور قومی اغراض کی حفاظت مطبوعہ

دہلی ۱۹۱۷ء (۵) مختصر تاریخ مدرسہ امینیہ (۶) جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ (۷) کفایت المفتی (مجموعہ فتاویٰ) سات ضخیم جلدوں میں۔مطبوعہ دہلی۔

شاعرانہ ذوق:

پروفیسر مولانا حافظ سید رشید احمد لکھتے ہیں کہ ''حضرت مفتی صاحب عربی زبان کے قادرالکلام شاعر تھے۔آپ کا قصیدہ ''روض الریاض'' آپ کی قادرالکلامی کی بہت بڑی دلیل ہے۔دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ایک رسالہ ''القاسم'' شائع ہوتا تھا۔اس کے دورِاول میں حضرت مفتی صاحب کافی عربی قصائد شائع کرتے تھے۔اس کے علاوہ مدرسہ امینیہ دہلی کی گزشتہ رودادوں میں آپ کے عربی قصائد شائع ہوئے ہیں۔آپ نے ملتان جیل میں وہاں کے ایک افسر میجر فضل الدین صاحب کے نام عید کے موقع پر جو عربی قصیدہ تحریر فرمایا تھا وہ بھی نہایت فصیح و بلیغ اور مؤثر قصیدہ ہے نیز آپ نے اپنے رسالہ ''شیخ الہند'' مطبوعہ ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہند کے مالٹا میں قید ہونے پر جو عربی قصیدہ تحریر کیا تھا وہ بھی نہایت عمدہ اور مؤثر ہے۔حکیم اجمل خان کی وفات پر بھی آپ نے عربی قصیدہ تحریر کیا تھا۔آپ کے عربی قصائد متفرق طور پر کافی تعداد میں موجود ہیں۔آپ نے اردو میں بھی اشعار کہے ہیں مگر عالمانہ وقار کی وجہ سے خود پڑھ کر نہیں سناتے تھے۔ملتان جیل میں شعراء کا اچھا خاصا مجمع ہو گیا تھا اور جیل ہی میں ہفتہ وار مشاعرے منعقد ہونے لگے تھے۔ان میں آپ خود شریک نہیں ہوتے تھے۔تاہم ان مشاعروں کے لئے آپ کچھ اشعار لکھ لیتے تھے جنہیں مولانا احمد سعید پڑھ کر سناتے تھے''۔

وفات:

۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو دس بج کر ۲۵ منٹ پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے گھر واقع کوچہ چیلاں دہلی میں وفات پائی۔دوسرے دن دہلی کے ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور

پھر آپ کا جنازہ مہرولی لے جایا گیا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے احاطہ کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔